

نشرات (۱) دارالنشر للمعارف الاسلامیہ

738
ROSHAN ALI A. AGARIYA.
C-41 Street No-3
Jinnah Market, Room No 10
Karachi No-2, Pakistan

السید محمد حسینی

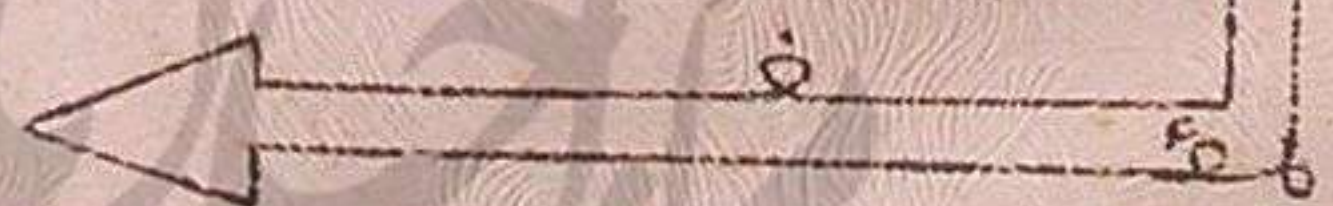
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

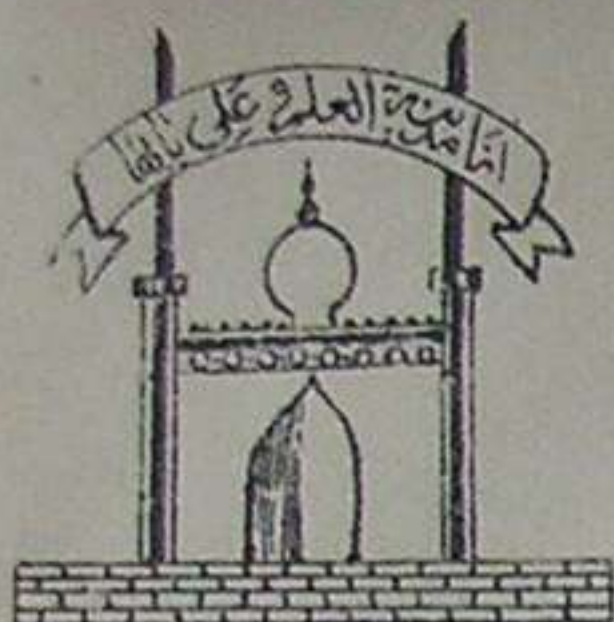
وقف

منهاج

مکتبہ العلوم
کراچی

سید محمد احسن الہندی
عضو منتدی النشر (نخست شرف)
کارمند انجمن تبلیغات اسلامی (طهران)
ممبر اساتک سید محمد الہوسی (بغداد)
معاون دارالنشر للمعارف الاسلامیہ (کراچی)



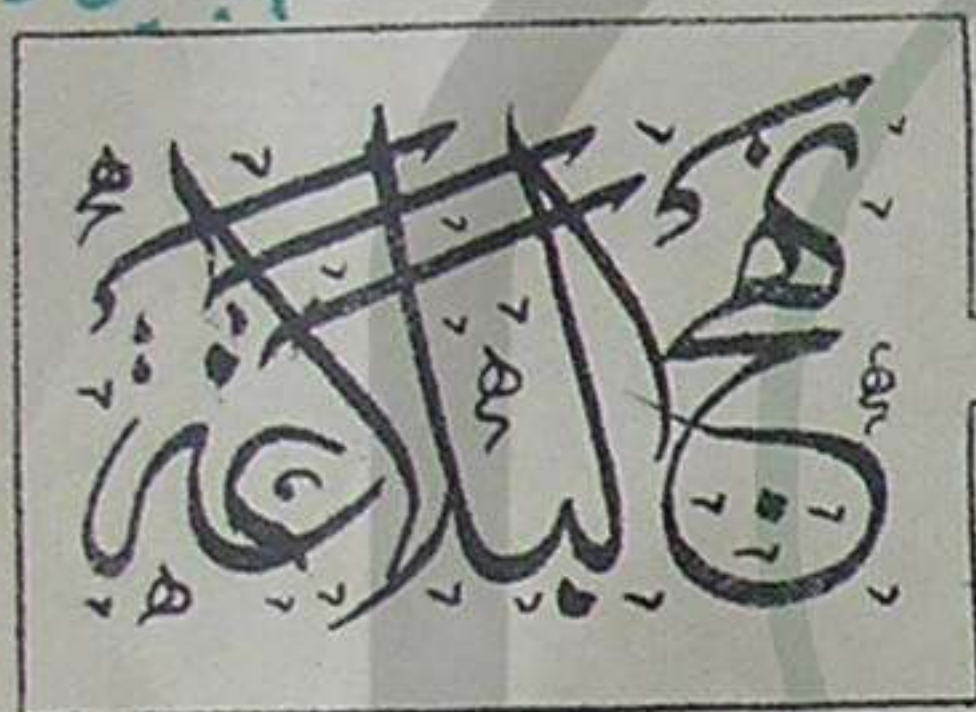


انتشارات (۱) دارالنشر للمعارف الاسلامیه "لکھنؤ"

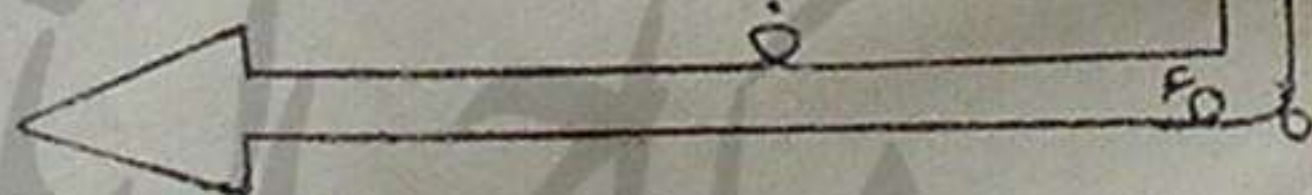
— سرانے لائبریری —

محرمیت جناب مولانا سید محمد صاحب سید دہلوی

سید محمد رفوی
تنظیم برائے رالی



مفتاح



سیّد احسن الہنوی
عضو منتدی النشر (نخستین شرف)
کارمند انجمن تبلیغات اسلامی (طهران)
ممبر اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن (ممبئی)
ناظم دارالنشر للمعارف الاسلامیه (لکھنؤ)

مرتبون عتقا
رضا علی ریشتر لکھنؤ

سیدنا
فہرست مضامین
منہاج صحیح السنہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۸۲	خود علی کے مساعرن کا ان کی عظمت علمی کا اعتراف	۱	مولف کا مسلک اور عصر حاضر کا تقاضہ
۱۳	ایک سنی عالم کی علی کے متعلق گواہی	۱	اہل بیت حامل علوم لدنیہ ہیں
۱۴	علی کے متعلق ایک مستشرق کی گواہی	۲	قریش ا فصیح العصر ہیں
۱۵	علی نے رسول اللہ کی تحریک علمی کو آگے بڑھایا	۲	شعراء عرب کا کلام قریش کو سنا کر قبل عام کی سند حاصل کرتے تھے
۱۵	عربی زبان کو علی نے زندگی بخشی اور اس کو علمی مرتبہ دیا	۲	اور اعلان عام کے لیے اس کو خانہ کعبہ پر آویزاں کر دیتے تھے
۱۵	غیر عربی الفاظ استعمال کرنے میں علی کا رجحان	۲	قبیلہ قریش کے ممتاز فصحاء و بلغاء
۱۵	علی کی تحریک علمی اور اس کے موانع	۲	باہم و عبد المطلب کے زمانے سے عربی شاعری میں تصانیف کا رواج ہوا
۱۴/۱۵	خلفاء کے عہد میں تعصب قومی و طبقات کا دور دورہ ہوا	۲	سولہ پیغمبر کے اولاد عبد المطلب میں عورت مرد سب شاعر تھے
۱۴	غیر عرب جموں کو میراث سے محروم کیا گیا	۳	ابوطالب با کمال شاعر تھے
۱۶	خلفاء کے عہد میں تقسیم اموال میں استیسا	۳	ابوطالب کا مرتبہ شاعری
۱۷	علی بہت کو بلند کرنا چاہتے تھے اور ہر چھوٹا بڑا آپ کی سکا ہونے کی	۳	اشعار ابوطالب کی تحسین کا حکم
۱۸	خلفاء کے عہد میں غیر عرب کی حالت زار	۳	رسول اللہ فصیح اچان تھے
۱۸	علی کا ساویانہ برتاؤ	۴	رسول اللہ کے فصیح ہونے کی توجیہ جو دباؤ نے کی ہے
۱۹	علی کو دو جنگیں سر کرنی تھیں	۴	رسول اللہ کا عالم عربیت ہونے کے متعلق حضرت علی کا ارشاد
۱۹	علی مخالف دور میں اثناعت علم کرتے رہے	۴	بعد رسول علی ابن ابی طالب ا فصیح الناس ہیں
۱۹	علی اپنے مقصد کی کامیابی کے لیے ایک جدید شہر چاہتے تھے	۴	حضرت علی امام خطباء و خطبہ المسلمین و امام المنشیین ہیں
۱۹	سرزمین عراق کی خصوصیات	۴	قصیدہ لامیہ رسول بن عادی کا موضوع ہوتا
۲۰/۱۹	مثنوی (دہستانی، مانی، مزدکی، زنادقہ) سنیہ آراء و رجحانات	۵	حضرت علی کے خطبہ ادبیات عرب میں مجد و مجاز ہیں
۲۰	عراقی دیرو گوہے اور عیسائی مذہب کا رواج	۵	حضرت کا کمال خطیب ہونے کے ماوی اباب، آج کے آباؤ اجداد کو خطبا
۲۱	مزار انبیاء و مشہد اور	۶/۵	حضرت علی کی زندگی کے مختلف دور اور ہر دور کے مختلف خصوصیات
۲۱	عراق میں مختلف ممالک کے نتائج آتے رہتے تھے	۷	حضرت علی اور رسول اللہ کے درمیان رابطہ باہمی
۲۱	کوئٹہ برونی بیو پاروں کا مذہبی تھا	۷	رسول اللہ کے ساتھ علی کس طرح رہے
۲۱	علی نے کوئٹہ کو دارالمسلم بنایا	۸	رسول اللہ نے علی کی تربیت کیونکر کی
۲۲	کوئٹہ مرکز علم ہو گیا جہاں سے علوم کا انتشار ہوا	۸	علی کو رسول اپنا بیٹا سمجھتے تھے
۲۲	علی ہر وقت و ہر حالت میں تعلیم و ہدایت کے لیے متوجہ رہتے تھے	۸	رسول اللہ کا سب سے پیارا بیٹا علی
۲۲	حالت جنگ میں اہلبیت کے مسائل حل کرنا	۹	علی رسول اللہ کے سب سے زیادہ مطیع و فرمان بردار تھے
۲۳	عقل مناسبت کے اعتبار سے مسائل علمیہ کا جواب	۹	رسول اللہ نے صرف علی ہی کو اپنے علوم کے لیے منتخب کیا تھا
۲۳	ایسے خطبہ جو پنج البلاغ میں نہیں بلکہ کتب اہل بیت میں موجود ہیں	۱۰	علی میں اخذ علوم کی فطری صلاحیت تھی
۲۴	ایک یہودی عالم کی گواہی	۱۰	رسول اللہ ہمیشہ تنہا ہی میں علی کو اپنے علوم و معارف سپرد فرماتے تھے
۲۵	دہری، اذنیق اور یونانی فلسفی کا حضرت سے مسائل علمیہ پر گفتگو	۱۲/۱۱	علی کے علم کے متعلق رسول اللہ کی شہادت

صفحہ	مضمون
۲۵	عبدالمجید انطاکی سچی مدیر الشوری والعران کا اعتراف
۲۵	سید بن ہشام سلمہ سچی مدیر الشوری والعران کا اعتراف
۲۵	علی کے خطبوں کی تعداد اور شاہ خطبہ واد بار کا آن سے
۲۶	مستفید ہونے کا اقرار
۲۶	مشہور ادیب عبدالمجید کاتب الاموی کا اعتراف
۲۶	مشہور خطیب ابن نباتہ کا اعتراف
۲۶	خطیب ابن نباتہ امیر المؤمنین کے خطبوں کے مقابل میں بہت کم
۲۶	دو مری صدی ہجری کے ابتدائیں علی کے خطبوں کی تعلیم و تدیس
۲۶	امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کے عہد میں حضرت کے خطبوں کی قرأت و سماعت
۲۶	عصر جاحظ سے پہلے امیر المؤمنین کے خطبے ادا کے نصاب میں تھے
۲۶	ابن نباتہ کے عہد میں حضرت کے خطبے سماع مدون تھے
۲۶	امیر المؤمنین کے خطبے کو حفظ کرنے کی وجہ سے ابن المقفع کو
۲۶	کمال ادب حاصل ہوا
۲۶	ابن المقفع کا اقرار
۲۸	علی کے بعض کلام دوسرے ادا کی طرف غلط منسوب کیا گیا
۲۸	علی کے کلام سے ابن المقفع کا سرفہ
۲۸	صدر اول میں علی کا کلام مدون تھا
۲۸	مدون ہونے میں مدون و کتابت کی جو سخت لغت تھی وہ علی کے عہد میں نہ تھی
۲۸	علی نے اپنے اصحاب میں مستغنیین و رفیقین کو پیدا کیا اسی میں
۲۸	میں آپ کے خطبے مدون ہوئے
۲۹	علی کے عہد کے مولفین
۲۹	سرفہ سے جے پال کا اقرار
۲۹	علی کے اصحاب آپ کے خطبے کو کچھ لیتے تھے
۲۹	حادثہ میں عبداللہ الامور الہدانی نے حضرت کے آثار علم و ادب کو
۲۹	بہت زیادہ محفوظ کیا تھا
۲۹	وہ آثار علم و کجارت نے محفوظ کیا تھا وہ ایک اونٹ انا تھا
۲۹	اصحاب آپ کی خدمت میں سامان نوشتہ لکھنا ضرور تھا تاکہ آپ کے
۲۹	تعلیقات کو محفوظ کر سکیں
۲۹	مختلف اصحاب علی نے آپ کے آثار علم کو مدون فرمایا
۲۹	ایک مرتبہ میں سامان نوشتہ لکھنا ضرور تھا تاکہ آپ کے
۲۹	تعلیقات کو محفوظ کر سکیں
۳۰	عبداللہ بن ابی اسحاق نے آپ کے آثار علم کو مدون فرمایا
۳۰	ابن نباتہ نے آپ کے آثار علم کو مدون فرمایا
۳۰	سید بن ہشام سلمہ نے آپ کے آثار علم کو مدون فرمایا

صفحہ	مضمون
۱۰۸	کمال بن زیاد غنی نے آپ کی تعلیم کردہ و عا کو محفوظ کیا
۱۰۹	زید بن وہب انجمن نے آپ کے خطبوں کو جمع کیا
۱۱۰	نخبات صحابہ و تدوین مولفین جنہوں نے آپ کے خطبے آثار کو جمع کیا
۱۱۱	سید رضی سے قبل کے وہ علماء اسلام جنہوں نے آپ کے خطبے کلام کو جمع
۱۱۲	مصفحات میں جمع دی
۱۱۳	سید رضی نے دراصل کتب تدوین سے انتخاب فرمایا
۱۱۳	انداز تالیف کی وجہ سے نبی البلاغہ کی اہمیت
۱۱۵	نبی البلاغہ کو فوق کلام مخلوق و دون کلام خالق سمجھا گیا
۱۱۶	شیعہ، فرقہ زیدیہ اور اکثر اہلسنت کا اس پر اجتماع ہے کہ نبی البلاغہ
۱۱۶	حضرت علی کا کلام ہے
۱۱۸	نبی البلاغہ کا شمار اہم کتب میں ہے
۱۱۹	ابن الطقطعی کا بیان کہ ابتداء تدوین ہی سے فرقہ بین نبی البلاغہ
۱۲۰	کی طرف متوجہ ہو گئے
۱۲۱	نبی البلاغہ کی تالیف کے بعد کلام امیر المؤمنین کے دوسرے مجموعے
۱۲۲	و مولفات
۱۲۲	عزراکم، نثر اللانی، نثر الادب، نثر الادب، دستور عالم حکم
۱۲۳	سبط ابن الجوزی نے اپنے اسناد سے حضرت کے اقوال و خطبے کو
۱۲۳	تذکرہ میں وارد کیا
۱۲۵	الفرائد و القلائد، عیون الحکم، النبی القویم، فی کلام امیر المؤمنین
۱۲۶	نہدۃ العقائد، صحیفۃ علویہ، بحار جلیلہ، مختصر، مجموعہ اقوال
۱۲۶	شائع کردہ نویس شیخ، مجموعہ خطبہ و مواضع شائع کردہ شیخ
۱۲۶	احمد حبیب عالمی، مسدود، نبی البلاغہ کا شغف الغطا و مسدود
۱۲۸	نبی البلاغہ نبی احمد حنفی را مپوری
۱۲۹	علی کے آثار علم و ادب کا اعتراف ایک مستشرق کی ذہنی
۱۳۰	گابریل انگریزی مستشرق کا خیال کہ علی ایک مکتب خیال کے دانشور ہیں
۱۳۱	علی اپنے عہد حکومت میں قاضیوں کی کانفرنس منعقد فرماتے تھے
۱۳۲	اہلسنت کا اعتراف و شامین نبی البلاغہ
۱۳۳	بعض جلیلہ علماء اہلسنت کی عبارات اعتراف
۱۳۳	علامہ محمد بن طلحہ قرطبی، علامہ تفتازانی، علامہ قزوینی کی عبارت
۱۳۳	احمد بن منصور کا زہنی، علامہ یعقوب لاہوری، علامہ طائس کی عبارت
۱۳۴	ابن خلکان کی عبارتیں
۱۳۴	علامہ باغی، صدیق حسن خاں، ابن اثیر، جزیری کا عنوان اعتراف
۱۳۵	علامہ ابن سکرم صاحب لسان العرب، احمد طاهر بھارتی کا
۱۳۵	عنوان اعتراف، ابن ابی اسحاق، ابن ابی اسحاق، اعتراف اور حضرت
۱۳۸	کے کلام کو فوق کلام مخلوق و تحت کلام خالق سمجھا
۱۳۹	عورت کی کرداری اور علی کے کلام کا صحیح مورد

صفحہ	مضمون
۱۳۰	شرح ابن ابی احمد کی اہمیت
۱۳۰	مفتی محمد عبدہ کے اعترافی مقدمہ کی اہمیت
۱۳۱	محمد عبدہ کی عبارت سے نبی البلاغہ کی اہمیت کا ثبوت
۱۳۱	علامہ نالی حنفی کی عبارت اعتراف
۱۳۱	ادبی و معنوی خوبیوں کے اعتبار سے نبی البلاغہ ایک شاہکار ہے
۱۳۲	محمد زہری غزالی کا اعتراف
۱۳۲	محمد بن ابی الدین عبدالمجید صری کا اعتراف
۱۳۲	شیخ مصطفیٰ غزالی کا اعتراف
۱۳۳	عمر ابو النصر مدنی کا اعتراف
۱۳۳	شیخ عبداللہ الطائلی کا اعتراف
۱۳۳	امام مہدی کا نبی البلاغہ سے استناد کرنا
۱۳۳	قاضی شوکانی کا اپنے اسناد معتبرہ سے نبی البلاغہ کا روایت کرنا
۱۳۴	قاضی شوکانی کا اعتراف کہ نبی البلاغہ امیر المؤمنین کے کلام کا مجموعہ
۱۳۵	۲۵۵ و مطلق سے جس کے رجال اسناد کے ثقافت اہلسنت ہیں
۱۳۶	قاضی شوکانی نبی البلاغہ کو روایت کرتے ہیں
۱۳۶	کبھی کبھی سید رضی بھی مرتضیٰ کے نام سے لقب کیے گئے ہیں
۱۳۶	سچی علماء واداب کا اعتراف
۱۳۶	عبدالمجید انطاکی کی عبارت
۱۳۷	خود افراہم ابی انی کا اعتراف کہ علی کے پہلے مفکر اسلام ہیں
۱۳۷	اور نبی البلاغہ آپ کا کلام ہے
۱۳۷	بولس سلام کا اعتراف
۱۳۷	جبران خلیل جبران لبنانی کا ساثر
۱۳۷	منکرین و معتزلیین نبی البلاغہ
۱۳۷	منکرین کا پہلا گروہ خلافت دین و دشن اسلام
۱۳۷	منکرین کا دوسرا گروہ انوی و نہایت رکھنے والا
۱۳۷	ذہبی کو یہی نہ معلوم ہو سکا کہ جامع نبی البلاغہ کون ہے
۱۳۷	سید رضی نے جامع نبی البلاغہ ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں
۱۳۷	ذہبی نے نبی البلاغہ کے کلام امیر ہونے سے کیوں انکار کیا
۱۳۷	پروفیسر خلوصی کے اعتراضات و انکار
۱۳۷	خلوصی کے اعتراضات و شکوک ہر دو گروہ منکرین کے شہادت و
۱۳۸	شکوک کا مجموعہ ہے
۱۳۸	علی کے کلام کی غلط توجیہ اور خلوصی کی چالاک
۱۳۸	علی کے کلام کو غلط طریقہ سے پیش کر کے خلوصی عورت کو جاذبات
۱۳۸	سے کھینچے ہیں
۱۳۹	عورت کی کرداری اور علی کے کلام کا صحیح مورد
۱۳۹	عورت کے نقصان عقل، نقصان ایمان، نقصان جملہ طوے پر
۱۳۹	قرآن و سنت کی روشنی میں تمام ائمہ اسلام کا اتفاق
۱۳۹	حکم قرآن کی بنا پر مرد و عورت پر فوقیت رکھنا ہے
۱۳۹	عورت کی اطاعت کسی حالت میں مباح نہیں
۱۳۹	علی کے کلام کو غلط طریقہ سے پیش کر کے خلوصی کو کیا حق ہے
۱۳۹	اسلام میں ایک بہت بڑا فتنہ عورت کی غلط اطاعت کی وجہ سے
۱۳۹	رودنا ہوا یہ تقریر اسی سے متعلق ہے
۱۳۹	خلوصی یورپ کی عورتوں کو اسلام کے خلاف ابھار رہے ہیں
۱۳۹	خلوصی نے وہی انداز اختیار کیا جو "انتم سیکاری" کو طرانا
۱۳۹	کر کے "ولا تقربوا الصلوۃ" کو پیش کرتے ہیں
۱۳۹	"ان کیدک عظیمہ" کو بھی پیش کئے
۱۳۹	جس طرح "ان کیدک عظیمہ" کو پیش کرنا صحیح نہیں اسی طرح علی کے
۱۳۹	بیتہ کلام کو بھی پیش کرنا صحیح نہ ہوگا
۱۳۹	تفسیر اہلسنت کی بنا پر "ان کیدک عظیمہ" عمومی حیثیت رکھتا ہے
۱۳۹	خلوصی صاحب کو اپنی تفسیر کی روشنی میں "ان کیدک عظیمہ" کو
۱۳۹	یورپ کی عورتوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے
۱۳۹	اسلام و پیغمبر اسلام کا ضرور سامنے مقابلہ
۱۳۹	دشمن اسلام عورتیں
۱۳۹	رسول کے راز کو فاش کرنے والی عورت
۱۳۹	بعض ازواج رسول خود رسول کی مخالفت میں
۱۳۹	بعض عورتیں آپ کی رحمت و کلفت کا بد میں جکڑ پڑی جاتے تھے
۱۳۹	صاحب یوسف
۱۳۹	عورت کی درپردہ سازش علی کو بعد رسول ظاہری حکمت نہ مل سکی
۱۳۹	عورت نے او عار و نہت کو کے اسلام کو نقصان پہنچایا
۱۳۹	بی بی عائشہ کی کینہ سطلی کی تباہ کاریاں
۱۳۹	ایک جہتہ عورت نے حق عثمان کا فتویٰ دیا
۱۳۹	بی بی عائشہ نے بغاوت کرنے میں اپنی کینہ سطلی کی تباہ کاریاں
۱۳۹	عورتوں کی ذہنی اندازی نے جدید اسلامی مہاسمی کو بری طرح متاثر کیا
۱۳۹	علی نے عورت کی فطری کمزوری کو کون حالات میں ظاہر کیا
۱۳۹	علی کے قتل میں عورت کا ہاتھ
۱۳۹	احادیث صحاح ستہ و دوسرے کتب احادیث اہلسنت میں عورتوں
۱۳۹	کی مذمت جن کی تعداد ۳۳ ہے
۱۳۹	یورپ کی عورتیں اپنے محبوب سننے کی عادی ہیں
۱۳۹	عورت کے متعلق علماء یورپ کے اقوال
۱۳۹	یورپ کا مشہور ماہر نفسیات فریڈ کاہر فیصلہ عورت میں عقل و

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۵	کی کمی ہے اور تک و حد بہت زیادہ ہے، ان پر اپنی نظری	۲۳۹	خلیفہ اول کو بھی ملکہ اتر چلا نہ تھا
۱۹۶	صلاحت کو بہتر بنانے کی استعداد بہت کم ہے اور مردوں کے	۲۳۹	دو مولیٰ بھیری کی تجارت کرتے اور اپنے معاملہ پر کچھ بوجھ لیتے
۱۹۷	مقابلہ میں ان کے جہانمی اور سماجی حقوق کمزور ہیں	۲۳۹	دوم کی نشوونما پست اقوام میں ہوئی
۱۹۸	سر فرماؤ میں جو تک پہنچا ہے اس کو تیرہ سو برس پہلے حضرت علی	۲۳۹	عمر دلائی کرتے تھے
۱۹۹	نے ظاہر فرمایا تھا	۲۳۹	خلفاء کے ماننے والوں نے ان کی طرف علیؑ کی حکیمانہ کلام کو
۲۰۰	شیخ البلاغہ کے متعلق خصوصی کے شکوک و ایراد	۲۳۹	منسوب کرنا چاہا
۲۰۱	پہلے شبہ کا جواب	۲۳۹	علیؑ کے مقابلے میں خلفاء کے جلی فضائل منازک کا یہ بیگناہ
۲۰۲	حضرت علیؑ کی سب سے زیادہ سے آپ کے کلام کی جمع و تدوین کی	۲۳۹	دو حیران توحیدی نے شیخین کے لیے کلام فصیح و ضعیف کیا
۲۰۳	ابتدا ہوئی	۲۳۹	ابن ابی احمید کا فیصلہ کہ حدیث حقیقہ کا وضع توحیدی ہے
۲۰۴	صحابہ ائمہ نے جمع کیا، تقریباً ۵۰۰ کچھ ایڈیشن نکلے	۲۳۹	استاذ احمد زکی صفوت کا فیصلہ کہ حدیث حقیقہ توحیدی حضورؐ ہی
۲۰۵	علما و متقدمین نے جمع کیا	۲۳۹	دکتر زکی مبارک استاذ حوزہ انجلی بھی حضورؐ بتلاتے ہیں
۲۰۶	پہلے جامع سید رضی نہیں ہیں اور نہ اس کے وضع ہیں	۲۳۹	دکتر احمد فرید رفائی نے بھی اُسکے حضورؐ کی طرف اشارہ کیا ہے
۲۰۷	دکتر زکی مبارک مصری ان خیال کی رو کرتے ہیں کہ سید رضی وضع	۲۳۹	ممكن ہے کہ بعد تحقیق حیرت خطبات جو خلفاء کی طرف منسوب
۲۰۸	نیج البلاغہ میں	۲۳۹	ہیں ان کی نسبت بھی غلط ثابت ہو
۲۰۹	سید و دیگر مفسرین مشرق کے خیال کی تردید	۲۳۹	شیخ البلاغہ نے کلام اور ادب علیؑ کا بہترین سرمایہ ہے
۲۱۰	سید رضی پر اہتمام وضع نہیں وارد ہو سکتا	۲۳۹	علیؑ نے اولین معلم اسلام کی حیثیت سے اشاعت علوم کے لیے
۲۱۱	سید رضی نے اسی کلام کو شیخ البلاغہ میں جمع فرمایا جس کی	۲۳۹	سچی فرمائی
۲۱۲	صحت میں کوئی کلام ہی نہیں ہو سکتا تھا	۲۳۹	علیؑ نے خطبہ شیخ البلاغہ کے ذریعہ صحیح تعلیم اسلام کو پیش فرمایا
۲۱۳	حضرت علیؑ کے ایک خطبہ کا معاویہ کی طرف غلط انتساب	۲۳۹	شیخ عبد اللہ العلائی کے نزدیک شیخ البلاغہ کے خطبہ خود اس
۲۱۴	علاء جاحظ اس انتساب کو غلط بتلاتے ہیں	۲۳۹	کا ثبوت ہیں کہ وہ علیؑ کا کلام ہے
۲۱۵	سید رضی موشح اختلاف میں اپنی تحقیق کو ظاہر کر دیتے ہیں	۲۳۹	علیؑ کا کلام سرمایہ علم و ادب ہے
۲۱۶	سید رضی نے کہاں پر اخذ و شد کا حوالہ دینا ضروری سمجھا	۲۳۹	جواب شدہ دوم
۲۱۷	معاویہ و اخذ شیخ البلاغہ میں کا ذکر سید رضی نے کیا ہے	۲۳۹	نضاح قوم کو بیان کرنے کے لیے رسول اللہؐ نے حسان شاعر کو مقرر
۲۱۸	کتب مصادر نیج البلاغہ کہاں جمع تھے	۲۳۹	فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ معائب قوم کو معلوم کرو
۲۱۹	شیعی و اسلامی خزائن کتب کی کتابی	۲۳۹	حسان کے اشعار، بھوبیہ
۲۲۰	ہائے خزانہ کتب کا احیا کر کے اس میں اخذ و شد کا ذکر فرما کر	۲۳۹	ابو سعیدان کی بھر و فضیحت
۲۲۱	قدما و مفسرین و مصنفین کی کتابیں موجود ہیں ان میں مندرجات	۲۳۹	ہند ماور معاویہ کی فضیحت
۲۲۲	نیج البلاغہ کا پتہ چلتا ہے	۲۳۹	عمر و بن عاص کی فضیحت
۲۲۳	ان کتابوں میں ایسے خطبے بھی ملتے ہیں جو شیخ البلاغہ میں نہیں ہیں	۲۳۹	قرآن میں معائب و ثواب کا بیان
۲۲۴	ملاوسی صاحب نے ابو الفرج اسی کی کتاب میں خطبے لکھے	۲۳۹	قرآن میں سب
۲۲۵	خوارزمی ابو الفرج کا ذکر ضعیف گمان کرتے ہیں	۲۳۹	احمد زکی صفوت کے نزدیک فضیحت قوم کرنے میں سیر المؤمنین
۲۲۶	ابو الفرج اسی امامیہ اثنا عشریہ نہیں ہے	۲۳۹	حق بجانب ہیں
۲۲۷	نشیخ دینی و اشعی سیاسی میں فرق	۲۳۹	قرآن نے ظالم کی برائیاں کرنے کی اجازت دی ہے
۲۲۸	کتب قدما و مفسرین میں مندرجات شیخ البلاغہ کا وہ کلام بھی ہے	۲۳۹	خطبہ متفقہ تعلیم کے دل کی بھرپور ہے
۲۲۹	دوسرے شبہ کا جواب	۲۳۹	معاویہ کا اقرار کہ شیخین نے علیؑ پر ظلم کیا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۸	وہ کتب اہلسنت جن میں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی کا ذکر ہے	۲۵۸	۷۱
۲۵۹	علیؑ سے جبریت سمیت لینے کے سلسلے میں جو ظلم کیے گئے	۲۵۹	۷۱
۲۶۰	خود خلیفہ عمر کا اقرار کہ علیؑ پر ظلم کیا گیا	۲۶۰	۷۱
۲۶۱	خلیفہ دوم کا اقرار کہ علیؑ شیخین کو کیا سمجھتے تھے	۲۶۱	۷۱
۲۶۲	خطبہ متفقہ کو تحقیق اہلسنت قبول کرتے ہیں	۲۶۲	۷۱
۲۶۳	ابن خشاب کا اعتراف	۲۶۳	۷۱
۲۶۴	سید رضی کی ولادت سے دو سو برس قبل کے مصنفات میں	۲۶۴	۷۱
۲۶۵	اس کا وجود ہے	۲۶۵	۷۱
۲۶۶	شیخ ابوالقاسم لکھی کے مصنفات میں خطبہ متفقہ کا وجود	۲۶۶	۷۱
۲۶۷	ابو جعفر ثقبہ کے مصنفات میں وجود	۲۶۷	۷۱
۲۶۸	کتب قدما میں خطبہ متفقہ کا وجود	۲۶۸	۷۱
۲۶۹	مصنفات ابن بابویہ لکھی میں خطبہ متفقہ کا وجود	۲۶۹	۷۱
۲۷۰	کتاب الفارقات تعلقی میں وجود	۲۷۰	۷۱
۲۷۱	کتب اعظ و زوہر ابو بلال عسکری میں وجود	۲۷۱	۷۱
۲۷۲	قاضی عبد الجبار صاحب المعنی نے قبول کر کے سنوں میں تاویل کیا	۲۷۲	۷۱
۲۷۳	ابو عیوبہ مصور نے اپنی کتاب میں وار کیا	۲۷۳	۷۱
۲۷۴	علاء میدانی نے مجمع الامثال میں اس کا اعتراف کیا	۲۷۴	۷۱
۲۷۵	ابن اثیر جزیری نے اعتراف کیا	۲۷۵	۷۱
۲۷۶	علاء الدولہ السمنانی نے اعتراف کیا	۲۷۶	۷۱
۲۷۷	عبد الدین فیروز آبادی نے اعتراف کیا	۲۷۷	۷۱
۲۷۸	محمد طاهر مجرانی نے اعتراف کیا	۲۷۸	۷۱
۲۷۹	شراب الدین خفاجی کا اعتراف	۲۷۹	۷۱
۲۸۰	تمام شارحین اہلسنت قبول کرتے ہیں کسی نے انکار نہیں کیا	۲۸۰	۷۱
۲۸۱	چوتھا شبہ	۲۸۱	۷۱
۲۸۲	اسلام نے دعوت فکر دی ہے	۲۸۲	۷۱
۲۸۳	فلسفہ فطرت انسانی میں داخل ہے	۲۸۳	۷۱
۲۸۴	اسلام کے پہلے مفکر علیؑ ہیں	۲۸۴	۷۱
۲۸۵	حیران خلیل کی رائے	۲۸۵	۷۱
۲۸۶	اسلام کے سب سے پہلے مفکر علیؑ نے استدلال عقلی سے کام لیا	۲۸۶	۷۱
۲۸۷	بعض مشرکین کا وہ کہ علم کلام عربوں کی زبان میں نہیں	۲۸۷	۷۱
۲۸۸	علم کلام خالص اسلامی ہے جس کی ابتدا خود رسولؐ کے ہاتھ ہوئی	۲۸۸	۷۱
۲۸۹	شیخ البلاغہ کا پہلا خطبہ تنزیہ بارئ کے متعلق ہے وہ حضرت	۲۸۹	۷۱
۲۹۰	علیؑ ہی کا ہے جس کا اقرار و تکرار عمر و بن خطاب کرتے ہیں	۲۹۰	۷۱
۲۹۱	علیؑ بالقطع منطقی تھے اس طرح کی منطق کے محتاج نہ تھے	۲۹۱	۷۱

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۹۱	سید علی ہمدانی نے سائل توحید کو علی انداز میں بیان فرمایا	۳۲۲	دیرالطویل میں
۲۹۲	خلفائے مطہرین قرآن پر نوز و فخر سے روکا جو قرآن کے مطالب	۳۲۳	طویل خطبے بھی ہوا کرتے تھے
۲۹۳	کو کھینچا جاتا تھا اس کو سزا دی جاتی	۳۲۴	رسول صلوات نے طوالاتی خطبے بھی ارشاد کیے
۲۹۴	عبد اللہ کا واقعہ	۳۲۵	سبحان رسول طویل خطبے دینے میں مشہور ہے
۲۹۵	معنی قرآن پڑھنے پر سب سے	۳۲۶	عمر کے طویل خطبے
۲۹۶	عمر کا حکم قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہ کرو	۳۲۷	علی طوالاتی خطبے ارشاد کرنے میں شہرت رکھتے ہیں
۲۹۷	عمر نے حکم کلام کے دروازے کو بند کر دیا	۳۲۸	مقتضائے حال کی بنا پر حضرت علی کے خطبے رسالہ طویل مختصر ہونے پر وکتہ رز کی مبارک کابیان
۲۹۸	عمر نے فہم کرنے کی طرف بلایا	۳۲۹	عبد نامہ مالک شہر بھی مقتضائے حال کی بنا پر طویل ہے
۲۹۹	قرآن ناطق	۳۳۰	یہ عبد نامہ سید رضی کے عہد سے پہلے کے مصنفات میں موجود ہے
۳۰۰	مولانا ابوالکلام آزاد تصدیق کرتے ہیں کہ علی قرآن ناطق ہیں	۳۳۱	عبد نامہ کے مصنفین علی کے زمانے سے ارفع و بلند ہیں ؟
۳۰۱	سرزمین عراق علی کے مقاصد کے لیے بہترین جگہ تھی	۳۳۲	اس اعتراض کا شیخ عبد اللہ حلالی کی طرف سے جواب
۳۰۲	کوئٹہ تہذیب و تمدن قوموں کا محل اجتماع تھا	۳۳۳	خلفاء و تلامذہ کے دور میں امور سلطنت کی کامل نظم نہیں ہو سکی
۳۰۳	کوفہ کے قریبی بندر گاہ میں چین و ہند کے جہاز لنگر ڈالتے تھے	۳۳۴	علی نے مختلف انداز کی حکومتوں کو دیکھا اور اس کی خامیوں اور خرابیوں پر مطلع ہوئے
۳۰۴	علی کو کوفہ کی طرف سے حکمت و فضل خطاب عطا کیا گیا	۳۳۵	عبد حضرت کے سطح فکر سے بلند ہونے کا اعتراف صحیح نہیں
۳۰۵	علی کے کلام میں بغیر اندہ شان بانی جاتی ہے	۳۳۶	علی محتاج تعلیم نہیں آپ میں خدا داد وہی صلاحیت انتظام سلطنت کی تھی
۳۰۶	آپ ہی علم اول ہیں اور امام کہلاتے کے سب سے زیادہ اہل حق	۳۳۷	علی و اسلام نے آپ کے قصدا کو جمع کیا ہے
۳۰۷	علم اسلام میں سب سے پہلے علی ہیں جو علم حکمت و فلسفہ ہیں	۳۳۸	آپ گذشتہ حکومتوں خرابیوں سے اچھی طرح واقف تھے
۳۰۸	علماء اسلام علی ہی کے شاگرد ہیں اور آپ ہی علم اسلامی کے امام ہیں	۳۳۹	پیغمبر اسلام شائع اسلام ہیں اور علی اول مفسرین اسلام ہیں
۳۰۹	تمام مکملین اسلام علی کے شاگرد ہیں	۳۴۰	عبد نامہ مالک شہر میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے
۳۱۰	جین وقت عالم اسلام میں علم کا فقدان تھا علی اس کی اشاعت کرتے تھے	۳۴۱	عبد نامہ کی ربک تحریر علی ہی کے اسلوب و طرز پر ہے
۳۱۱	بقول عقاد مصری حضرت کے انکار و علوم و نبی البلاغہ کے ذریعہ جو	۳۴۲	طرز تحریر و انداز بیان خود بتلا نامہ ہے کہ یہ علی کا کلام ہے
۳۱۲	بچہ ہم آپ کو بچاؤ بہت کافی ہے	۳۴۳	صاحب الامام علامہ مصطفیٰ بک نجیب حنفی مصری اس عہد کے
۳۱۳	استاد عقاد کا اقرار کہ نبی البلاغہ کے خطبوں سے جس میں مسائل	۳۴۴	کو حضرت ہی کا کلام سمجھتے ہیں
۳۱۴	دیکھتے ہیں ان سے کوئی تحقیق انکار نہیں کر سکتا	۳۴۵	علی کا پیام و کلام مسلمانوں کو ابوج کمال تک پہنچا سکتا ہے
۳۱۵	خدا کے متعلق اسلامی نظریہ کی سب سے اعلیٰ مثال علی کا خطبہ ہے	۳۴۶	یہ عبد نامہ عالم اسلام میں سب سے پہلا دستور و قانون ہے
۳۱۶	مسلمانان ہندوستان کے دلوں میں شکوک تھے جن کو علی نے اپنی	۳۴۷	استاد ابو النصر اور استاد احمد الزیات کے نزدیک آپ کا کلام اور
۳۱۷	تقریروں و خطبوں سے دور کیا	۳۴۸	عبد نامہ سنجہ میں
۳۱۸	جہانوں کے اوصاف میں وقت نظر سے کام لینا	۳۴۹	علامہ احمد اسمعی مصری عبد نامہ کو قبول کرتے ہیں
۳۱۹	چھوٹے بچے بھی ذکر و احسان میں وقت نظر سے کام لیتے ہیں	۳۵۰	سبحی ابا و علما بھی عبد نامہ کا اعتراف کرتے ہیں
۳۲۰	علی متوجہانوں و دہندوں کی ولیا تک سمجھتے تھے	۳۵۱	عبد المسیح الفلاکی کا اعتراف
۳۲۱	علی اگر ذوق انظری سے کام لیں تو حیرت نہ کرنا چاہیے	۳۵۲	علما نے انہیں سمجھوں نے عبد نامہ کی مستقل شرح کی
۳۲۲	علی نے طوالت کو کہاں دیکھا	۳۵۳	تدبیر مملکت و سیاست کے متعلق حضرت کی دوسری تحریریں
۳۲۳	کوفہ میں دنیا جہان کی چیزیں آتی تھیں		
۳۲۴	طاووس پرست		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴۹	رق کس کو کہتے تھے	۳۵۴	عبد نامہ مالک شہر کی طرح حضرت نے ایک تحریر عبد بن ابی بکر کے
۳۵۰	اہم تحریریں اور دستاویزاتی پر لکھی جاتی تھیں	۳۵۵	یہ بھی تحریر فرمائی
۳۵۱	تہرق کو کہتے تھے	۳۵۶	عبد عبد بن ابی بکر کو معاویہ نے حاصل کر لیا تھا
۳۵۲	قرطاس کو رسول صلوات نے مرض الموت میں طلب فرمایا تھا	۳۵۷	معاویہ نے امیر المومنین کے حکیمانہ کلام کو ابو بکر کی طرف منسوب کرنا چاہا
۳۵۳	حدیث قرطاس	۳۵۸	رسالہ المقتطف کا قریب ۵۵۵۵ کے بعد عبد نامہ مالک شہر میں اضافہ ہوا
۳۵۴	قرطاس یا کاغذ عرب میں عموماً پایا جاتا تھا	۳۵۹	سلطان بازید ثانی سے تقریباً ساڑھے چار سو برس پہلے نبی المکمل کی تدوین ہوئی جس کے تمام نسخوں میں عبد نامہ موجود ہے
۳۵۵	قصائد بدیعہ لکھے گئے	۳۶۰	۵۵۵۵ کا محفوظ نسخہ
۳۵۶	حضرت عبد المطلب کی تحریر	۳۶۱	شہر مدینہ میں باقوت مستصحب کا لکھا ہوا نسخہ البلاغہ جس کی کتابت
۳۵۷	صحیفہ الطعون و معایہ مشہور	۳۶۲	۵۵۵۵ کے بعد کی ہے
۳۵۸	صحیفہ نامہ حدیث بدیعہ	۳۶۳	کتب خانہ ناصر الملک میں ۵۵۵۵ کا محفوظ
۳۵۹	رسول اللہ کے خطوط و عبادے	۳۶۴	کتب خانہ ممتاز العلماء میں ۵۵۵۵ کا محفوظ
۳۶۰	کتابت قرآن بہند ابو بکر	۳۶۵	لشیں لاہور میں تقریباً ۵۵۵۵ کا محفوظ
۳۶۱	حضرت علی نے رسول اللہ کے عہد میں ایک کتابت فرمائی	۳۶۶	طہران میں ۵۵۵۵ کا محفوظ
۳۶۲	خلفائے ثلاثہ کے عہد میں بکثرت صحابہ پیغمبر نے کتابت قرآن	۳۶۷	علامہ ابو یوسف یعقوب کے اشعار متضمن برجیج اسبلانہ
۳۶۳	صحیف عثمانی کی سات نقلیں تھیں	۳۶۸	ابیات استاد ابو بکر حسن بن یعقوب متضمن برجیج اسبلانہ
۳۶۴	جنگ صفین میں پانچ سو کی تعداد میں قرآن نیز پیر و عباد کے لکھ کر	۳۶۹	۵۵۵۵ سے پہلے کی جو تحریریں ہیں ان میں عبد نامہ شہر
۳۶۵	بلند کیے گئے	۳۷۰	موجود ہے
۳۶۶	کوفہ میں دنیا جہان کی چیزیں آتی تھیں اور وہ مرکز تجارت تھا	۳۷۱	سید رضی سے پہلے کے مصنفات میں عبد نامہ کا وجود
۳۶۷	مصاحف عثمانی جو امام کہلاتے ہیں ان کا تذکرہ	۳۷۲	سلطان بازید دوم کا نسخہ عبد نامہ اصل عبد نامہ کا خلاصہ ہے
۳۶۸	کوفہ کے قریب حیرہ میں چین و ہندوستان کے جہاز لنگر ڈالتے تھے	۳۷۳	جس کو کسی صوفی نے کیا ہے
۳۶۹	علی کے عہد میں کاغذ کا قوط نہ تھا	۳۷۴	سلطان بازید ایک مشہور صوفی کا مرید تھا
۳۷۰	دیوان کی تالیف جو خلیفہ دوم نے کی تھی اس کے لیے کاغذ کہاں سے	۳۷۵	نسخہ سلطان ان کے پیر کا عطیہ تھا
۳۷۱	کاغذ کم خرچ کرنے کے لیے امیر المومنین کا ایک اقتصادی حکم	۳۷۶	خاصی صاحب کو ایک شہرہ
۳۷۲	کتابت قرآن کے متعلق علی کا ایک خاص حکم	۳۷۷	موجودہ مصحف اور چند قدیمی اوراق قرآن کے مندرجات میں مثلاً
۳۷۳	پانچواں شہرہ اور اس کا جواب	۳۷۸	خدا بخش لاہور کی کے خطوط قرآن میں دو سوروں کا اضافہ
۳۷۴	نصوف فلسفہ نہیں ہے	۳۷۹	خلوصی صاحب کا ایک ضمنی شہرہ کہ علی کے عہد میں کاغذ کا وجود نہ تھا
۳۷۵	حقیقت نصوف	۳۸۰	اس شہرہ کا جواب
۳۷۶	نصوف کی تعریف جنید بغدادی کی زبانی	۳۸۱	نزول قرآن کے وقت ایسی چیزیں ہجو تھیں جس پر لکھا کرتے تھے
۳۷۷	جنید بغدادی کے نزدیک نصوف کی حقیقت	۳۸۲	قرطاس کا وجود قرآن سے ثابت ہے
۳۷۸	ابو بکر شبلی نصوف کے کہتے ہیں	۳۸۳	قرطاس کس کو کہتے ہیں ؟
۳۷۹	شبلی و ذوالنون صری کے نزدیک صوفی کی تعریف	۳۸۴	ایسی مختلف چیزیں جو لکھنے کے کام میں آتی تھیں، عسب،
۳۸۰	امام جعفر صادق علیہ السلام کس کو صوفی بتلاتے ہیں	۳۸۵	خفہ، کتف، ارق، مہرق،
۳۸۱	تمام صوفیا حضرت علی کو اپنا مرشد اول سمجھتے ہیں		
۳۸۲	مصاد و نصوف خالص اسلامی ہے		
۳۸۳	حجرت اور علی		

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۱۳	علی کا تعلق ذات خدا سے	۲۳۵	۱۳۰	ناموس فیروز آبادی	۲۴۵۲
۱۱۳	علی کی ذات سے عناوین تصوف کی تطبیق	۲۳۶	۱۳۰	لسان العرب ابن منظور لغوی	۲۸۱۲
۱۱۳	اعمال قلب یا جمال باطن کا تعلق علی کی ذات سے	۲۳۷	۱۳۰	تکلیفات ابوالقاسم الکھوی	۲۸۱۳
۱۱۴	طبقات صوفیاء میں علی کا مرتبہ	۲۳۸	۱۳۱	ابن فارس لغوی کے نزدیک لفظ ازل زیادہ مشہور نہیں	۲۸۲۳
۱۱۴	علی اور اولاد علی نے مسائل تصوف پر گفتگو فرمائی ہے	۲۳۹	۱۳۱	لفظ کیفیتہ و کیفہ بھی کتب لغات میں موجود ہے	۲۸۲۳
۱۱۴	تصوف و شریعت و اخلاق کے علوم میں حضرت علی صابر الہی ہیں	۲۴۰	۱۳۱	مصباح المنیر الفیومی و قاموس فیروز آبادی	۲۸۳۳
۱۱۴	علی کو اس تصوف سے لگاؤ نہیں جس کو صوفیاء شوم نے ظاہر کیا	۲۴۱	۱۳۱	لسان العرب	۲۸۵۲
۱۱۵	شیخ ابیہ خدا و اجزاء غیبیہ	۲۴۲	۱۳۱	استاد محمد عبدہ مصری الفاظ شیخ ابیہ کو کتب لغت کے	۲۸۶۲
۱۱۵	قرآن کی گواہی کہ خدا نے اپنے رسول کو غیب پر مطلع کیا	۲۴۳	۱۳۱	مقالہ میں بحث قرار دیتے ہیں	۲۸۶۲
۱۱۵	رسول اسلام نے قیامت تک کی ہونے والی تمام باتوں کی خبر دی	۲۴۴	۱۳۱	شیخ ابیہ لغت میں لفظ معلول کا استعمال لغوی اعتبار سے صحیح	۲۸۶۲
۱۱۵	رسول کے تلمذ ہونے اخبار غیب کو صحاب نے بھلا دیا	۲۴۵	۱۳۲	بولیے	۲۸۶۲
۱۱۵	لیکن بعض نے یاد رکھا	۲۴۶	۱۳۲	بطور مجاز لفظ علت سبب کے معنوں میں	۲۸۶۲
۱۱۵	صحاب رسول میں علم وہ ہے جس نے اخبار غیب کو یاد رکھا	۲۴۷	۱۳۲	علت بمعنی سبب حقیقی معنوں میں	۲۸۶۲
۱۱۵	ایک سوستر احادیث رسول ایسی ہیں جن میں فنون و ملائم و	۲۴۸	۱۳۲	علامہ قرانی و علامہ ابن منظور صاحب لسان العرب علت کو	۲۸۶۲
۱۱۶	آقا قیامت کی پیشین گوئیاں ہیں	۲۴۹	۱۳۳	بمعنی سبب بتلاتے ہیں	۲۸۶۲
۱۱۶	قیامت تک ہونے والے فنون کا علم حدیثہ کو تھا	۲۵۰	۱۳۳	حدیث عائشہ میں علت بمعنی سبب	۲۹۱۲
۱۱۶	اہلبیت رسول و امیر المؤمنین علی کو علم لائق تھا	۲۵۱	۱۳۳	فرضی ادبی اعلاط کا دعویٰ	۲۹۲۲
۱۱۶	علی قطب زمانہ تھے آپ پر عالم غیب کا انکشاف تھا اور	۲۵۲	۱۳۳	اعتراف اول اور اس کا جواب	۲۹۳۲
۱۱۶	علوم باطن پر قدرت تھی	۲۵۳	۱۳۳	اس ایراد کے سلسلہ میں خصوصی کی پہلی غلطی	۲۹۴۲
۱۱۶	علی قائل ملوثی تھے	۲۵۴	۱۳۳	اختلاف نسخ	۲۹۵۲
۱۱۶	علمائے اہلبیت کا اقرار کہ علی نے غیب کی خبر دی	۲۵۵	۱۳۴	اس محل پر کا کا استعمال بعض نسخوں میں "ان" کے ہے	۲۹۶۲
۱۱۶	ابن خلدون مغربی کا اقرار کہ اہلبیت صاحب کشف و کرامت ہیں	۲۵۶	۱۳۴	نویسین نے نزدیک کا کی خبر پر ان کا استعمال جائز ہے	۲۹۷۲
۱۱۶	اہلبیت طہم الغیب ہیں	۲۵۷	۱۳۴	شرح مانع عامل عبد القادر جرجانی	۲۹۸۲
۱۱۶	امت محمدیہ میں صاحب کشف و الہام ہونا	۲۵۸	۱۳۴	استشہاد از شعر عرب	۲۹۹۲
۱۱۸	تذکرہ کائنات رسول میں ہونا	۲۵۹	۱۳۴	شرح الغیۃ و دیگر کتب نحویہ	۵۰۰۲
۱۱۸	چھٹا مشہور	۲۶۰	۱۳۴	دوسری مثال از شعر عرب	۵۰۱۲
۱۱۹	جواب مشہور ششم	۲۶۱	۱۳۴	حدائق اللہ یہ صدر الدین مہدی	۵۰۲۲
۱۱۹	محاسن لفظی و طبع کا وجود قرآن میں	۲۶۲	۱۳۴	شرح ابن عقیل تیسری مثال از شعر عرب	۵۰۳۲
۱۱۹	قبل زمانہ تدوین کے محاسن لفظی کا وجود تھا	۲۶۳	۱۳۵	کافیہ ابن حاجب انھو میر	۵۰۴۲
۱۱۹	جاہلیت و صدر اول کے کلام میں محاسن کلام و طبع کا وجود	۲۶۴	۱۳۵	جس میں طریقہ سے قواعد نحویر کے ماتحت "کا" کا استعمال	۵۰۵۲
۱۱۹	زمانہ جاہلیت کے اکثر خطبہ سیمون ہیں	۲۶۵	۱۳۵	صحیح ہے حضرت نے استعمال فرمایا	۵۰۶۲
۱۱۹	بعض بلاغت جاہلیت کی انشئت میں ہے	۲۶۶	۱۳۵	کلام رسول و کتب احادیث اہلبیت میں استعمال	۵۰۷۲
۱۲۰	قرآن میں بھی کا ہونا	۲۶۷	۱۳۵	حدیث رسول میں کا کا ساتھ ان کا استعمال	۵۰۸۲
۱۲۰	احادیث پیغمبر میں بھی کا ہونا	۲۶۸	۱۳۵	کنوز اللغاتی منادوی	۵۰۹۲
۱۲۰	خلفائے کلام میں بھی کا ہونا	۲۶۹	۱۳۵	صحیح بخاری کے رو سے عمر کے قول میں استعمال	۵۱۰۲

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۳۵	بخاری نے عمر کے اس استعمال کو دوسری جگہ پھر نقل فرمایا	۵۱۰	۱۳۵	بخاری میں تیسری جگہ استعمال	۵۱۱
۱۳۵	چوتھی جگہ استعمال	۵۱۲	۱۳۵	بخاری میں پانچویں جگہ استعمال	۵۱۳
۱۳۶	مجمع بخارا لوار	۵۱۴	۱۳۶	شیخ ابیہ لغت کی تائید میں بخاری کے اختلاف نسخ کی مثال	۵۱۵
۱۳۶	بخاری میں چھٹی جگہ استعمال	۵۱۶	۱۳۶	صحیح مسلم میں متعدد جگہ استعمال	۵۱۷
۱۳۶	شیخ صحیح مسلم علامہ نووی کا اقرار کہ کا کا ساتھ ان کا استعمال	۵۱۸	۱۳۶	جائز ہے	۵۱۹
۱۳۶	شیخ مسلم علامہ نووی کا اقرار کہ "کا" کے ساتھ "ان" کا	۵۱۹	۱۳۶	استعمال جائز ہے	۵۲۰
۱۳۶	مشکوۃ المصابیح میں استعمال	۵۲۰	۱۳۶	مشکوۃ کی دوسری مثال	۵۲۱
۱۳۶	مجمع بخارا لوار میں متعدد جگہ استعمال	۵۲۲	۱۳۶	کتاب النہایہ ابن اثیر میں متعدد جگہ استعمال	۵۲۳
۱۳۶	قول ابن حنفیہ	۵۲۴	۱۳۶	کتاب دین الیقین میں "کا" کے ساتھ "ان" کا استعمال	۵۲۵
۱۳۶	شرح درو الخواص خفایہ میں ابن عجاج شاعر کا سوال	۵۲۶	۱۳۶	بیغیر نے استعمال کیا	۵۲۷
۱۳۸	ذی الرمد شاعر مشہور نے استعمال کیا	۵۲۸	۱۳۶	جوہر الادب و خلیفہ معتمد عباسی کا استعمال کرنا	۵۲۹
۱۳۸	کتاب الامانہ والیات میں ابن قتیبہ نے استعمال کیا	۵۳۰	۱۳۸	کتاب الشفایہ حکیم بوعلی سینا نے استعمال کیا	۵۳۱
۱۳۸	اعتراف دوم و جواب	۵۳۲	۱۳۸	ضائر کے ساتھ حرف جر کا استعمال جائز ہے	۵۳۳
۱۳۸	حتمی کے ساتھ حرف جر کا استعمال	۵۳۴	۱۳۸	"و" کے ساتھ استعمال	۵۳۵
۱۳۸	"و" کے ساتھ استعمال	۵۳۶	۱۳۸	ضمیر مخاطب کے ساتھ حرف جر کا استعمال جائز ہے	۵۳۷
۱۳۹	علماء نحو "و" کا استعمال، کو صحیح بتلاتے ہیں	۵۳۸	۱۳۹	"ما انا کانت" و "لست کانت" استعمال ضمیر مخاطب	۵۳۹
۱۳۹	اعتراف سوم و جواب	۵۴۰	۱۳۹	حرف جر کا استعمال "المتقی" کے ساتھ صحیح ہے	۵۴۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون
۱۵۶	ابن ابی احمد بن ابی امیر المومنین، اور دوسرے ادباء صابی وغیرہ کے کلام کو پرکھنے کا ایک معیار تیار کیا ہے	۶۱۰	۱۵۵	احمد زکی صفوت کا بیان کہ سید حسنی کی طرف اجمال کی نسبت دینا اہتمام ہے
۱۵۷	امیر المومنین کا کلام ان عیوب کے پاک ہے جو طبقہ اول کے ادباء و شعرا میں پائے جاتے ہیں	۶۱۱	۱۵۵	سید حسنی کی ذات اس سے بلند ہے کہ ان کی طرف وضع کی نسبت دی جاوے
۱۵۷	علی کا انداز بیان اور طرز و اسلوب قرآن کے لگ بھگ ہے	۶۱۲	۱۵۵	سید حسنی اگر نفع البلاغہ کو غلط فہم کرے تو حکومت کی طرف سے مستوجب عقاب ہوتے ہیں جو حضرت طوسی سے باز پرس ہوئی
۱۵۷	علامہ محمد علی الدین عبد الحمید ازہری اور استاد فواد افرام بیرونی مشککین کے شہادت کو رو کرتے ہیں	۶۱۳	۱۵۵	نفع البلاغہ اگر حسنی کا جمل ہوتا تو ان کو سزا ملتی
۱۵۹	پہلے شبہ کا جواب	۶۱۳	۱۵۵	ابو اسحق الصابی و نفع البلاغہ
۱۶۰	دوسرے تیسرے، چوتھے شہادت کا جواب	۶۱۴	۱۵۶	نفع البلاغہ تالی قرآن ہے
۱۶۰	استاد فواد افرام بتائی گئی کی مدلل تقریر اس امر کے ثبوت میں کہ نفع البلاغہ حضرت علی کا کلام ہے	۶۱۵	۱۵۶	ابو اسحق تعصب صابی المذہب تھا
۱۶۱			۱۵۶	صابی کے تعلقات حسنی خلفاء سے بہت گہرے تھے
۱۶۱			۱۵۶	صابی کا کلام نفع البلاغہ کے مقابلہ میں بہت ہے

★ 786 ★
 ROSHAN ALI. A. ASARIYA.
 Cuchi Street No-3
 Jafri Manzil Room No 10
 KARACHI No-2, Pakistan

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۷۲	اعتراف چہارم و جواب	۱۴۰	۵۷۱	اگر اس خطبہ کو بعد مراجعت صفین سے بھی متعلق کیا جاوے تو	
۵۷۳	متکلف کے معنی میں نہ ہی مفہوم کا پایا جانا ضروری نہیں ہے	۱۴۰		معنوں میں کوئی خرابی نہ ہوگی	
۵۷۴	متکلف و عاکف کے معنی لغوی	۱۴۱	۵۷۲	اعتراف دوم و جواب	
۵۷۵	صالح جوہری، مصباح منیر، اسرار البلاغہ، قاموس	۱۴۱	۵۷۳	خلوصی کی عیاری	
۵۷۶	ذات حدیث میں متکلف و عاکف کے معنی	۱۴۱	۵۷۴	وہ خطبہ جس میں لفظ "انا" کی تکرار ہے وہ نجی اہل بیت میں ہے	
۵۷۷	سفر و ات راجع	۱۴۲	۵۷۵	اس خطبہ کو اجلہ علماء اہل سنت نے نقل کیا ہے	
۵۷۸	عاکف و متکلف شرعی معنی کے اعتبار سے دونوں میں	۱۴۲	۵۷۶	یہ خطبہ کتب معتبرہ شیعہ میں نہیں پایا جاتا	
۵۷۹	ہنا یہ ابن اثیر	۱۴۲	۵۷۷	علی نے آئندہ ہونے والی باتوں کو بتلایا ہے	
۵۸۰	احکامات و مختلف شرعی معنیوں سے بہت کر لغوی معنیوں		۵۷۸	مسلمانوں کا خدا خود اپنی حمد و ثناء بہت کرنا ہے	
۵۸۱	کلام پیغمبر میں ایسا استعمال موجود ہے	۱۴۲	۵۷۹	دکتور زکی مبارک یہ الزام نہیں دیتے کہ علیؑ خود شائی کرتے ہیں	
۵۸۲	دوسری مثال	۱۴۲	۵۸۰	علیؑ نے بضرورت اپنے فضائل ارشاد کیے	
۵۸۳	قرآن میں متکلف نہیں بلکہ عاکف کا لفظ موجود ہے	۱۴۲	۵۸۱	بشمار علیؑ کے اس کے خلاف اتہائی دلیل پر و پگینہ کیا گیا تھا	
۵۸۴	احادیث میں متکلف استعمال ہوا ہے	۱۴۲	۵۸۲	اعتراف یازدہم و جواب	
۵۸۵	عاکف و متکلف مراد لغوی و مصطلح شرع ہونے کے	۱۴۲	۵۸۳	خلوصی کی ایک اور عیاری	
۵۸۷	باوجود مفہوم شرع سے بہت کر بھی مستعمل ہوا ہے	۱۴۳	۵۸۴	الفاظ احادیث صحاح میں اختلاف ہے لیکن وہ قافح نہیں	
۵۸۹	اعتراف چہارم و جواب	۱۴۳	۵۸۵	خلوصی کا ایراد اس خطبہ پر ہے جو بغیر الف کے ہے اور نجی اہل بیت	
۵۹۱	دوسرا مسئلہ کا استعمال لغوی اعتبار سے صحیح ہے	۱۴۳		میں وہ نہیں ہے	
۵۹۲	علیؑ نے اپنے اس کلام میں علم ہونے کی جدید تحقیقات پر روشنی ڈالی ہے	۱۴۳	۵۸۶	مجلسی نے اسی خطبے کے اختلاف الفاظ کا ذکر کیا ہے	
۵۹۳	اعتراف چہارم و جواب	۱۴۳	۵۸۷	ابن ابی احمد نے اس نجی البلاغہ میں منافیہ نہیں کیا	
۵۹۴	دوسرا مسئلہ کا لفظ صحیح ہے اور محاورات عرب میں موجود ہے	۱۴۳	۵۸۸	ابن ابی احمد نے بہت سے تاریخی و ادبی امور کو اپنی شرح میں	
۵۹۵	علیؑ نے اپنے اس کلام میں علم ہونے کی جدید تحقیقات پر روشنی ڈالی ہے	۱۴۴		درج کیا ہے بخلاف ان کے حضرت کا بغیر الف والا خطبہ بھی ہے	
۵۹۶	اعتراف چہارم و جواب	۱۴۴	۵۸۹	بشر الف کے خطبہ کو اجلہ علماء اہل سنت نے نقل کیا ہے	
۵۹۷	دوسرا مسئلہ کا لفظ صحیح ہے اور محاورات عرب میں موجود ہے	۱۴۴	۵۹۰	اعتراف دوازدہم و جواب	
۵۹۸	علیؑ نے اپنے اس کلام میں علم ہونے کی جدید تحقیقات پر روشنی ڈالی ہے	۱۴۴	۵۹۱	خلوصی کے دروغ بے فروغ کی حقیقت	
۵۹۹	اعتراف چہارم و جواب	۱۴۴	۵۹۲	بکدشی ایڈیشن میں صحیح کتاب نجی الدین خیاط کی غلط بیانی	
۶۰۱	دوسرا مسئلہ کا لفظ صحیح ہے اور محاورات عرب میں موجود ہے	۱۴۵	۵۹۳	یہ الزام صریح بہتان و کذب محض ہے	
۶۰۲	علیؑ نے اپنے اس کلام میں علم ہونے کی جدید تحقیقات پر روشنی ڈالی ہے	۱۴۵	۵۹۴	شرح ابن ابی احمد میں یہ سب خطبے بغیر کسی کمی و بیشی کے	
۶۰۳	اعتراف چہارم و جواب	۱۴۵		موجود ہیں	
۶۰۴	دوسرا مسئلہ کا لفظ صحیح ہے اور محاورات عرب میں موجود ہے	۱۴۵	۵۹۵	شرح ابن میثم اور حلقہ غلطیات نجی میں موجود ہیں	
۶۰۵	علیؑ نے اپنے اس کلام میں علم ہونے کی جدید تحقیقات پر روشنی ڈالی ہے	۱۴۶	۵۹۶	اعتراف سیزدہم و خلوصی کے مفادات کا نتیجہ اور اس کا جواب	
۶۰۷	اعتراف چہارم و جواب	۱۴۶	۵۹۷	نجی البلاغہ کا ایک مخصوص اسلوب طرز ہے جو سب کے الگ ہے	
۶۰۹	دوسرا مسئلہ کا لفظ صحیح ہے اور محاورات عرب میں موجود ہے	۱۴۶	۵۹۸	ابن خشاب عالم اہل سنت کا اقرار کہ سید رضی کے کلام کو نجی البلاغہ	
۶۱۱	علیؑ نے اپنے اس کلام میں علم ہونے کی جدید تحقیقات پر روشنی ڈالی ہے	۱۴۷		کے کلام سے کیا ثابت	
۶۱۳	اعتراف چہارم و جواب	۱۴۷	۵۹۹	علامہ ابن ابی احمد کی دلائل و جہر میں تقریران لوگوں کی رد میں	
۶۱۵	دوسرا مسئلہ کا لفظ صحیح ہے اور محاورات عرب میں موجود ہے	۱۴۷		جو نجی البلاغہ کو سید رضی یا کسی غیر کا کلام سمجھتے ہیں	
۶۱۷	علیؑ نے اپنے اس کلام میں علم ہونے کی جدید تحقیقات پر روشنی ڈالی ہے	۱۴۸			

فہرست کتب جن کا حوالہ اس کتاب میں دیا گیا ہے

نام کتاب	نام مولف	تقریب	نام کتاب	نام مولف	تقریب
ابجد الشیخ (اصل)	سلیم بن قیس البہالی	مصر	الشیخ	عباس بن محمد العقاد	مصر
ابجد العلوم	قواب صلیح حسن خان	ہند	الامالی	شیخ حر علی	مصر
ابن الرومی	دکتر محمد فروغ	بیروت	اجہات المؤمنین اخوات الشہداء	داؤد کاکینی	مصر
انجات الاکار بانوار الدفاتر	قاضی محمد علی شاہ کانی	ہند	انوار النعمانیہ	نعمت اللہ جزائری	مصر
انکشاف فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی	مصر	اوضح المسالک الی الفیہ ابن کاک	جلال الدین سیوطی	مصر
انوار الشیخ	عبد العزیز جواہری	ایران	بحار الانوار	محمد باقر مجلسی	ایران
اشبات الوصیۃ	علی بن حسین سعودی	عراق	بہجۃ الرضیۃ شرح الفیۃ	جلال الدین سیوطی	مصر
اخبار الحكماء	علی بن یوسف قفطی	مصر	بیان والتیین	ابو عثمان محمد جاحظ	مصر
اخبار الطوال	احمد بن داؤد ابو حنیفہ دیوری	مصر	تلخیص الاصول فی احادیث الرسول	منصور علی ناصف	مصر
ادب الساجد	حسن مندوی	مصر	تاریخ ابن خلدون	عبد الرحمن بن محمد حفصی مغربی	مصر
ادب الصغیر	ابن مقفع	مصر	تاریخ ابن السامی	علی بن نجیب ابن ساعی بغدادی	مصر
ادب الکاتب	ابن قتیبہ دیوری	مصر	تاریخ التمدن الاسلامی	جرجی زیدان مصری	مصر
ارشاد القاصد	محمد بن ابراہیم بن سعد سجاری	بیروت	تاریخ جوہر الصقلی	علی ابراہیم حسن	مصر
الرجح الزہر	شیخ مصطفیٰ غلامی	مصر	تاریخ احسن نقد و تحمیل	شیخ عبد اللہ علائی	مصر
الزکاة الخفا	شاہ ولی اللہ دہلوی	ہند	تاریخ خلفاء	جلال الدین سیوطی	مصر
اساس البلاغہ	جواد اللہ زعفرانی	ہند	تاریخ الادب العربی	احمد حسن زیات	مصر
اسرار آت اسلام	سراج علی لکنی	لندن	تاریخ الادب اللغۃ العربیہ	جرجی زیدان	مصر
استیعاب فی معرفۃ الاصحاب	یوسف ابن عبد البر قرطبی	مصر	تاریخ ادبیات ایران (تاریخ ہندی)	پروفیسر براؤن انگریزی	لندن
استغاثہ	علی بن احمد علوی کوئی	عراق	تاریخ دمشق	علی بن حسن ابن عساکر دمشق	مصر
اسد الغابہ	علی بن محمد ابن اثیر جزیری	مصر	تاریخ الرسل والملوک	محمد بن جریر الطبری	مصر
اسلامک ریویو نمبر ۳۸			تاریخ الفخری	محمد بن علی طباطبائی طحطاقی	مصر
اسنی الطالب فی نجات الی طالب	احمد زینی دحلان	مصر	تاریخ الکامل	علی بن محمد ابن اثیر جزیری	مصر
اشترک المذہبات	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	ہند	تاریخ یعقوبی	ابن واضح یعقوبی	مصر
اصحاب فی معرفۃ الصحابہ	احمد بن علی ابن جریر عسقلانی	مصر	تجارب الامم	احمد بن محمد ابن سکویہ	مصر
الانصار والایجاز	عبد الملک نعالمی	منظوط	تجلیات روح ایرانی	کاظم زادہ ایران شہر	ایران
الاعلام	خیر الدین زکری	مصر	تحف العقول عن آل الرسول	حسن بن علی ابن شعبہ حلبی	مصر
امیان البیان	حسن مندوی	مصر	تدریب الراوی	جلال الدین سیوطی	مصر
امیان الشیخہ	حسن الدین عالمی	دہلی	تذکرۃ الخفا	محمد بن احمد ذہبی	ہند
اقرب المراد			تذکرۃ خواص الامہ	یوسف بن قزغلی سبط ابن جوزی	ایران
الفتاویٰ کلمات امیر المؤمنین	عبد القادر ابن ابی احمد	مصر	ترجمہ علی ابن ابی طالب	احمد زکی صفوت	مصر

نام کتاب	نام مولف	تقریب	نام کتاب	نام مولف	تقریب
ترجمہ و شرح پنج المسالک	علی نقی فیض الاسلام قمی	ایران	دائرة المعارف الاسلامیہ	دائرة المعارف لقرن الرابع عشر	مصر
التصنیف فی الاسلام	دکتر محمد فروغ	بیروت	دائرة المعارف لقرن الرابع عشر	فرید و جیدی	مصر
تفسیر ابن سعید	ابو سعید بن محمد عسقلانی	مصر	در المنظر	جلال الدین سیوطی	مصر
تفسیر ابن کثیر	علاء الدین علی بن محمد خازن	مصر	درہ البیہ	محمد بن طلحہ قرشی شافعی	مصر
تفسیر خازن	فخر الدین رازی	مصر	درہ البیہ	عبد اللہ بن المقفع	مصر
تفسیر کبیر	محمد بن عسجد جواد زعفرانی	مصر	درہ البیہ	محمد بن سارہ قطعی شافعی	مصر
تفسیر کثات	احمد بن علی ابن جریر عسقلانی	ہند	ذخیرۃ المال فی شرح عقد جواہر اللال	احمد بن عبد اللہ نجیب طبری	مصر
تقریب التہذیب	علی بن حسین سعودی	مصر	ذیل الذیل من تاریخ الصحابہ والتابعین	محمد بن جریر طبری	مصر
تبہہ والاشرات	شہاب الدین احمد	منظوط	الرأی والرعیۃ	توفیق الفکیکی	عراق
توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل	عبد الرؤف منادی	مصر	رسالة العقلیہ	محمد غزالی	منظوط
تیسیر الوصول شرح جامع الصغیر	یوسف بن عبد البر قرطبی	مصر	رسالة الغفران	ابو العلاء المعری	مصر
جامع بیان العلم	محمد بن اسماعیل بخاری	مصر	رسائل شری	شبلی نعمانی	ہند
جامع الصحیح	محمد بن عیسیٰ حکیم ترمذی	ہند	رضی شرح کافیہ	محمد بن حسن استرآبادی	ایران
جامع الصحیح	ابو داؤد سجستانی	ہند	روضات الجنات	محمد باقر خوانساری	ایران
جامع الصحیح	سلم بن صحاح قشیری	ہند	ایض النفرۃ فی فضائل العشرہ	احمد بن عبد اللہ نجیب طبری	مصر
جامع الصحیح	جلال الدین سیوطی	مصر	زبدۃ الحقائق	مولی میر تقی جیلانی	منظوط
جامع الجوامع	احمد بن ابی بک	مصر	زندگانی علی ابن ابی طالب (ترجمہ)	ابونصر	ایران
جواہر الادب	علی بن احمد سمودی	منظوط	زین الفقی شرح سورہ ہل ائی	احمد بن محمد عاصمی	منظوط
جواہر العقیدین	شیخ محمد حنفی	"	سفینۃ البحار	شیخ عباس قمی	ایران
حاشیہ شرح العزیزی	علامہ قزاقی	مصر	سنن الکبیر	ابو یوسف احمد یحییٰ	مصر
حاشیہ قاسوس	قطب الدین کیدری	منظوط	سیرت ابن ہشام	عبد الملک ابن ہشام	مصر
حدائق الحقائق	صدر الدین مدنی	ہند	سیرت عمر بن الخطاب	ابوالفرج عبد الرحمن ابن جوزی	مصر
حدائق الندیۃ شرح فوائد صمدیہ	ابو حیان توحیدی	مصر	شرح ابن عقیل علی التفسیر ابن کاک	ابن عقیل	بیروت
حدیث المیقۃ	حافظ ابو نعیم ہمنانی	مصر	شرح تخرید	علاء الدین علی قوشچی	ایران
حلیۃ الاولیاء	مصطفیٰ بک نجیب	مصر	شرح تہذیب الکلام	علاء الدین یعقوب لاہوری	منظوط
حماۃ الاسلام	محمد صادق صدر	عراق	شرح جامع الصغیر	شہاب الدین احمد خضابی	مصر
حیات امیر المؤمنین	عمر ابو النصر	بیروت	شرح درۃ الخواص فی اوہام الخواص	ملاح حسن مدینی	مصر
حیات علی ابن ابی طالب	کمال الدین محمد دیمیری	مصر	شرح دیوان امیر المؤمنین	محمد عثمانی	ہند
حیوۃ النبیون	عباس بن محمد عقاد	ایران	شرح دیوان حسان بن ثابت انصاری	محمد عثمانی	ہند
خدا (ترجمہ "اللہ")	نقی الدین ابن جتہ حموی	مصر	شرح صحیح مسلم	محمد عثمانی	ہند
خزانۃ الادب	علی بن محمد مدائنی	مصر	شرح قصائد عشر	ابو ذکریا نجیب خطیب تبریزی	مصر
خطب النبی	عبد العزیز جلودی	مصر	شرح مائۃ عامل	عبد القادر جرجانی	ہند
خطب النبی	جعفر بن محمد مستغفری	مصر	شرح مقاصد	سعود بن محمد قناتانی	ایران
خطب النبی	ابو العباس اخضر ابن شافعی	ایران	شرح پنج البلاغہ	عبد الحمید ابن ابی احمد مدائنی	مصر

نام کتاب	نام مؤلف	نام کتاب	نام مؤلف
شرح نهج البلاغه	محمد بن حسین کیدری بهجتی	غریب الحکیم	عبدالله بن مسلم بن قتیبه و نویری
شرح نهج البلاغه	کمال الدین ابن سینم بحرانی	شرح الباری شرح صحیح بخاری	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی
شرح نهج البلاغه	محمد صالح قزوینی	قواعد السطین	ابراهیم بن محمد حموی
شرح نهج البلاغه	علی بن حسین ذواری	قواعد القلاء	لیقوب بن سلیمان اسفراینی
شرح و حواشی نهج البلاغه	محمد بن حسین برهان نظامی	فردوس الاخبار	شیر وید بن شهریار دلیلی
شرح و حواشی نهج البلاغه	محمد عبده مصری	الفرق بین الفرق	ابو منصور بغدادی
شرح و حواشی نهج البلاغه	محمد حسن نائل مصری	قواعد فنیائیه (شرح جامی)	عبد الرحمن جامی
شرح و حواشی نهج البلاغه	محمد محی الدین عبد الحمید انزهری	فهرست خطوط عربی و فارسی بکتابخانه کتبی	سعید الدین ندوی
شرح و حواشی نهج البلاغه	محمد سید گیلانی	فهرست کتابخانه مدرسه عالی سپهسالار	
شرف الرضی	شهاب الدین خفاجی	عبد الرؤف سناوی	
شفا الغلیل	احمد بن مصطفی طاشکری زاده	محمد بن یعقوب فیروز آبادی	
شقائق النعمانیه	کابر بن انیسری فرانسوی	کلام الله	
شهرسوار اسلام ترجمه شیخ ابوالاسلام	قدریه حسین عبد الغزیز ابن خابن	قرآن مجید	
شهرات النساء فی العالم الاسلامی	ابو العباس احمد قلعشدری	قصه الکتابه العربیه	
صبح الاعشی	عبد الله بن صالح سماهی	قصص العلماء	
صحیفه علویه	نوفل سیدی	قصه النبی و تاریخ اشهری لاهوت الاسلام	
صناجحة الطرب	احمد بن محمد ابن جرکمی	جلال الدین سیوطی	
صواعق محرقة	احمد امین مصری	عثمان بن حاجب	
صهی الاسلام	محمد بن احمد اصفهانی	علی بن محمد مدنی	
ضوء المصباح	محمد بن سلام محبی بصری	ابو منصور طبرسی	
طبقات الشعراء	ابن سعد	ابو منصور عبد الملك ثعالبی	
طبقات الکبیر	عباس محمود عقاد	ابو بلال العسکری	
عبقریه الامام	عباس محمود عقاد	شرح مفید	
عبقریه عمر	دکتور عمر فروغ	احمد بن حنبل	
عبقریه العرب فی العلم و الفلسفه	عباس محمود عقاد	کتاب الموطأ و الاعتبار فی الخطوط الآثار	
عبقریه محمد	علاء الدوله احمد بن محمد سمغانی	کتاب الصنفین	
عروة الوثقی	احمد بن عبد ربہ اندلسی	کتاب الحرفی تاریخ خلفاء	
حقه الفریه	ابن بابویه قمی	کتاب من حکم من خلفاء الی القضاة	
حلل الشریع	فواد افرازمیانی	کتاب السنن	
علی بن ابی طالب و نهج البلاغه	بدر الدین عینی	کتاب السنن	
عمدة القاری	ابو سلیمان سبکی	کتاب المعصر	
عمید الغدیر	علی بن محمد سبکی و سبطی	کتاب البتآن	
عمیون حکم و المواقف	عبدالله بن مسلم ابن قتیبه و نویری	کتاب المعانی عتین	
عمیون الاخبار	ابن ابی عمیر	کتاب الموفقیات	
عمیون الانباء فی طبقات الاطباء	حاتم عبد الواحد بن محمد آمدی	کتاب الفارقات	
مقرر حکم و راکم حکم و حکمات علی		کتاب الطرائف	

نام کتاب	نام مؤلف	نام کتاب	نام مؤلف
کتاب الجمیل	ابو بلال عسکری	کتاب الجمیل	محمد بن عمرو و اقدی
کتاب المعانی	قاسم بن عبد الجبار	کتاب المعانی	ابو جعفر الاسکانی
کتاب المناقب	سید مرتضی	کتاب المناقب	علی بن محمد ابن المغارلی
کتاب المناقب	شیخ سفید	کتاب المناقب	مؤلف بن احمد اخطب خوارزم
کشف الخفا	محمد بن یعقوب کلینی	کشف الخفا	العجلونی
کشف الظنون		کشف الظنون	حاجی خلیفه حلبی
کفایة الطالب		کفایة الطالب	محمد بن یوسف بنی شافعی
کلیات		کلیات	ابو البقاء کفوی
کسرة العمال		کسرة العمال	علی متقی
کنوز الخفایان فی حدیث خیر الخلائق	عبد الرحمن بن عیسیٰ مهدانی	کنوز الخفایان فی حدیث خیر الخلائق	عبد الرؤف سناوی
لسان العرب	ابن نصر اسمعیل جوهری	لسان العرب	محمد بن کرم اخراقی
لمعات صدقات	حکیم بن علی سینا	لمعات صدقات	ابو الکلام آزاد
لؤلؤ البحرین	احمد بن محمد تعلبی نیشابوری	لؤلؤ البحرین	یوسف بحرانی
لوائح الاذکار فی طبقات الاحبار	ابو عمرو و الکشی	لوائح الاذکار فی طبقات الاحبار	عبد الوهاب شمرانی
لیونیز فرام تهری انشیت قرآن	ابن بابویه قمی	لیونیز فرام تهری انشیت قرآن	ابو زید الفانوسی کنگر
ما الیه من حقوله	ابو جعفر محمد بن احمد بخاری	ما الیه من حقوله	ابو یحییٰ بن یزید
مشال لسانی ادب الکتاب و الشاع	ابو نصر سراج طوسی	مشال لسانی ادب الکتاب و الشاع	ابن اثیر جزیری
مجاذات النبویه	ابن رشید قزاقی	مجاذات النبویه	سید رضی
مجالس المؤمنین	عبد الکرم بن محمد رافعی	مجالس المؤمنین	نور الله شوشتری
مجمع الامثال	علی بن محمد شافعی	مجمع الامثال	سیدانی
مجمع بحار الانوار	حسین زیات	مجمع بحار الانوار	محمد طاهر قنقی
مجمع الزوائد	ابن بابویه قمی	مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابوبکر سیستانی
مجمع الادب فی سیم القلاب	افلاطون ترجمه ابو العلاء عینی پاشا	مجمع الادب فی سیم القلاب	عبد الرزاق بن احمد شیبانی قوطی
مجموعه الرسائل	محمد بن عسکری	مجموعه الرسائل	ابو عثمان عمرو الجاحظ
مجموعه کلمات امیر المؤمنین	شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی	مجموعه کلمات امیر المؤمنین	نشر کرده / الاب لوئیس شیخ
مجموعه کلمات علی	ابن ندیم	مجموعه کلمات علی	نشر کرده / احمد رضا عالمی
مجموعه الوثائق الیاسنی فی العهد النبوی	ابو العباس نجاشی	مجموعه الوثائق الیاسنی فی العهد النبوی	دکتور محمد راشد
مجل فی تاریخ الادب العربی	نصر بن مزاحم صفهاری	مجل فی تاریخ الادب العربی	طه حسین / احمد امین و غیرهم
مجل العرب (مضمون فلسفه تاریخ الاسلامی)	علی بن محمد مدنی	مجل العرب (مضمون فلسفه تاریخ الاسلامی)	دکتور مصطفیٰ جواد
مجله العنکبوت	ابو العباس البرد	مجله العنکبوت	
مجله الملال جلد ۱ جزه فنی و ادبی و ادبی	محمد بن درید ازدی	مجله الملال جلد ۱ جزه فنی و ادبی و ادبی	
محاضرات الادباء	محمد بن حسن طوسی	محاضرات الادباء	راغب صفهانی
محمد المثل الکامل		محمد المثل الکامل	محمد احمد جواد مولی بک
مختار الصحاح	ابو العباس مبرد	مختار الصحاح	محمد بن ابوبکر رازی
مخطوطات الموصّل	سعید بن یحییٰ انوسی	مخطوطات الموصّل	داؤد جللی

نام کتاب	نام مؤلف	نام طبع	نام کتاب	نام مؤلف
مرآت النسخ البلاغ	شیخ ہادی کاشف الغطا	عراق	ملل و انحل	محمد بن عبد الکرم شہرستانی
مرآت النسخین	ابو الطیب لغوی	مخطوط	مختار کفر اعمال	علاء الدین علی بن حاتم متقی
مرآۃ الجنان	عبد اللہ یافعی	مصر	سجد	ولیس سلوٹ یسوعی
مرآۃ البحرین	ابراہیم رفعت	مصر	منہاج البلاغہ شرح نسخ	قطب الدین راوندی
مرآۃ النساء	محمد کمال الدین ادبی	مصر	منہج المقال	محمد بن علی استرآبادی
مرقلت	ملا علی قاری	مصر	من لا یحضرہ الفقیہ	ابن بابویہ القمی
مرصع الذهب	علی بن حسین سودی	مصر	مواصفات	اشاطی
مرصع علوم اللغة	جلال الدین سیوطی	مصر	موظا	امام مالک بن انس
مسالك الانصار	ابن فضل اللہ عمری	مخطوط	سیران الاعتدال	محمد بن احمد قسیمی
مسالك البیوتی قواعد الخویہ	عبد الرحیم صفی پوری	ہند	نثر الدر	ابو سعید منصور بن حسین آبی
مسند رک	ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ اکاکم	مصر	نثر الفی فی القرن الرابع	دکتور زکی مبارک
مسند رک	شیخ ہادی یحییٰ	عراق	نثر اللالی مجملات امیر المومنین	فضل اللہ راوندی
مسند رک	شہاب الدین احمد الاشہری	مصر	سید شریف	سید شریف
مشتاق الانوار	شیخ رجب برسی	ہند	زہدۃ الادب	ابو سعید منصور بن حسین آبی
مشکوۃ المصابیح	محمد بن عبد اللہ عمری	ہند	زہدۃ الالباب	عبد الرحمن بن محمد انباری
مصابیح النسخ	حسین بن سعود لغوی	مصر	زہدۃ الشعر	ابن قدامہ
مصابیح النسخ	احمد بن محمد نقری	مصر	نوادیر	ابو علی قالی
مطالب السؤل	محمد بن طلحہ قرظی	ہند	نہالہ فی عرب الکلیات	ابن اثیر
مطالبہ مذہب اسلام	جے جے پال	ہند	نسخ البلاغہ محمد علی بن ابرطاب	جابر بن عبد ربیع
مقام التزیل	حسین بن سعود لغوی	ایران	نسخ القوم فی کلام امیر المومنین	سوی خلف بن مطلب شمشعی
مقامی الاخبار	ابن بابویہ قمی	مخطوط	نیوانشر و ذکر لکھنؤ	سکندر فرزند
مجم الادب	یا قوت حموی	مصر	وسائل الشیخہ	شیخ حر عاملی
مجم البلدان	یا قوت حموی	مصر	وسیط الخویہ	ابن خلکان
مفتی اللیب	جمال الدین بن ہشام مضاری	مصر	وفیات الاعیان	گبن
مفتاح العلوم	محمد بن احمد انوارزی	مصر	ہشتری آف اوکن امپائر	ابو منصور عبد الملک نقالی
مفتاح الفتوح	احمد بن منصور کازرونی	مخطوط	یتیمیۃ الدہر	شیخ سلیمان قندوزی
مفردات	ابو القاسم حسن بن محمد راغب صفہانی	مصر	یانا مع المودت	عبد المحسن امینی
مقابل الطالبین	ابو الفرج اموی	عراق	الغدير	آیت اللہ مولانا حامد حسین اعلیٰ اللہ مقاسم
مقتبس الیات	محمد غنبدہ	مصر	عقبات الانوار	عقبات الانوار
مقتطف باہرۃ السنیۃ جلد ۲	دکتور احمد فرید رفائی	مصر		
مقتصد من خلدون	عبد الرحمن بن محمد حضری	مصر		
مقتصد الادبیہ شہرستان	مصطفیٰ	مصر		
مقتصد المقابلات الوحیدی	حسن مندونی	مصر		

۳۴۳ کتابوں کے حوالہ اس کتاب میں دیا گیا ہے

پیش گفت

الحمد للہ الذی ہدانا لی الخیر العلم والصلوٰۃ علی محمد و آلہ الذین یبارکون فیہم ربنا الخیر الخیر قال

تالیف کتاب کا اصل سبب اس وقت کی بات ہو کہ ڈاکٹر زبید احمد پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی نے اپنی تالیف "ادب العرب" دیکھنے کے لیے مجھے دی، میں نے اس کتاب کو دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے سید رضی علیہ الرحمۃ کو بجائے جامع نسخ البلاغہ کے اس کتاب کا واضع و مصنف کر کے دکھایا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ حضرت علی کی طرف اس کتاب کی نسبت غلط ہے، میں نے ڈاکٹر صاحب کے اس موضوع پر تبادلہ خیال کیا اور بعض شواہد ان کے سامنے پیش کیے کہ نسخ البلاغہ امیر المومنین علیہ السلام ہی کا کلام بلاغت نظام ہے، یہ کتاب اس زمانے میں امتحان عالم (الآباد) کے تصانیف میں داخل تھی اور اس زمانے میں تصانیف خارج کر دی گئی، یہ سب کچھ ہوا لیکن دل یہ چاہتا تھا کہ اس موضوع پر کوئی کتاب لکھی جائے جس میں نسخ البلاغہ کے کلام امیر المومنین ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا جائے، اگرچہ میں اپنے اس کا اہل نہیں سمجھتا تھا کہ اس پر کچھ لکھ سکوں لیکن جب یہ دیکھا کہ کوئی اس طرف متوجہ نہیں ہے تو کچھ لکھنے کے لیے طے کر لیا۔

سمند ناز کو اک اور تازہ ہوا میرا یہ ارادہ ابھی عمل کی صورت نہیں اختیار کرنے پایا تھا کہ کچھ ایسے حالات ہوئے کہ الہ آباد کو کچھ خیر باد کہنا پڑا اور مختلف مقامات میں سرگرداں رہا اور کچھ دنوں بعد ریاست محمود آباد کے متوسلین میں میرا شمار ہو گیا، الہ آباد کا مذکورہ واقعہ بھی بھول گیا، اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ میں کیا کرنا چاہتا تھا کہ دفعۃً میری نگاہ کے سامنے ڈاکٹر ایں نے خصوصی دعائی بی، ایچ، ڈی لکچر لندن یونیورسٹی کا مضمون "The Authenticity of Nahj Al Balagha" آیا، جو اسلامک ریویو ماہ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا تھا، اس مضمون کو دیکھ کر میرے تحت الثور میں جو محنت کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت جلد میں اس کتاب کی تالیف فارغ ہو گیا۔

تالیف کتاب کے بعد شاعت کی فکر تالیف کے بعد جب کون کے لحاظ نصیب ہوئے تو میں نے اپنے احباب سے اس کا ذکر کیا اور بعض علما و افاضل کو مختلف مقامات سے منایا بھی، سنانے کا مقصد یہ تھا کہ شاید کوئی متوجہ ہو جائے اور اپنے اثرات کے طبع کر کے اس کا انتظام کرے، احباب کو میرے مقصد کو سمجھنے میں اس لیے دشواری تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ میں دینی محمود آباد کے سرانے سے بآسانی شائع کرا سکتا ہوں، لیکن میرے لیے جو شواہد حاصل تھے وہ کسی کے پیش نظر نہ تھے، اتفاق سے جناب مستطاب معلی القاب من الارکان دین الاعیان ہمارا بھائی امیر حیدر خان بہادر بالقیانہ خصوصی کے مضمون کا تذکرہ فرمایا، عرض کیا کہ اس کا جواب بہت ہی تفصیل کے ساتھ میں نے لکھا ہے، بعد میں بعض مقامات کو حضور مدوح کو سنایا، منکر بہت خوش ہوئے اور فرمائے کہ میں انگریزی ترجمہ کر کے اس کو شائع کروں گا، ترجمے کے لیے آپ اس کو میرے پاس بھیج دیجیے، میں نے عرض کیا کہ مناسب یہ ہوگا کہ اصل کتاب پہلے شائع ہو جائے اس کے بعد انگریزی میں ترجمہ شائع ہو، کیونکہ ترجمہ ہونا اور پھر طبع ہونا اس کے لیے کافی وقت چاہیے علاوہ ازیں میرے پیش نظر یہ بھی تھا کہ خلوصی کے مضمون کی شاعت پاکستان میں خاص طور سے ہوئی ہے اور اردو میں اس کا ترجمہ بھی ہوا ہے بعض رسائل میں شائع ہو چکا ہے، جبکہ اثر یہ ہوا کہ شعی دل و دماغ بھی اس سے متاثر ہوئے اور لکھنؤ کے قومی اخبار "سرفراز" میں خلوصی کی تائید ان الفاظ کے ذریعے ہوئی:۔

"البتہ نسخ البلاغہ کے بارے میں فیاض موصوت (مؤلف ادب العرب) کی رسلے صحیح ہے کہ بعض منسوبات بھی شامل ہیں جس کو الگ کرنے کی ضرورت ہے لیکن عثمانی نقطہ نظر سے نہیں بلکہ ایمانداری سے"

(اخبار سرفراز مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۹ء نمبر ۹ صفحہ ۲۰ کالم ۲)

بہر حال سرکار ہمارا جکار کو میری رائے پسند آئی اور فرمایا کہ اصل کتاب کو مدرسۃ الاعظمین سے شائع کرنے کا انتظام کر دیا جاوے گا، مدرسۃ الاعظمین کے منصرم مطبع سے طباعت و کتابت کا تحفیہ بھی کرایا گیا، اور کاغذ کی فراہمی کا زبانی حکم بھی دیا گیا، میں سمجھتا تھا کہ اب کتاب جلد شائع ہو جائے گی لیکن تعویذ ہی ہوتی رہی، اسی دوران میں خلوصی کے مضمون کی رد میں ایک غیر مکمل اور تشبیہ مضمون پاکستان سے آیا، اس مضمون کے لکھنے والے مشہور مولف و وسیع النظر و درگ جناب آغا محمد سلطان میرزا ایشاؤر ڈسپشن نج مولف کتاب "البلاغ المبین" تھے جس کو سرکار ہمارا جکار ہمارا بقا نے اپنے اس نوٹ کے ساتھ مسلم ریویو میں شائع فرمایا:۔

"And we deem it necessary to consider his arguments. But this cannot be done in the present article. One of our scholars, the Fazil-e-Hansavi has written a complete book on the subject, and shall publish its abridgement in English as soon as we can have it translated."

(ترجمہ) ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک ایک کر کے ڈاکٹر خلوصی کی بحث و دلائل کو دیکھیں، اور ان کے فریب مغالطہ کو ظاہر کریں، لیکن اس مضمون میں ایسا نہ ہو سکا، لیکن ہمارے انہن میں سے فاضل ہنسوی نے اس مضمون پر ایک پوری کتاب لکھی ہے اور ہم اس کتاب کے ضروری مباحث کو خلاصہ کر کے انگریزی میں جیسے ہی اس کا ترجمہ ہو جائے گا شائع کریں گے۔

(مسلم ریویو ماہ مئی و جون ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۵)

مدرسۃ الاعظمین بڑے آید و کالے بکچند بعض حالات کی بنا پر جب مدرسۃ الاعظمین سے اصل کتاب کے شائع ہونے سے میں ایسے ہو گیا تو میں امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ سے متوسل ہوا، جس کا اثر یہ ہوا کہ برٹش افریغ سے ایک جلیل القدر عالم دین حفظہ اللہ (جن کے نام کو ظاہر کرنے سے مجھے روکا گیا) کا مکتوب گرامی بعض علماء لکھنے کے پاس آیا کہ "خلوصی کے جواب کی سخت ضرورت ہے اور اگر ہو سکے تو فاضل ہنسوی سے اس کا جواب لکھا یا جائے"۔ موصوف کو اس کی اطلاع دی گئی کہ جواب لکھا جائے لیکن ابھی تک طباعت کا انتظام نہ ہو سکا، اس کا جواب آیا کہ برٹش افریغ کے ایک فیاض مرد ہومن اس کے اخراجات کو برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہیں، نظامی پریس کو طبع ہونے کے لیے کتاب دی جائے تاکہ طباعت و کتابت دیدہ زیب ہو، اور ساتھ ہی ساتھ روپیہ بھی اس شرط سے آگیا کہ اس کتاب کو فروخت کر کے جو سرمایہ جمع ہو اُس سے دوسرے تالیفات کو شائع کیا جاوے انوس کتاب تک میں اپنے ان برادر و بی کے نام سے واقع نہ ہو سکا، خداوند عالم ان کے برکات و فیوض کو جاری رکھے اور جزلہ خیر کرامت فرمائے۔ دارالنشر للعمارت الاسلامیہ چنانچہ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر "دارالنشر للعمارت الاسلامیہ" کی ہمیں ہوئی اور اس کتاب کو دارالنشر کی پہلی خدمت کی حیثیت سے طبع ہونے کے لیے جناب محترم مرزا محمد جواد صاحب نے امدودہ مالک نظامی پریس کے سپرد کر دیا گیا، نظامی پریس میں طبع ہونا کتابت و طباعت کے لیے ایک بڑی ضمانت ہے، اس سے تو مطمئن تھا ہی لیکن اس پر بھی یہ ارادہ تھا کہ دوران کتابت و طباعت میں لکھنؤ میں وہ کہ حسب نشار کتابت کراؤنگا اور پردون کی تصحیح خود کروں گا، لیکن بے بس آرزو دکھلائی گئی۔

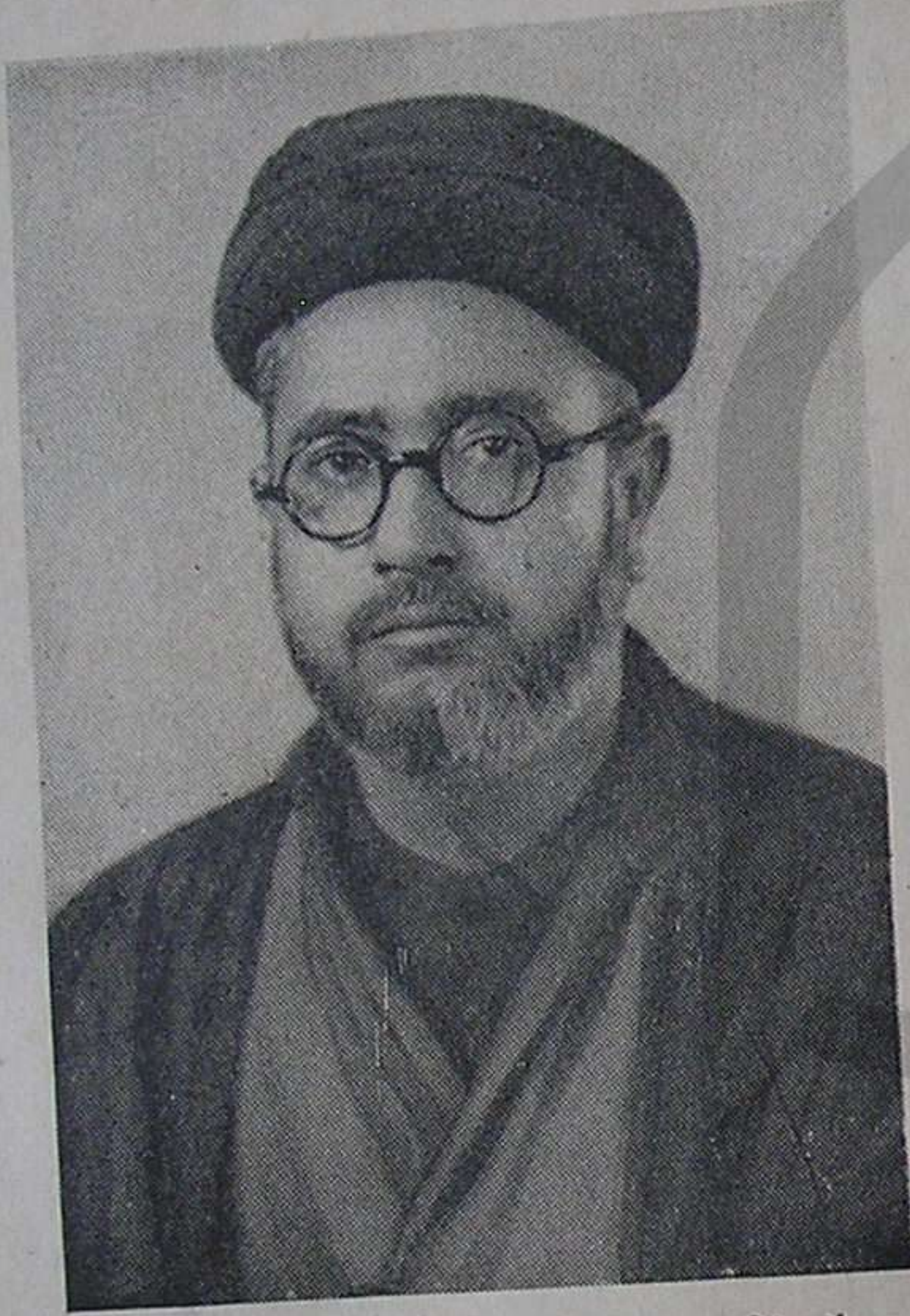
صحت کتابت و طباعت "عرفت ربی بغضہ العرائش" مولائے کائنات کا ارشاد ہے، خاتمہ زمینداری کی وجہ سے اب میں اس قابل نہ تھا کہ لکھنؤ میں کچھ دنوں قیام کر سکتا اور اپنے حسب منشاء کتاب لکھواتا اور چھپواتا، پہلے جناب مرزا صاحب نے کسی اچھے کتاب کو متعین فرمایا، مگر معلوم کیا آفت ناگہانی آئی، کتاب صاحب نے کچھ کے اور سودہ ان سے لے کر ایک دوسرے کا تب صاحب کے سپرد کیا گیا، موجودہ کتاب صاحب نے باوجود حالات بقدر اپنی استطاعت و ہمت کے کتابت فرمائی، خدا ان کو صحیح و تندرست رکھے، میں خود کتابت و پردون کی تصحیح نہ کر سکا مگر جناب مرزا صاحب نے جناب مولانا حکیم سید رفیع حسین صاحب ربالا فضل افسر اعلیٰ کو اس امر کے لیے زحمت دی اور مولانا نے موصوف اس امر میں ہمارے مدد میں ہو گئے، یقیناً جناب مولانا نے اپنی ضرورتوں کے باوجود وقت نکال کر بڑی محنت سے اس خدمت کو انجام دیا، فجزاہ اللہ خیر الجزاء میں مولانا کا انتہائی شکر گزار ہوں، میرا یہ ادعا نہیں ہو کہ ان سب کوششوں کے بعد زیر نظر کتاب کتابت و طباعت کی غلطیوں سے پاک ہے، یقیناً اس میں غلطیاں ہیں اور صحت نام لگا دینے کے بعد بھی دوسری غلطیوں کو بتلایا جاسکتا ہے، دراصل کسی کتاب کا کتابت و طباعت کی غلطیوں سے پاک ہونا بڑی بات ہے اور ایک طبع سے یہ عرق عادی ہے، اس لیے یہ بات کسی کتاب کو بڑی شکل سے صحت دیتی ہے۔

ہندوستان کے مشہور مولف و صاحب تصانیف مولوی شبلی نعمانی کو لے لیجیے، کتنی کتابیں لکھیں اور چھپائیں، تجربہ کافی تھا، مگر ذرا ان کی منظور نظر کتاب "الفاروق" طبع اول کو اٹھا کر دیکھیے کہ کتنی غلطیاں موجود ہیں، یہاں تک کہ خود شبلی کو ان الفاظ میں اعتراض کرنا پڑا کہ "اس کتاب کی صحت طبع میں اگرچہ کچھ کم کوشش نہیں کی گئی، کاپیاں میں نے خود دیکھیں اور بنا میں، لیکن متواتر تجزیوں کے بعد مجھ کو اس بات کا اعتراض کرنا پڑتا ہے کہ میں اس وادی کا مرد میدان نہیں، کاپیوں کے دیکھنے میں جیشہ میری نگاہ سے غلطیاں رہ جاتی ہیں اور میں اس کی کوئی تدبیر نہیں کر سکتا، لیکن اس جرم کا میں تنہا مجرم نہیں بلکہ کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں"۔ (دیباچہ الفاروق صفحہ ۲ مطبوعہ قومی پریس دہلی مشرقی)

بہر حال جیسی کتابت و طباعت مطلوب تھی وہ نہ ہو سکی جس کا مجھے اعتراض ہے۔ اعتراض قصور اور کتاب کی خصوصیت | یہ تو کتابت و طباعت کی غلطیوں کا تذکرہ تھا، ہو سکتا ہے کہ اس میں معنوی اخلاط بھی ہوں جن کا مجھ ایسے اچھوٹا خطا کار انسان سے سرو ہو نا کچھ بعید نہیں ہے، ایسی غلطیاں بالمدنہ ہو گئی بلکہ میری ہماہریت و دادانی، سہو و سیان کا نتیجہ ہو سکتا ہے، ایسے صاحبان بصیرت سے عرض ہے کہ منظر شام ملاحظہ فرمائیں، اور ناچیز کو آگاہ کریں تاکہ آئندہ اذیتیں میں یہ کتاب جیسے پاک رسے، یہ تو معلوم ہی ہے "من صنف فقد استحدثت" جو تالیف و تصنیف کرتا ہے وہ صحیح یا غلط نشار ملامت بنتا ہے۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ اس کتاب کو جن حالات میں تالیف کیا ہے وہ میرے موافق نہ تھے، دل و دماغ کو مطلق سکون نہ تھا، "حلال" بہت ہی تکلیف دہ اور مستقبل انتہائی ہولناک تھا، اس لیے غلطی کا ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے، اگرچہ حسی اوسع اپنی کوشش ہی رہی کہ اس قسم کی کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔ بہر حال تائید آہلی شامل حال تھی اس لیے اس کتاب کی تالیف پر متوقف ہوا، جامعیت مضامین کے لحاظ سے اردو میں یہ پہلی کتاب ہے اور عربی و فارسی میں بھی اس موضوع کے متعلق ایک جگہ پر اتنا مواد کسی کتاب میں بھی آپ کو نہ ملے گا، میں نے اس کتاب میں عربی و فارسی انگریزی کی تقریباً ۳۶۳ مطبوعہ و مخطوطہ کتابوں کا حوالہ دیا ہے جس کا اندازہ ناظرین کو مطالعہ کے دوران میں ہو جائے گا، زبان کے متعلق بھی عرض کر دوں کہ میں دیہات کا رہنے والا ہوں نصیحا کی زبان پر اقتدار نہیں ہے، اصل موضوع سے مطلب لکھتا ہوں اس لیے میری کسی تالیف کو محاورات و زبان کے عہتبار سے جانچنے کی بیکار کوشش نہ کرنا چاہیے۔ خدا کرے اس میں کوئی ایسی غلطی نہ ہو جو جو بکونی چلے ہے اعادنا اللہ من الخطاء و الزلل

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

خادم العلم والعلماء
سید سبط الحسن المنوی

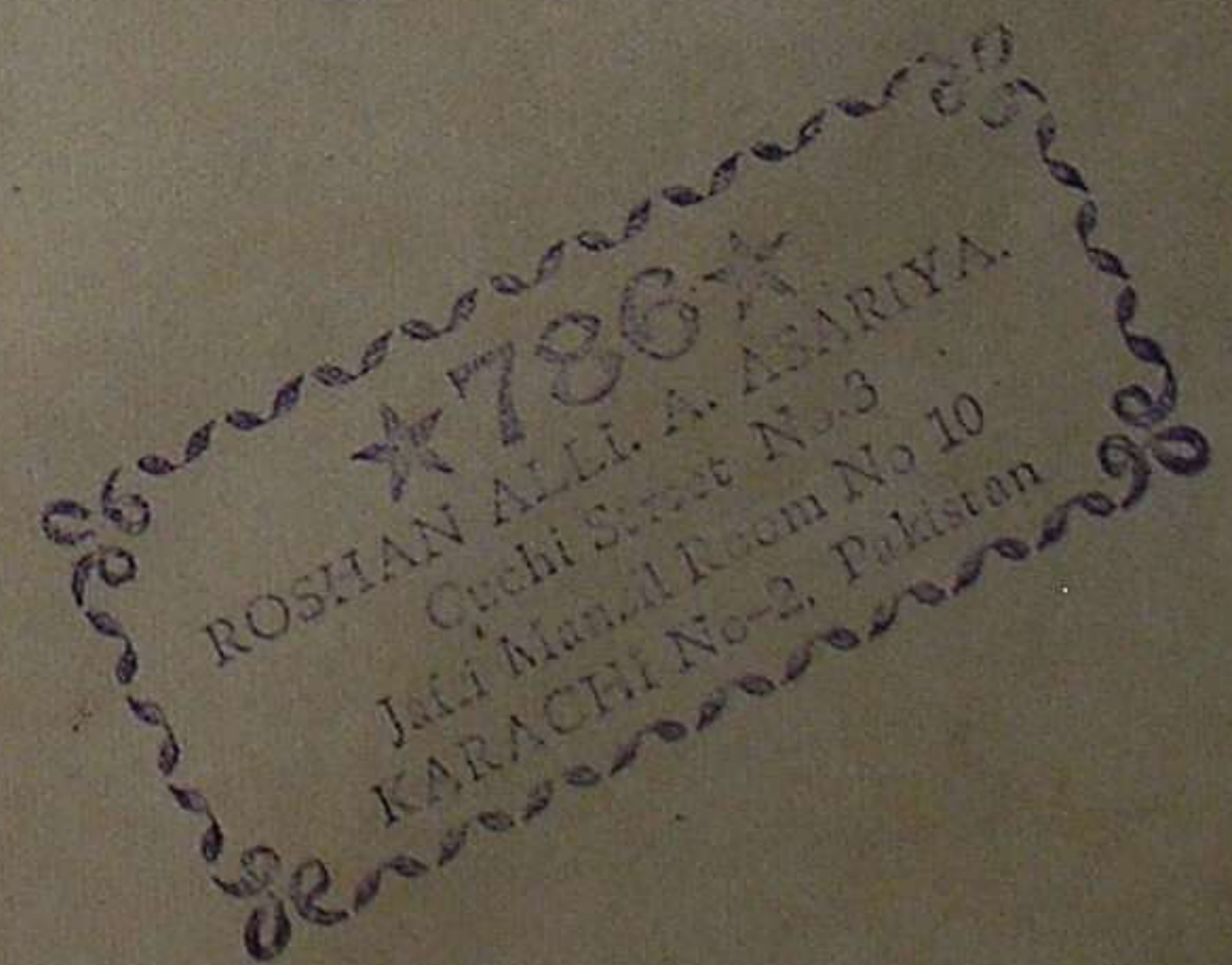


مولف کتاب: — سید سبط الحسن الفاضل الہندسوی

تہدیه

انتہائی خلوص کے ساتھ میں اپنی اس کوشش کے
اجر و ثواب کو حضرت سید رضی رضوان اللہ علیہ کی
”روح پر فتوح“ کو ہدیہ کرتا ہوں، جس نے ہج البلاغہ کو ہمارے
سامنے پیش کیا — اللہ تقبل منّا !

سبط الحسن



دار النشر للمعارف الاسلامیہ

maablib.org

باسمہ سبحانہ و بتقین وصلی علی محمد و آلہ

مولف کا مسلک اور عصر حاضر کا تقاضہ اس سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عصر حاضر کا انسان روحانیت کی منزل سے آنا دور ہو چکا ہے کہ اسب وہ مادیات سے الگ ہو کر کچھ نہیں سمجھتا چاہتا بلکہ روحانی و مادی الطبیعیاتی مسائل پر بھی اس کی نگاہ غلط مادی و طبیعتی حیثیت سے پڑنے کی عادی ہو گئی ہے ایسوجہ سے ہر امر میں موجودہ دنیا کا نقطہ نظر بدلنا ہو معلوم ہوتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ دہشت کا سیلاب موجودہ دنیا کو ہر اسے لیے جارہا ہے آج یورپ کے خود ساختہ نظریات و غلط رجحانات کو حقائق کا درجہ دے دیا گیا ہے اور جو حقائق و اشیاء تھے ان کو خلاف نقل تیار کر کے مکمل تمدن کی مادیات بتلایا جاتا ہے، اسی وجہ سے ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان بھی قرآن و حدیث کا مطالعہ ایمان و یقین کی نگاہوں سے نہیں بلکہ مادیات کی عینک لگا کر کرتا ہے اور اپنے عقائد و مسلمات سے دور ہوتا چلا جاتا ہے، ہمیں اس کی بھی نئی مثالیں و ذرائع ملتی رہتی ہیں لیکن تازہ ترین مثال یہ ہے کہ ظاہر و باطن سے ایک نئی مسلمان ڈاکٹر خلوصی بی بی ایچ ڈی جو عراقی عرب ہیں اور لندن یونیورسٹی میں عربی ادب کے معلم ہیں وہ شیخ ابلاخ کو روپی انداز پر تاریخی تحلیل و تفسیر سے جانچنے کی سعی نامشکور فرماتے ہیں اور اس کے بعد یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مندرجات شیخ ابلاخ کا اکثر حصہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ کا نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے معلوم اشخاص کا کلام ہے، خلوصی کے انکار کی بنیاد صرف اس پر ہے کہ ایسے زمانہ میں جب کہ عربی تمدن میں ارتقائی علوم و فنون کا نام و نشان نہ تھا امیر المؤمنین کو نہ اس پر قادر ہوئے کہ منہائے فصاحت و بلاغت کے ساتھ حکیمانہ خطبہ و اقوال کو عربوں کے سامنے پیش فرمایا، حالانکہ مسلمانوں کے مسلمات عقائد میں سے ہے کہ "محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین علوم لدنیہ رکھتے تھے وہ محتاج درس و تدریس نہ تھے یہ عقیدہ صرف شیعوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ صحیح العقیدہ حضرات اہل سنت کا بھی یہی مسلک ہے جس کی ایک فروغ و ڈاکٹر خلوصی بھی ہیں جیسا کہ علامہ شہاب الدین احمد بن عبد القادر اعظمی اجمیلی الثانی اور علامہ شیخ عبد اللہ بن محمد بن عامر الشیرازی ثانی تحریر کرتے ہیں :-

الہدیہ
علوم لدنیہ
ہیں

ان ال البيت حازوا الفضائل كلها علما و حلما و فصحا
و صباحا و ذكاء و بدھمة وجود او شجاعة، فعلمهم
لا يتوقف على تكرار درس ولا يزيد يومهم فنيها على
ما كان بالامس بل هي مواهب من مولا هم
من انكرها و اراد سترها كان كمن اراد ستر وجه الشمس
فما سألهم في العلوم مستفيد و وفقوا، و لا جوري معهم
مضمار الفضل قوم الاحقر و ادخلوا، و كرم عابوا في
الحلاد و الجبال امور افشل حقها بالصبر الجميل و ما
استكانوا و ما ضعفوا تغر الشفا شق اذا هدرت شفا
شقمهم و تصنع الا سماع اذا قال قائلهم و نطق بالحقهم
سجاي اخصهم بها خالقهم، و خيرة امدان في شرح عقدهم
اللازمين محمود ۵۵۵ م کتاب الامان بکلام الشرائع شریعتی ۱۵ طبع مصر
نطق ہوا تو دنیا کے کان ان کے آواز کے سننے میں جو ہو گئے یہی وہ تمام عقیدے ہیں جن کے ساتھ ان کے خالق نے ان کو مخصوص کیا ہے

لیکن چونکہ زمانہ کا مزاج بدل رہا ہے اور زمانہ ہم سے سائنسی طور پر مطالعہ کا مطالبہ کرتا ہے اس لیے میرے لیے ضرور ہو جاتا ہے کہ ہم سکون و اطمینان کیساتھ

قریش فصیح اور نیک قوموں میں صرف عرب ہی ایک ایسی قوم ہے جو فصاحت و بلاغت، اطلاقات و خطابت میں اپنے مقابلہ میں کسی دوسرے کو نہیں سمجھتی تھی، اسی بنا پر وہ اپنے کو "عرب" فصاحت کے ساتھ کلام کرنے والے اور دوسری قوموں کو "عجم" گونگا کہتے تھے، اور تمام قبائل عرب میں سب سے زیادہ فصیح "قریش" تھے جو "افصح العرب" کہلاتے تھے، علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "المزہد فی علوم اللغۃ" میں لکھتے ہیں،

اسی لیے عرب کے ہمال شعرا کا یہ دستور تھا کہ جب وہ اشعار کہتے تھے اس وقت تک کسی کے سامنے اس کو غبار نہیں کرتے تھے اور نہ پڑھتے تھے جب تک کہ وہ کسی قریش کے سامنے حاضر ہو کر اس کو سنانا لیتے تھے، فان استحسنوه روی وکان فخرألقائلہ وعلقوہ علی رکن من ارکان الصحبہ حتی ينظروا اليہ ^۱ قریش اس کو سن کر اپنی کرتے اس وقت وہ ان اشعار کو عام کرنے کے لیے کہہ دیں اور بڑیاں کر دیتے اور قریش کا بن کر نالو کے لیے باعث فخر ہوتا ^۲ مردان ^۳ استحسنوا ^۴ طرح ولاحہ یعجب ^۵ اور اگر قریش ناپسند کرتے اس کو ضائع کر دیتے اور غبار پڑھتے۔

وَمِنْ أَقْوَامٍ لَعِبَ مِنَ الشَّعْرِ إِلَّا الْبَيَّاتِ يَقُولُهَا الْجِلْدُ
 قَدْ مَاتَ عَرَبٌ سَوَاءٌ أَمِيَاتُ كَمْ كُفَّ نَفْسٌ رَاسَهُ تَحْتَهُ بَنُ كُفَيْتُ وَلَيْسَ كُفَيْتُ حَادِثَةً كَمْ
 سَلَسَلَةٍ مِي كَبَرُ وَيَا كَرْتُهُ تَقْتَصِدُ أَوْرُثَانِي بِشَارِكَيْتُ كَادُونَ جَعَلَ عِبْدُ الْمَطْلَبِ بِشَارِكِي
 عِبْدُ مَنَافٍ كَمْ مَهْدٍ مِي نَوَاسِتُ - (طَبِيقَاتُ الشُّوَارِبِ الصَّحِيحُ مِصْرُ)

100

شعبه عرب
و زبان گویان
کتابخانه
قبل علم
منه
کتابخانه

تہذیب
کے زمانے
میں
میں
میں

بنات عبد المطلب یعنی صفیہ، زہرہ، عاتکہ، الحکمہ البیضا، امیرہ، زوی ہر ایک نے جو اشعار کہے ہیں (سیرت النبی ابن ہشام جلد اول) اسی طرح عبد اللہ، ابوطالب، زبیر، حمزہ، عباس وغیرہم فرزند ان عبد المطلب میں سے کون ہے، جن کے اشعار ماثورہ و کلمات منقولہ فصاحت و بلاغت کی جانب نہ ہوں، خصوصاً جن ابوطالب جو اپنے زمانہ میں ایک بلند مرتبہ شاعر و خطیب تھے، آپ کے اشعار و خطب تاریخ اسلام میں ترک محفوظ ہیں، ابو عبد اللہ محمد بن سلام اچھی ابصر می نے حضرت ابوطالب کا شمار شریں کے بہترین شعراء میں کیا ہے۔

ہی قصیدہ عامرہ، تعلو علی المعلقات جزالہ واداء
 معنی وصدق قول **مرأۃ البحرین** جلد دوم ص ۱۲۱ طبع مصر
 حضرت ابوطالب کے اشعار منقبت رسول، فضائل نفس، اخلاق کریمہ، جذبہ ایثار و فداکاری، شجاعت و شہادت اور بہت سے تاریخی حقائق پر مشتمل ہیں
 جس میں اسلامی روح اور خدا پرستی و حق کو شکی کی تڑپ ہے اسی بنابر امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب وراثہ فرماتے ہیں :-

حضرت رسالت اکبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق علمائے ادب لکھتے ہیں :-

جیسا کہ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ موجودہ مذاق ہر امر میں مادی علل و اسباب کو تلاش کرنے کا عادی ہے اسی بنا پر پیغمبر اسلام کے متعلق بھی موجودہ عربی دنیا کے مفکرین ادبا و اسخضرت کے کمال فصاحت و بلاغت کا سبب اپنے گمان میں پیغمبر کے اس قول کو پیش کرتے ہیں جس کو اسخضرت نے ممکن ہے کہ اپنے مخاطب کے درجہ عرفان کو پیش نظر رکھتے ہوئے یا قبل اعلان نبوت جب کہ آپ نے باطنی مواہب الہیہ کے انوار پر مجازہ مومن، ارشاد فرمایا

رسول الله صلى الله عليه وسلم

سبع سنین وادركه الاسلام صبياً فأنشأ فيه وكان انصافاً بالنبی فی طفولته وشبابه مصدراً لهذا الروي القوي الخلودی بجده كلما قرأنا شيئاً من كلامه وكانت حياته كلها خلية من ان تجعل منه رجلاً قوي النفس شديد لباس ذك القلوب كثير العلم مستعداً كل الاستعداد للفتوى والنبوغ فقل شريك مع النبي في حلوائيات وعمرها اذ كان ابن عمه وصهره ثم حيل بينه وبين الخلافة بعد وفات النبي فصار لنفسه على ما لم يحب راضها على ما كرهت واخلف في النعم من سبعة من الخلفاء حتى اذا كانت الفتنة وقتل عثمان ونهض بالامر تفرق المسلمون من حوله فانكروا عائشه ام المؤمنين ومعها طاحنة والزبير وانكر معاوية بن ابي سفيان ومعه اهل الشام ثم انكره بعد ذلك جماعة من اصحابه خرجوا عليه حين قبل ما عرض معاوية من التحكيم واضطروا ان ينفقوا اخيراً امة في حرب منكرة مؤسفة الهزيمة فيها اشروا العز في شرايعنا حتى قتله احد الخوارج خيلة سنة مع للهجرة فانت تری ان حياته ايام النبي كانت حیات جهاد كله اصل وان حياته ايام الخلفاء الثلاثة كانت حياته اذعان ورضا بقضاء الله في نعمه واخلا للخلفاء وان حياته في اخر ايامه كانت حياة جهاد وحرث وبأس وقد عرف علي بالشجاعة والباس ايام النبي وعرف بالعلم وجودة الراي ايام الخلفاء الثلاثة وعرف بالخطابة في ايام خلافة العيصية ولا غربة في هذا فقد كانت حياته كلها تعدل هذه الايام الاخيرة التي دلی فيها السلطان وظهرت حبه واحتاج الى القول فقال واجاد

(المجلد فی تاریخ الادب العربي ص ۱۰۰ طبع مصر)
حالات میں ایک خارجی (مہاجرین) نے دھوکے سے آپ کو (سمات نماز) مسجد میں قتل کر دیا اس بنا پر علی کی زندگی کے مختلف دور پر اگر نظر کر دو تو دیکھیں کہ حیات رسول میں حضرت کی زندگی بہادر اور آرزو آمیز تھی اور خلفائے ثلاثہ کے دور میں حضرت کی زندگی شہیدانہ اور شہداء کے ساتھ شہادت و صلح کے ساتھ پیش آنا تھی اور آخری دور زندگی کا بہادر کرنے عزائم اور شہادت کے بغیر نہ رہا تھا مختصر یہ کہ پھر کے زمانہ میں علی شجاعت و شہادت سے پہچانے جاتے تھے اور خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں علم و جودت رائے و ہرودش میں آپ شہور ہوئے اور اپنی خلافت کے مختصر زمانہ میں ملاقا و ملافت و خطابت میں شہرت پزیر ہوئے حضرت کی زندگی میں ان مختلف حالات میں اہمیت کو کوئی دخل نہیں ہے اس لیے کہ آپ کی ابتدائی ادوار حیات آپ کو اس نئی زندگی کے لیے تیار کر رہے تھے اور آپ نے اپنے لیے ایک خلافت کے غا ہر کرنے کا موقع ملا بیٹھ آپ نے خوب خوب فکر فرمایا۔

نہوہ اسلام سے سات سال قبل آپ کی ولادت ہوئی اور پچیس ہی برس آپ کو شہرت اسلام حاصل ہوا اور آغوش اسلام ہی میں آپ پائے گئے پچیس اور جو افی میں برابر آپ کا رسول اللہ کے ساتھ بیعت ہوا آپ میں بلاغت خطابت کی اس قوی اور کمال کے پیدا ہونے کا باعث ہوا جو ہم آپ کے کلام میں پاتے ہیں آپ کی پوری زندگی اس کی سزاوار ہے کہ آپ کو قوی النفس شدید لباس ذک القلوب کثیر العلم بنائے آپ میں تمام خوبیوں میں سے آپ کے پڑھنے کی فطری صلاحیت و استعداد مکمل طور سے پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے آپ کو ہر کمال میں تقویٰ و نبوغ حاصل ہوا اور بحقیقت ابن عم و داماد کے آپ پچیس ہی خوش گو اور و ناخوش گو اور زندگی کے برابر کے شریک رہے (اور پچیس ہی جانشین کا حقائق آپ کے لیے پیدا کر لیا لیکن باوجود حق باخلافت ہونے کے) پچیس کی وفات کے بعد آپ کے اخلافت کے درمیان لوگ (زیر ہستی) حاصل ہو گئے اور آپ کو اس ناخوش گو اور امر پر چاروں اچار صبر کا پڑا اور جس امر کو آپ ثابت کرتے تھے اس پر بدل خواستہ آواز ہو پڑا لیکن اس کے باوجود اسلام اور مفاد عام کی خاطر نہایت ہی خلوص سے اس میں خلفاء کو نیک صلاح و مشورہ (استشارہ کے موقع پر) دیتے رہے یہاں تک کہ تیسرے خلافت کے پچیس ایک فتنہ کھڑا ہو گیا اور وہ قتل ہو گئے اور لوگوں نے آپ کی خلافت پر بیعت کر کے امر حکومت آپ کے سپرد کر دیا لیکن بہت جلد لوگوں نے عہد شکنی کر کے آپ کی بیعت کو توڑ دیا اور عائشہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و اخیان شام آپ سے لڑنے کے لیے میدان جنگ میں آ گئے اور علی رضی اللہ عنہ کی لڑائیاں آپ کو سر کرانی پڑیں، جنگ صفین کا انجام جب تکیم ہوا تو آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں نے بغاوت کی اور آپ پر ان لوگوں نے خروج کیا۔ زندگی کے آخری دور میں آپ کو ان خوارج سے سخت جنگ کرنی پڑی جس میں ناکامیاب ہوا شریعتی لیکن کامیاب ہوا بھی لوگوں کے لیے یوں سبب شرم ہوا کہ اس عرصہ میں معاویہ اپنے کو قریب کے حال چھلچھاکا تھا اور اپنی طاقت کو مضبوط بنا چکا تھا کوئی معاویہ کے قریب میں مبتلا ہو گئے تھے جس کے نتیجہ میں یہ لوگ جنگ کٹارہ کش ہونا چاہتے تھے اور ان میں شدید فحشلال اور انتشار رونما ہو چکا تھا انہیں

حالات میں ایک خارجی (مہاجرین) نے دھوکے سے آپ کو (سمات نماز) مسجد میں قتل کر دیا اس بنا پر علی کی زندگی کے مختلف دور پر اگر نظر کر دو تو دیکھیں کہ حیات رسول میں حضرت کی زندگی بہادر اور آرزو آمیز تھی اور خلفائے ثلاثہ کے دور میں حضرت کی زندگی شہیدانہ اور شہداء کے ساتھ شہادت و صلح کے ساتھ پیش آنا تھی اور آخری دور زندگی کا بہادر کرنے عزائم اور شہادت کے بغیر نہ رہا تھا مختصر یہ کہ پھر کے زمانہ میں علی شجاعت و شہادت سے پہچانے جاتے تھے اور خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں علم و جودت رائے و ہرودش میں آپ شہور ہوئے اور اپنی خلافت کے مختصر زمانہ میں ملاقا و ملافت و خطابت میں شہرت پزیر ہوئے حضرت کی زندگی میں ان مختلف حالات میں اہمیت کو کوئی دخل نہیں ہے اس لیے کہ آپ کی ابتدائی ادوار حیات آپ کو اس نئی زندگی کے لیے تیار کر رہے تھے اور آپ نے اپنے لیے ایک خلافت کے غا ہر کرنے کا موقع ملا بیٹھ آپ نے خوب خوب فکر فرمایا۔

حضرت علی اور رسول اللہ کے درمیان رابطہ باہمی حضرت محمد اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ رہتے تھے اور حضرت علی کی ولادت کے بعد تین سال تک برابر اسی گھر میں رہے علی نے بعد ولادت اپنے چچا زاد بھائی حضرت محمد ہی کی گود میں کھین کھولیں تھیں حضرت محمد اپنے اس بھائی سے بہت زیادہ مانوس تھے جب علی سوتے ہوئے تو یہ گوارہ جنبا کی کرتے اور جب وہ جاگتے رہتے تو ان کو اپنے سینہ سے لگاتے رہتے تھے (احیات امیر المؤمنین صفحہ ۱۰۰) جمع بنیاد اثبات الوصیہ مورخ سعودی ص ۱۱ طبع عراق جب حضرت پغیر کا عقد جناب خدیجہ سے ہو گیا اور آپ اپنی زوجہ کے ساتھ دوسرے مکان میں منتقل ہو گئے تو آپ اس زمانہ میں بھی اپنے کمن برادر ابن عم علی کی نگہداشت میں ویسے ہی منہمک رہے جس طرح کہ آپ چچا کے مکان میں رہنے کے زمانے میں مشغول تھے بلکہ جوں جوں علی بڑھتے تھے آپ کا انہماک اور زیادہ بڑھتا جاتا تھا حالات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اس کا موقع ڈھونڈتے رہے تھے کہ اپنے کمن بھائی کو ان کے والدین سے لے کر براہ راست اپنی ہی سرپرستی میں لے لیں چنانچہ قدرت کی جانب سے اس کا موقع ملا قریش سخت فحش میں مبتلا ہو گئے اس لیے رسول نے اپنے کثیر العیال چچا سے اجازت لے کر علی کو اپنی پرورش و نگرانی میں لے لیا۔ (تاریخ محمد بن جریر الطبری جلد دوم صفحہ ۵۷ طبع قاہرہ) سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۵۶ طبع مصر تاریخ الکامل ابن اثیر جلد دوم ص ۱۱ طبع مصر) مورخین کا بیان ہے

وكان ممّا انعم الله على علي بن ابي طالب رضي الله عنه والله كان في تحريم رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل الاسلام سیرت ابن ہشام ص ۱۱ طبع مصر تاریخ الطبری الجزء الثاني ص ۱۱ طبع مصر) مجاہد بن جبر کہتے ہیں۔

كان من نعمة الله على علي بن ابي طالب ومما صنع الله له واراداه به من الخيرون قسراً أصابته هم ازمتہ شدیدیہ (ابن ہشام صفحہ ۱۵۶ الطبری جلد ۲ ص ۵۷)

رسول اللہ کے ہمراہ علی کس طرح رہے اس کو خود علی سے بہتر اور کون بیان کر سکتا ہے، ملاحظہ فرمائیے اور شاد ہوتا ہے، وقد علمتم موضع من رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقرابة القريبة والمنزلة الخصيصة وضعي في حجره وانا وليد يرضني الى صدره ويكفني الى فراشه ويمسني حبله ويشتمني عرفه وكان يفيضني الشئ ثم يلقيني وما وجد لي كذبة في قول ولا خطبة في فعل ولقد قوت الله به صلى الله عليه واله من لدن ان كان فطماً اعظم ملك من ملائكة يسلك به طريق الكرام ومحاسن اخلاق العالم ليله ونهاره ولقد كنت اتبعه اتباع الغصيل اشراصة يرد علي في كل يوم من اخلاقه علماً ويا صبر في بالاقصداء به ولقد كان يجاور في كل سنة بجراة قاراء ولا يراه عبيدي ولا حريمي بدت وا حسد يومئذ في الاسلام غير رسول الله صلى الله عليه واله وخديجة وانا ثالثهما اري نورا لوسى والرسالة واشهر ربيع النبوة ولقد

مجھے اپنی منزلت خاصہ اور پیغمبر سے قرابت قریب کی وجہ سے اگر کاه رات میں جو علو مرتبت و مقام بلند حاصل ہے اس سے تم اچھی طرح واقف ہو میں بھی کچھ ہی تھا کہ رسول اللہ نے مجھے گود لے لیا، مجھ کو حضرت اپنے سینے سے چھتاے اور فرش مبارک پر اپنے پیلو میں لٹاتے، اپنے سر منہ کو میرے جسم سے لگاتے اور اپنی خوشبو مجھ کو سونپتے تھے (پیشہ خود کسی چیز کو چباتے پھر میرے ذہن میں وہ دیکھتے تھے حضرت نے میرے گھٹاہ میں کوئی دروغ اور کردار میں کوئی فساد نہیں پایا، رسول اللہ کی دودھ بڑھائی کے وقت سے خداوند عالم نے اپنے فرشتوں میں سے ایک بزرگ فرشتے کو آپ کا ہم نشین و جلس بنا دیا تھا جس کے ساتھ آپ دن رات کل عالم کے حقائق کو میرے محاسن عظیمہ پر چلتے تھے، اور میں مجھ حالات میں رسول اللہ کی پیروی اس طرح کرتا تھا جیسے اوتھ کا بچہ اپنے ماں کی پیروی کرتا ہے، حضرت ہر روز اپنے چچم خلاق و علم و کرام کو میرے لیے بلند فرماتے اور مجھے اس کی پیروی کا حکم دیتے، ہر سال کوہ حرام میں آپ عظیم رہتے تھے اس حالت میں حضرت کو صرف میں ہی دیکھتا اور ملتا، کوئی دوسرا نہیں دیکھ سکتا تھا یہ وہ وقت

رسول کے ساتھ علی کس طرح رہے

سمعت رتبة الشيطان حين نزل الوحي عليه
صلى الله عليه وآله فقلت يا رسول الله ما
هذه الرتبة فقال هذا الشيطان اليبس من
عبادته انك تسمع ما اسمع وترى ما ارى
الا انك لست ببني وليكنك وزير وانك
لعلى خير

عبادت كلف جانے۔ اوس ہو گیا ہے، اے علیؑ بے شک یہ تمہارا ہی مرتبہ ہے کہ جو کچھ میں سنتا ہوں وہی سنتے ہو اور جو
کچھ میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، تم نبی تو نہیں ہو لیکن نبی کے مددگار اور وزیر ضرور ہو،
علیؑ نے اپنے اس بیان میں اس امر کو صاف کر دیا ہے کہ آپؐ کچھ میں پیغمبر کے ساتھ کس عنوان سے رہے جب آپؐ بظاہر پہنچتے تھے تو آپ
آپ کو اپنے سینے سے لگا لے رہتے، اپنے پاس لٹاتے اپنی خوشبو سونگھاتے، کچھ چاکر آپ کے دہن میں دے دیتے، حسین بن علیؑ
بن علی بن الحسین الشہید بکبر بلکہ "تہلاتے ہیں،

سمعت زید ابی علیہ السلام یقول کان
رسول الله صلعم عیضه الحمة والقرقحی
متلین یجملہما فی فم علی علیہ السلام
وهو صغیر فی حجره **شرح ابن ابی احمد** جلد سوم صفحہ ۲۵۲ طبع مصر
علیؑ کے ساتھ پیغمبر کا طرز عمل ایسا تھا کہ جیسا ایک ہرآن آپؐ اپنے محبوب فرزند کے ساتھ کرتا ہے، پیغمبر کا علیؑ کو اپنا بیٹا سمجھنا
صاف روشن تھا کہ دوسرے بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے، فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے پدر عباسؓ
سے دریافت کیا، رسول اللہؐ اپنے بیٹوں میں سے زیادہ کس کو چاہتے تھے۔ فرمایا۔

یقول سالت ابی عن ولد رسول الله صلعم
السن کور ایتمہ کان رسول الله له أشد حباً
فقال علی ابن ابی طالب فقلت له سألتک عن
بنیه فقال انه کان احب علیہ من بنیه
جملہ وارث ما رأیناہ زایلہ یوما من الدهر
مندی کان طفلاً الا ان میكون فی سفر لخریجة
ومارأیناہ اباً أبیر بان منه لعلی ولا امنا
اطوع لأب من علی له

شرح ابن ابی احمد جلد سوم صفحہ ۲۵۲ طبع مصر
انٹا طبع و فرماں بردار دیکھا جتنا کہ علیؑ فرزندان اطاعت و قرآن برداری رسول اللہؐ کی کرتے تھے۔
یہ بیان حقیقت ترجمان کسی معمولی شخص کا نہیں ہے، یہ عباسؓ عم رسولؐ ہیں جو اپنے بیٹے فضل سے بتلا رہے
صحاب میں عباسؓ سے بہتر رسولؐ کی نجی زندگی اور خاندانی حالات سے کس کو واقفیت ہو سکتی ہے، ذرا صبر و سکون کے
سوال جواب پر نظر کیجئے، رسولؐ کی اولاد کے متعلق سوال ہے، عباسؓ جواب دیتے ہیں کہ رسولؐ صلعم کی احب اولاد علیؑ تھے
علیؑ رسولؐ کے بیٹے نہ تھے، بلکہ ابن عم تھے، لیکن عباسؓ علیؑ کو رسولؐ کا حقیقی فرزند کی حیثیت سے پیش کر رہے تھے، اصل
یہی نہیں بلکہ رسولؐ کے فرزندوں میں سب سے زیادہ رسولؐ کے چھ بیٹے علیؑ کو بتلاتے ہیں، یہی وہ منزلت ہے جو
علامہ کسی حاصل نہیں ہے، اسی طرف علیؑ نے اپنے کلام میں اشارہ فرمایا ہے جس سے اس زمانہ کی دنیا و آفت تھی "و
علیہ موضع من رسول الله صلعم بالقرابة القریبة والمنزلة الخصیصة"

نما جب کہ کسی گھرانے کے لوگ حلقہ اسلام میں داخل نہ تھے
سوائے رسول اللہؐ اور حضرت خدیجہ کے اور میں ان دونوں
کا تیسرا نکاح تنہا میں ہی نور رسالت و وحی کو دیکھتا تھا اور
خوشبوئے نبوت کو سونگھتا تھا، جس وقت حضرت پر پہلی تربہ
وحی نازل ہوئی۔ میں نے شیطان کی چیخ سنی، میں
نے دریافت کیا یہ کسی فریاد ہے؟ فرمایا یہ شیطان ہے جو اپنی
عبادت کیلئے جانے۔ اوس ہو گیا ہے، اے علیؑ بے شک یہ تمہارا ہی مرتبہ ہے کہ جو کچھ میں سنتا ہوں وہی سنتے ہو اور جو
کچھ میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، تم نبی تو نہیں ہو لیکن نبی کے مددگار اور وزیر ضرور ہو،
علیؑ نے اپنے اس بیان میں اس امر کو صاف کر دیا ہے کہ آپؐ کچھ میں پیغمبر کے ساتھ کس عنوان سے رہے جب آپؐ بظاہر پہنچتے تھے تو آپ
آپ کو اپنے سینے سے لگا لے رہتے، اپنے پاس لٹاتے اپنی خوشبو سونگھاتے، کچھ چاکر آپ کے دہن میں دے دیتے، حسین بن علیؑ
بن علی بن الحسین الشہید بکبر بلکہ "تہلاتے ہیں،

میں نے اپنے باپ زید شہید سے سنا کہ وہ فرماتے تھے، رسول اللہؐ
گوشت و کبوتر کو جباتے تھے جب وہ بارگاہ نرم ہو کر کھل جاتا تو اس
کو علیؑ کے دہن میں دے دیکرتے تھے۔ علیؑ اس زمانہ میں رسول اللہؐ
کے گود میں بالکل کم سن بچے تھے،
علیؑ کے ساتھ پیغمبر کا طرز عمل ایسا تھا کہ جیسا ایک ہرآن آپؐ اپنے محبوب فرزند کے ساتھ کرتا ہے، پیغمبر کا علیؑ کو اپنا بیٹا سمجھنا
صاف روشن تھا کہ دوسرے بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے، فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے پدر عباسؓ
سے دریافت کیا، رسول اللہؐ اپنے بیٹوں میں سے زیادہ کس کو چاہتے تھے۔ فرمایا۔

علی ابن طالب کو میں نے کہا، میرا سوال تو رسولؐ کے بیٹوں
کے بارے میں تھا، فرمایا رسول اللہؐ اپنے سب بیٹوں سے
زیادہ علیؑ کو دوست رکھتے تھے، انھیں پر سب سے زیادہ
شفقت و مہربانی فرماتے تھے، میں نے آنحضرتؐ کو کبھی نہیں
دیکھا کہ علیؑ کسی میں ان کی حسدانی کو تھوڑی دیر کے لیے
بھی گوارا فرمائیں، سوائے اس کے کہ خدیجہ کے کام سے
جب آپؐ کہیں جاتے تھے، میں کسی باپ کو بیٹے کے ساتھ ہی
شفقت پر ہی کرنے والا نہیں دیکھا جتنا کہ رسول اللہؐ علیؑ
کے ساتھ پدرانہ شفقت فرماتے تھے اور نہ کسی بیٹے کو باپ کا
انتقام طبع و فرماں بردار دیکھا جتنا کہ علیؑ فرزندان اطاعت و قرآن برداری رسول اللہؐ کی کرتے تھے۔

یہ بیان حقیقت ترجمان کسی معمولی شخص کا نہیں ہے، یہ عباسؓ عم رسولؐ ہیں جو اپنے بیٹے فضل سے بتلا رہے
صحاب میں عباسؓ سے بہتر رسولؐ کی نجی زندگی اور خاندانی حالات سے کس کو واقفیت ہو سکتی ہے، ذرا صبر و سکون کے
سوال جواب پر نظر کیجئے، رسولؐ کی اولاد کے متعلق سوال ہے، عباسؓ جواب دیتے ہیں کہ رسولؐ صلعم کی احب اولاد علیؑ تھے
علیؑ رسولؐ کے بیٹے نہ تھے، بلکہ ابن عم تھے، لیکن عباسؓ علیؑ کو رسولؐ کا حقیقی فرزند کی حیثیت سے پیش کر رہے تھے، اصل
یہی نہیں بلکہ رسولؐ کے فرزندوں میں سب سے زیادہ رسولؐ کے چھ بیٹے علیؑ کو بتلاتے ہیں، یہی وہ منزلت ہے جو
علامہ کسی حاصل نہیں ہے، اسی طرف علیؑ نے اپنے کلام میں اشارہ فرمایا ہے جس سے اس زمانہ کی دنیا و آفت تھی "و
علیہ موضع من رسول الله صلعم بالقرابة القریبة والمنزلة الخصیصة"

بے شک رسول اللہؐ اپنی حقیقی اولاد سے بھی زیادہ علیؑ پر شفقت و مہربانی فرماتے تھے اور "علیؑ" سب سے زیادہ رسول اللہؐ کے طبع و فرماں بردار تھے
جسیر بن مطعم بن عدی بن نوفل القرشی صحابی رسولؐ کہتے ہیں۔
قال ابی مطعم بن عدی لنا ونحن صبیان بمكة
الاحترقون حب هذا الغلام یعنی علیہ السلام
و اتباعه له دون البیہ، واللآل والعسری
نود دت انہ ابی بغتبان یعنی نوفل جمیعاً

ابن ابی احمد جلد سوم صفحہ ۲۵۲ طبع مصر
ہمارے باپ مطعم بن عدی مجھ سے اور ہمارے قبیلہ کے دوسرے
لوگوں سے کہتے تھے کیا تم لوگ اس لڑکے کی محبت کو جو ان
کو مجھ سے ہے اور جس طرح یہ مجھ کی پروری بجائے اپنے باپ کے کرتے ہیں
اس کو نہیں دیکھتے ہو تم بے لالہ و غریبی کی اپنا دل تو یہ جانتا
تھا کہ بجائے اپنی نوفل کے تمام لڑکوں کے علیؑ میرے بیٹے ہوتے۔
بے شک رسول اللہؐ اپنی اولاد پر علیؑ کو ترجیح دیتے تھے تو علیؑ بھی اپنے والدین پر رسول اللہؐ کو ترجیح دیتے تھے یہ علیؑ بن ابی طالبؓ کی
میں پیدا ہوتی تھی، یہ تو بچپن کے دور اولیٰ کے حالات ہیں لیکن علیؑ جب اس سن پر پہنچے جب کہ عام طور سے بچوں میں تو انانی
اور رشد کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اس وقت کسی پروری کی اور رسول اللہؐ نے کیا نوازا، یہ تاریخ اسلام کے روشن واقعات ہیں
جن سے تاریخ کا طالب علم واقف ہے، سفر و حضر میں اب علیؑ رسول اللہؐ کے ساتھ ہی رہتے تھے جہاں رسولؐ ٹھہرتے علیؑ بھی قیام
کرتے اور جہاں سے رسولؐ کوچ فرماتے علیؑ بھی روانہ ہوتے، "اتباع الفضیل اشراۃ"، جس طرح اولیٰ کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے
پیچھے ہوتا ہے، دن رات کسی وقت رسولؐ کا ساتھ نہیں چھوڑتے تھے۔ رسولؐ کے ادب و اخلاق کو اپنے ابتدائی سے مطالعہ
فرمایا اور آپؐ ہی محل اسرار و رموز نبوت ٹھہرے، علوم نبوت، تنزیل و تاویل اور معقول و منقول جمیع علوم و معارف کو پیغمبرؐ نے
آپ ہی کو سیر و فرمایا اور یہ ارشاد کیا،

یا علی ان الله أصفیٰ أدنیك واعلمك لتعنی و
انزلت هذه الایة و تعیها اذن واعیہ فانت اذن
واعیہ لعلمی **شرح ابن ابی احمد** جلد سوم صفحہ ۲۵۲ طبع مصر
جس مصر اور مشرق جلال الدین بیڑی جلد ۲۱ صفحہ ۲۵۲ طبع مصر
نص قرآن سے علیؑ علم رسولؐ کے لیے "اذن واعیہ" ہیں جس کی گواہی خود پیغمبرؐ کے رہے ہیں، رسول اللہؐ نے علیؑ کے ساتھ یہ سب
کچھ اذرعے بخت اتفاق یا کسی احسان کے بدلہ میں نہیں کیا تھا بلکہ خود خداوند عالم نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا تھا، جیسا کہ ارشاد
فرمایا ہے "وان الله اصرفی" صرف یہی نہیں بلکہ حضرت کو اس پر مامور کیا گیا تھا کہ اپنا امتین و زہر فرزندان ابوطالب میں علیؑ ہی
کو بنائیں، چنانچہ علامہ ابن ابی احمد یہ اپنی شرح میں مشہور روایتیں احمد بن محمد بن علیؑ، اور ابو الفرج علی بن الحسین الاموی الاصفہانی
کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے علیؑ کو اپنی سرپرستی میں لیتے وقت اپنے امام سے ارشاد فرمایا،
اختارت من اختاره الله لی علیہ کمر علیہا
میں نے علیؑ کو صغیر اپنی ذاتی ہند سے نہیں بلکہ خدا کے انتخاب
پر ان کو تم پر منتخب کیا ہے

خداوند عالم نے فرزندان ابوطالب میں سے علیؑ کو اپنے رسولؐ صلعم کے لیے منتخب کیا تھا تاکہ بعد رسولؐ علیؑ علم رسولؐ و منصب تبلیغ
کے وارث و جانشین ہو سکیں، اولاد ابوطالب میں سوائے علیؑ کے کوئی ایسا نہ تھا جو علم و حکمت، فصاحت و بلاغت، فہم و فضا اور
اور دوسرے کمالات میں رسولؐ کا جانشین ہوتا، دراصل علیؑ میں قدرت کی وہی ہوتی ایسی استعداد و صلاحیت تھی کہ کب سراج نبوت سے
استفاضہ فرماتے جیسا کہ خود ہی فرمایا ہے، "انا من احمد کما الفصد من الصود" یہی وجہ ہے کہ علم و فضل و حکمت و عدل میں رسولؐ کے
کمالات کا اصل کے مطابق آپؐ بالکل صمیم نمونہ تھے، اسی لیے رسول اللہؐ اپنے کمالات کا ایندھن و محافظہ علیؑ کو بناتے رہے، علیؑ نے ایک
سائل کے جواب میں اپنے عزات و علم کا سبب یہ بتلایا ہے،
انی كنت اذ سألته ابناً و اذ اسکت ابناً فی
روایع مخرجات ابن عمر جلد سوم صفحہ ۲۵۲ طبع مصر

جب میں رسول اللہؐ سے سوالات کرتا تو حضرت بتلاتے اور جب
میں نہ دریافت کرتا تو خاموش ہو جاتا تو بڑے کوچہ خود سے مجھے بتلاتے

علیؑ بن ابی طالبؓ کی
میں پیدا ہوتی تھی،
یہ تو بچپن کے دور
اولیٰ کے حالات ہیں
لیکن علیؑ جب اس سن
پر پہنچے جب کہ عام
طور سے بچوں میں تو
انانی اور رشد کے
آثار پیدا ہو جاتے
ہیں اس وقت کسی
پروری کی اور رسول
اللہؐ نے کیا نوازا،
یہ تاریخ اسلام کے
روشن واقعات ہیں
جن سے تاریخ کا طالب
علم واقف ہے، سفر
و حضر میں اب علیؑ
رسول اللہؐ کے ساتھ
ہی رہتے تھے جہاں
رسولؐ ٹھہرتے علیؑ
بھی قیام کرتے اور
جہاں سے رسولؐ کوچ
فرماتے علیؑ بھی
روانہ ہوتے، "اتباع
الفضیل اشراۃ"،
جس طرح اولیٰ کا
بچہ اپنی ماں کے
پیچھے پیچھے ہوتا
ہے، دن رات کسی
وقت رسولؐ کا
ساتھ نہیں چھوڑتے
تھے۔ رسولؐ کے
ادب و اخلاق کو
اپنے ابتدائی سے
مطالعہ فرمایا اور
آپؐ ہی محل اسرار
و رموز نبوت
ٹھہرے، علوم نبوت،
تنزیل و تاویل اور
معقول و منقول
جمیع علوم و معارف
کو پیغمبرؐ نے آپ
ہی کو سیر و
فرمایا اور یہ
ارشاد کیا،

علامہ مناوی "عبدہ علی" کی شرح میں لکھتے ہیں، "عبدہ" کہتے ہیں اس ظرف کو جس میں انسان نفیس و عمدہ چیزوں کو محفوظ رکھتا ہے،

علی عبدہ علی ای مظنة استقصا صحی و خاصتی
و موضع سری و معدن نقاشی و العبدیہ ما یجوز
الرجل فیہ لغائذ قال ابن ورید و هذا من
کلامه الموجز الذی لہ سبق ضرب المثل بہ
فی ارادة اختصا صہ یا موسر الباطنة السی
لا یطلع علیہا احد غیرہ و ذلک غایۃ
فی مدح علی و قد کانت ضاراً عدائہ منطویۃ
علی اعتقاد تعظیمہ

(فیض القدیر للحافظ المناوی جلد ۱ ص ۲۱۳)

شیخ محمد کفنی حاشیہ شرح العزیزی جلد ۱ ص ۲۱۳ پر لکھتے ہیں :-

حدیث عبدہ سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت کے علم کے منظوف و محفوظ
ہیں کیونکہ آنحضرت شہر علم ہیں اور آپ اس کے دروازہ اسی بنیاد
صحابہ مشکلات علوم میں حضرت علی کے محتاج رہا کرتے تھے۔

میری امت میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے میرے بعد علی بن ابی طالب ہیں

(۱۳) علی بن ابی طالب اعلم الناس بالذات والناس
علی اسلم الناس ہیں خدا اور انسانوں کے متعلق
(منتخب کنز العمال ص ۳۲)

(۱۴) افضلکم علی بن ابی طالب

(استیعاب جلد سوم ص ۲۱۳)

(۱۵) لیسناک العلم ابو الحسن لقد شربت العلم شراباً
و شملتہ نعلماً

حلیۃ الاولیاء ابو نعیم جلد اول ص ۲۱۳ منتخب کنز العمال ص ۳۲

(۱۶) قسمت الحکمة عشقاً اجزاء فاعطی علی تسعة
اجزاء والناس جزء واحد و علی اعلم بالجزء
او احد منہم

(منتخب کنز العمال جلد اول ص ۲۱۳ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم جلد اول ص ۲۱۳)

علی کی عظمت علی کا اثر ان کے زمانے والے بھی برآ کر رہے ہیں، عبد اللہ بن مسعود رسول اللہ کے مشہور صحابی جن کو مسلمانوں نے
اوتمو المسلم کا لقب دیا ہے (تذکرہ الحفاظ علامہ ذہبی جلد اول ص ۲۱۳) وہ کہتے ہیں :-

ان القرآن انزل علی سمعت اصوات ما منہا
حرف الا لا ظہور و بطن وان علی بن ابی طالب
عندہ علم الظاہر والباطن

صہبائہ میں اس پر رائے ہیں :-

واللہ لقد اعطی علی بن ابی طالب تسعة اعشار

علم کے دس حصے میں دس حصے تو علی کو ملے اور دسواں حصہ دیا ہے

العلم و ابوہ اللہ لقد شارککم فی القصر العاشر
(استیعاب جلد سوم ص ۲۱۳)

عبداللہ بن عباس وہ بزرگ ہیں جو مسلمانوں میں، "محیط العلم بن الصبیح" "جبر الامہ" "ترجمان القرآن" کے القاب مشہور ہیں

ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کا علم "علی" کے علم کے مقابل میں کیا حیثیت رکھتا ہے فرمایا "کنسبہ قطرة المطر الى البحر
البحیط" جیسے بارش کا ایک قطرہ بے پناہ سمندر کے مقابلہ میں حقیر اور بے مایہ ہے ویسے ہی میرا علم علی کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا

(ترجمہ علی بن ابی طالب احمد زکی صفوت ص ۲۱۳ طبع مصر) یہ علی ہی ہیں جنہوں نے مشکلات علوم میں خلفاء کی مشکلات کی فرمائی جس کی بنا پر خلیفہ ثانی عمر کہا کرتے تھے لولا علی

لہلک عمر، اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا (ترجمہ علی بن ابی طالب احمد زکی صفوت ص ۲۱۳ تذکرہ خواص الامہ سبط ابن الجوزی ص ۲۱۳)

کبھی یہ کہتے ہیں، "لا ابقانی اللہ لمعضلة لایس لها ابو الحسن" جس عقدہ لایحل کی گرہ کشائی کے لیے علی نہ ہوں اس وقت
خدا مجھے باقی نہ رکھے، (ریاض النضر لمحیط الطبری جلد دوم ص ۱۹۶ فیض القدیر شرح جامع الصغیر للحافظ الشیخ عبدالرؤف المناوی جلد ۲ ص ۲۱۳)

اسی طرح خلیفہ دوم نے حضرت کے متعلق یہ گواہی دی ہے

هذه اعلم بنینا و بکتاب بنینا

یہ علی ہمارے رسول اور قرآن کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں

(زین البیہقی فی شرح سورة بل اتی لا محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی)

معاویہ کا سادشمن بھی اقرار کرتا ہے،

کان رسول اللہ یعزہ بالعلم عوا

(صواعق محرقة ابن حجر ص ۲۱۳ طبع مصر) ذخائر العقبی لمحیط الطبری ص ۲۱۳

جب حضرت علی کی شہادت کی خبر معاویہ کو ملی تو اس کی زبان سے بے ساختہ یہ فقرہ نکل پڑا تھا "ذهب الفقه والعلم

بموت ابن ابی طالب" علی کی موت سے علم و فقہ کا خاتمہ ہو گیا، (استیعاب جلد ۲ ص ۲۱۳)

رسول اللہ کے دو معجزے | دراصل رسول اللہ کے دو باقی رہنے والے معجزے "علی" اور "قرآن" ہیں جو پیغمبر کی صداقت نبوت کے

ثبوت ہیں، قرآن اپنی فصاحت و بلاغت و اعجاز کے اعتبار سے اس پر دلیل ہے کہ وہ وحی رب جلیل ہے اور علی اپنے علم و فضل و عظمت

و کرامت اور متضاد محاسن خلاق کے مظہر ہو کر اس کا ثبوت ہیں کہ یہ ہم نشین و جانشین پیغمبر ہیں اسی لیے قرآن اور علی یہ دونوں

ساتھ ہی ساتھ ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے، جیسا کہ خود پیغمبر کا ارشاد ہے -

علی مع القرآن و القرآن مع علی لا یفترقان حتی

علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ یہ دونوں ایک دوسرے

سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک حوض کوثر پہنچے اس وار دونوں

یہر علی الحوض

(صواعق محرقة ابن حجر ص ۲۱۳ طبع مصر)

ایک سنی عالم کی علی کے متعلق گواہی | امیر المومنین علی بن ابی طالب کے کمال علم و فضل کا اقرار صرف شیعوں ہی کو نہیں ہے بلکہ اہلسنت اور

غیر مسلم بھی کرتے ہیں چنانچہ مشہور عالم اہلسنت علامہ مصطفیٰ بک نجیب مصری "علی" کی محیر العقول شخصیت کے متعلق لکھتے ہیں

ماذ یقول القائل فی هذا الامام؟ وکل

وصات منسوب الی العجز لتقصیرہ عن الغایة

مہماتنھی بہ العقول دکنی بشہادۃ صلی اللہ

علیہ وسلم فانہ باب مدینۃ العلم دلیلا

علی مکتون السرا الذی فیہ فہو اول فی العلوم

اول فی الشجاعة، اول فی السخاء، اول فی

الحلم والصفح، اول فی الفصاحة اول فی

الزهد اول فی العبادة اول فی التدبیر والذی

کچھ والا، اس امام کے مطلق آخر کیا ہے، ثنا و صفت بیان

کرنے والا آپ کے کمال ثنا و صفت کو بیان کرنے سے عاجز و قاصر

رسول اللہ کا یہ ارشاد کہ آپ مدینہ علم کے در ہیں آپ کے کمال فضل و

شرف کے لیے کافی ہے آپ ہی علوم میں سب سے اول، شجاعت میں

سب سے اول، جود و سخا میں سب سے اول، حلم اور درگزر کرنے میں سب

سے اول، فصاحت و بلاغت میں سب سے اول، زہد و ریاضت میں

سب سے اول، بندگی و عبادت میں سب سے اول، تدبیر و سیاست میں

سب سے اول، آپ کمال صحت و یقین کی وجہ سے اپنی رائے و تدبیر

اشد الناس رايًا واصحهم تدبيرًا ولا تقناه
 لكان ادعى العرب انما افرغ من كل قلب فهو
 محبوب الى كل نفس ظهر من جبال العظمة بمعالیه
 فاستولى الاضطراب على الاذهان والحدارات
 وذهب الناس فيه من اهاب خرجت به عن
 حدود العقل والشریعة اهل الذم تحب
 والفلاسفة تعظم وملوك الروم تصوم في
 بيوتها وبيعها وروساء الجيوش تكتب اسمه على
 سيوفها كما نهو فال الخیر وایة النصر والظفر
 (حماة الاسلام جزء اول ص ۹ طبع مصر)

علی کے متعلق ایک مشرق کی گواہی [مستشرق شہیر گابریل انگریزی (Gabriel Enkibi) اپنی قابل قدر کتاب
 شہسوار اسلام (Chevalier d'islam) میں جو فرانسیسی زبان میں امیر المومنین کے
 حالات میں اس نے لکھی ہے، لکھتا ہے:۔

"علی کی بلند شخصیت میں دو صفیں "علی حد کمال" ایسی پائی جاتی ہیں کہ جن کا ایک مقام پر جمع ہونا سمجھ سے
 باہر ہے اور تاریخ عالم میں سوائے علی کے اور کوئی دوسری مثال نہیں ملتی، علی ہی کی ذات پر جو تیرہ مان جنگ فاتح اور جنرل ہونے کے
 ساتھ ہی ساتھ ایک زبردست عالم، فصیح ترین خطیب بھی تھی، کی "روڈنڈ" ROLAND "بایارڈ" BAYARD کے
 متعلق یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ قورات و انجیل کی مشرق و تغیر کر سکتے ہیں اور بالائے منبر فصیح و بلیغ تقریر کر کے قانون مدنی مدنی Catin
 Procedure Law قانون تویزات Crimina Procedure Law کے عقود کی گرہ کشی کر
 سکتے ہیں، ایسا ممکن ہے کہ مقدس تھامس ڈاکنٹ Saint Thomas d'aquin مقدس جان کریسٹوم
 Ceint Jean Chrysostome یا شب (اسقف) ایسوپ Bishop Bossuet میدان جنگ میں ایک جاز
 سپاہی کی حیثیت سے شمشیر و خنجر پر حملہ کرتے اور ان کی صفوں کو خاک و خون میں ملاتے نظر آئیں یہ تو صرف علی ہی کی ایک مثال ہے جن کو
 تاریخ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے"

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ علی اپنے ان صفات کے لحاظ سے پیغمبر اسلام کے ایک زندہ معجزہ تھے، یہ شبی رجحان و عقیدت کا مظاہرہ
 نہیں ہے بلکہ علمائے اہلسنت بھی یہی بتلاتے ہیں چنانچہ علامہ شیخ شہاب الدین احمد الانصاری لکھتے ہیں،

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم
 اللہ وجہہ الہیہ من آیات اللہ ومعجزہ من معجزات
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مؤید بالتأیید
 الاطقی کاشف الکروب ومجلیبها ومثبت قواعد
 الاسلام ومرسبها (سنن جلد اول ص ۱۹ طبع مصر)

علامہ محمد باقر عابدی نے اپنی کتاب "تاریخ اسلام" میں لکھا ہے کہ "علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ولادت کے وقت ایک مشعل کی طرح
 میں نمودار ہوئے اور وہی مشعل تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو عطا کی گئی تھی اور ان میں سے ایک شخص تھا
 علامہ BAYARD مشہور فرانسیسی جنگ جبردار شہید تھا اس ہمارے شارل ہشتم اولی دوازہ دم و فرماؤں کے لئے
 کی جنگوں میں بڑے کارنامے کیے ہیں یہاں تک کہ اسکی شجاعت و ہمت کی تعریف اس کے دشمن تک کرتے تھے، سید!

وہ مقدس تھامس ڈاکنٹ، عیسیٰ زبیب کا ایک مشہور قدس، متراض و حامی
 علامہ مقدس جان کریسٹوم، کوکی ضابطیت کا مشہور زائد اراک الدنا عبادت گزار
 علامہ اسقف ایسوپ، فرشتہ و دیوتایب اسقف اور کباب مصنف بلقیں القان غرض فصیح و بلیغ تقریروں کے کرنے میں آپ اپنا نظریہ

اس طرح علامہ کفوی شامی اپنی کتاب طبقات میں لکھتے ہیں کہ "حضرت علیؑ نہایت حاضر جواب تھے اور فی البدیہہ خطبہ کہتے تھے اور آپ رسول اللہ کے

علیؑ نے رسول اللہ کی تحریک علمی کو آگے بڑھایا [ذریعہ پیغمبر اسلام کے بعد علیؑ ہی کی تہادہ ذات تھی جس نے رسول اللہ کی تحریک علمی کو
 آگے بڑھایا اور دنیا سے جہل و نادانی کو دور کیا آپ کے علوم و معارف کی اشاعت کی، تقفل و تفکر پر زور دیا، تحقیق و تنقید کے دروازے
 کو کھولا، آپ ہی نے عقل کی رہبری کے ساتھ شریعت پر عمل پیرا ہونے کی تعلیم دی، آپ کے اقوال و خطبات و رسائل ہمارے اس بیان دلیل
 ہیں، آپ کی تقریروں و خطبوں سے عربوں میں علمی بیداری پیدا ہوئی، عربوں کی بول چال کو زندہ علمی زبان بنانے کا شرف آپ ہی کو تو
 اور آپ ہی نے سب سے پہلے عربی علم کو قواعد زبان کی ایجاد کی اور اس کے اصول و قواعد کو اپنے مشہور شاگرد، ابوالاسود الدلی البصری،
 کو نہ صرف زبانی تعلیم دی بلکہ لکھا بھی دیا اور اس کے بعد ان کو لسانی تحقیقات کے لیے مقرر فرما کر مستقل ایک کتاب لکھنے پر مامور فرمایا
 (مراتب المومنین ابوالطیب النعمانی، محاضرات راجعہ انہماقی، ترجمہ ابوالاسود الدلی البصری، کتاب الادب، جلد اول، ص ۱۰۰ طبع مصر)
 عسقلانی، ارشاد القاصد النعمانی، مجمع الادب، جلد اول، ص ۱۰۰ طبع مصر، وفیر ذک
 احمد ذکی صفوت، عمقیر الایام العقاد، وفیر ذک
 عربی زبان کو علیؑ نے زندگی بخشی اور اس کو علمی مرتبہ دیا [ابوالاسود الدلی کو امیر المومنین سے بہت فیض پہنچا، جس کی وجہ سے،

کان اعلم الناس بکلام العرب وذرعوها افندہ یحبیب
 فی کل لغة
 وہ ماہر لسانیات تھے اور تمام لوگوں میں کلام عرب کے سب سے عالم
 اور ہر لغت کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اس میں بات چیت کرتے تھے

قواعد عربیہ کی ایجاد سے علی بن ابی طالب نے عربوں اور ان کی زبان کو حیات جاودانی بخشا، اس کا اقرار خود ابوالاسود کو بھی
 تھا جنہوں نے امیر المومنین سے یہ عرض کیا تھا
 احیتنا وبقیت فینا هذه اللغة
 ہم عربوں کو اپنے زندہ کر دیا اور ہماری زبان کو اپنے بقائے دہ بخشا

مجمع الادب، جلد اول، ص ۱۰۰ طبع مصر، وفیر ذک
 حضرت نے زبان عرب میں نہ صرف بہت سے الفاظ و کلمات، تراکیب، محاورات و ضرب الامثال کا اضافہ فرمایا بلکہ غیر زبان
 کے الفاظ کو بھی عربی میں شامل کرنے کا علمی ثبوت دیا، ایک مرتبہ مشہور قاضی شریح سے حضرت نے کچھ دریافت فرمایا، اتنا ہی نے فصیح جواب
 دیا، حضرت نے مجھے "اصبت" یا "جئید" ارشاد فرماتے کے اسی کے ہم معنی رومی زبان کے لفظ کو استعمال فرمایا، "قانون"
 یعنی درست ہے، کتاب المزہر السیوطی جلد اول ص ۱۰۰ طبع مصر، شفاء العلیل شہاب الدین الحنفی ص ۱۰۰ طبع مصر، اسی وجہ سے اہل لغت اس لفظ
 کو ذکر کرنے پر مجبور ہوئے (قاموس جلد رابع) ظاہر ہے کہ قاضی شریح بن حارث بن قیس لکھنؤی الکو فی محال ص ۱۰۰ طبع مصر، اور ان کی زبان بھی
 عربی تھی ان سے گفتگو کرنے میں امیر المومنین کا غیر عربی رومی لفظ استعمال کرنا اس امر کو صاف ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت کا رجحان غیر عرب
 الفاظ استعمال کرنے میں کیا تھا اور یہ رجحان حضرت کا کیوں نہ ہوتا جبکہ قرآن حکیم میں، طور، ربانیوں، حراط، قطاس، فردوس،
 مشکاة، سجل، تنور، سراب، وغیرہ لفظ کے سے غیر عربی الفاظ استعمال ہوئے ہیں،

علی کی تحریک علمی اور اس کے موانع [حضرت عربوں (مسلمانوں) کو ایک جاہل جنگ جو سپاہی نہیں بنانا چاہتے تھے بلکہ آپ کا مسلح نظریہ تھا
 کہ وہ دولت دین کے مالک ہونے کے ساتھ ہی ساتھ علم و حکمت بھی سربا یہ وار نہیں اور اپنے دولت دین و نور علم سے تمام دنیا کو مالا مال و منور کریں
 اور دنیا کو انوث و مساوات کا سبق پڑھائیں، لیکن امیر المومنین نے جب زمام حکومت کو لینے یا تھوں میں لیا ہے اس وقت تعصب قومی و
 طبقات کا دور دورہ تھا اسلامی مساوات و روا داری کو عربوں نے بھلا دیا تھا، الاستاذ الشیخ عبداللہ العلامی لکھتے ہیں

ان نفس عمار لکبیر لم تکن تفکر الا بالتوسع
 فهو لم یعد الشعب للاستقرار وادنا اجتهد
 باعدا دہ العرب بسبیل نشأ المبداء کا
 سلاھی المجدید فی اکبر رقة من الارض
 وھذا المخطو وان لم تکن اخادات العرب
 دولة واسعة الارحاء الا انھا غلبت ممتاسکة
 انفس بزرگ عمر کو سوائے مملکت و سلطنت بڑھانے کی اور کوئی
 فکر تھی انھوں نے ملت عرب کو صرف جنگ و پیکار کے لیے
 آمادہ کیا ان میں سلطنت کو بانی رکھنے کی صلاحیت نہیں پیدا
 کی کہ وہ قانون جدید اسلامی کو حدود مملکت میں رواج دیتے
 اگرچہ عربوں کے قبضہ میں بہت بڑی سلطنت آئی لیکن اس
 کی بنیاد مستحکم تھی بہت جلد زوال و انحلال آگیا اور ان لوگوں

مستحق

مستحق

غیر عربی الفاظ
 کو استعمال کرنے
 میں علی کا
 رجحان

خطہ

الْبَصَا وسرعان ما انتبعت فيها العصبية القبلية والعصبية الشعبوية وعانت الدولة اشتد العناء في رفق الفتوق التي اوقفت كل نشاط مثمر ولعل أكبر دليل على عدم نظم التعاليم الاسلامية في نفوس العرب انهم سمعوا بعنصرتهم فوق العناصر حتى لكأنهم ارستقراطية على الناس كافة والا سلام لا يعرف ارستقراطية الجاعل والجنس بل جالس بين الشعوب حين خلقهم من ذكروا نثي وجعلهم شعوبا ونبائل ليتعارفوا على مثل خاصية ومبادي فضلي وتعاليم قويمه كالتفاضل فيجادون اتاعها ومن هذا يظهر ان عصبية العربي كانت تعمل ضد اخيه العربي وضد اخيه المسلم من شائر الشعوب مما استتبعه اعتزاز الشعوب بقبيلة وماضيه ايضا في معتاد هذه العصبية القبيلة والشعبوية اخل الرباط الاسلامي الصميم محروم كذا يقال في الامم التي لم تكن في اربعة من خالص عربي النسل تھے وہ لکھتے ہیں۔

عن الثقة عنده انه سمع سعيد بن المسيب يقول ابي عمر بن الخطاب ان يورث احدنا من الاعاجم الا احد اولد في العرب، قال مالك، وان جئت امرأة حامل من ارض العدو فوضعت في ارض العرب فهو ولدها يرثها ان ماتت وترثه ان مات

(الموطا امام مالك جلد دوم ص ۱۲)

اس عصبیت کے علاوہ ایک اور مشکل تھی جس سے علی کو اپنے دوزان حکومت میں دوچار ہونا پڑا، وہ مشکل تقسیم اموال سے متعلق ہے علامہ غلامی لکھتے ہیں۔

ان عمر را من "وخالفه علی" ان لا یجعل من قاتل رسول الله کمن قاتل معه فنجعل الامتياز بحسب المسابقة فالذي قاتل يوم بدر یفضل من فی فتوح العراق والشام ومن هتایت التفاوت الملموس فی الامعطیات وتشکل فی طبقات ودرجات فطرافة تاخذ

خليفة عمر کے طریق تقسیم اموال میں حضرت علی کو اختلاف تھا، حضرت عمر کا یہ خیال تھا (جس پر موصوف نے عمل بھی کیا) کہ وہ مسلمان جو (حالت کفر میں) پیغمبر سے جنگ کر چکے ہیں ان کو تقسیم مال میں وہ حصہ نہ ملنا چاہیے جو رسول کے ہمراہ شریک جہاد رہنے والوں کے لیے اس لیے خلیفہ دوم نے اصحاب میں امتیاز پیدا کیا بجائے بد رکوبانہ میں موافق دہام پر فضیلت دی اس صورت میں مسلمانوں

غلامی کے
عمر میں
تقسیم کی
طبقات کا
دور دور
ہوا

غیر عرب
عربوں کو
میراث
سے محروم
کیا گیا

تقسیم مال

میں
امتیاز

عطاء کبیرا و آخری عطاء متوسطا والا کثریة یأخذون عطاء ضعیفا، هذه التقسیم المالی اوجد تمايزا کبیرا و اقام المجتمع العربی علی قاعدة الطبقات بعد ان کانوا سواة فی نظر القانون الثلثیة، فخذ اوجد ارستقراطية وشعبا و عامۃ

(تاریخ احمین نقد و تحلیل ص ۱۲۶ و ۱۲۷ طبع بیروت)

میں طبقات و مراتب رونما ہوئے ایک گروہ کو بہت زیادہ ملنا تھا دوسرے کو اس سے کم اور عامۃ الناس کو بہت کم تقسیم اموال کا طریقہ مسلمانوں میں بہت بڑے امتیاز پیدا ہونے کا سبب ہوا اور عربیہ طبقات میں تقسیم ہو گیا، اگرچہ قانون شریعت کے دوسرے سب پارٹے اور طبقات و امتیازات کا اسلامی نظام میں وجود نہ تھا، لیکن اس طریق کار سے عربوں کو ارستقراطی رسیدگی حاکم اوقات طبقہ متوسط اور عامۃ میں تقسیم کر دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ تقسیم سخت کٹ عوام پر ظم و تشدد کی انتہا کر دیتا ہے، کچھ لوگ خداوند قوم ہو جاتے ہیں اور کچھ ان کے غلام و بندے۔

علی پست کو بلند کرنا چاہتے تھے اور پھر پاپا اب علی کو اپنے عہد حکومت میں دو قسم کی جنگیں سر کرنی تھیں ایک فزونی طاقت و استبداد کو ختم بڑا آپ کی نگاہوں میں یکساں تھا، کرنا جو اسلام کو دوسروں کی دولت و ممالک پر قبضہ کرنا اور احاطہ فتوحات کو وسیع بنانے کا ذریعہ سمجھتا تھا، جو عزم استقراطیت میں ہر قرشی کو اولیٰ بالتصرف سمجھتا تھا اور عربوں کو تعیش و آسودگی کا حق دے کر موالیٰ و عجم کو غلام بنانا تھا

ابو القاسم علی بن احمد العلوی الکوفی المتوفی ۳۵۲ھ اپنی کتاب الاستغاثہ میں لکھتے ہیں۔ فیزہم عمر فاطق تزدیم قریش فی سائر العرب والجمہ وتزدیم العرب فی سائر الجمہ ومنع العرب من التزویم فی قریش ومنع الجمہ من التزویم فی العرب

(الاستغاثہ ص ۱۲۷ طبع عراق)

علی اس پالیسی کے بالکل خلاف تھے آپ نے پوچھا کیا "ایجوڑ تزدیم الموالیٰ بالعربیات" کیا غیر عرب (موالیٰ) کے ساتھ عربی عورت کا نکاح ہو سکتا ہے، فرمایا "فقال تنکاح فاعدماء کم ولا تنکاح فاعدماء جکم" کیوں نہیں ہو سکتا اسلام ان کو زندگی و حیات کے حقوق تو دے اور معاشرت و ازدواج کے حقوق نہ بخشے۔ اس ذہنیت کا آخری نتیجہ ہو گیا تھا کہ ایک موالیٰ نے اعراب بنی سلیم کی لڑکی سے نکاح کیا تو والی وقت نے زن و شو میں جدائی کرادی تھی اور اس بیچارے کو سو درے مارے گئے اور سر، ڈاڑھی و دونوں بھوؤں کے بال کو مونڈ دیا گیا (آغا جلد ۱۲ ص ۱۵۵ طبع مصر) حجاج نے بیچارے بنیویوں کے ساتھ یر کیا تھا کہ ان کے ہاتھوں نشتر سے ذلت کے گودے اور نشانات لگوا دیے تھے (شرح ابن کثیر جلد ۲ ص ۱۳۳) حجاج جب واسط گیا تو بنیویوں کو خانہ البلاکرا دیا تھا اور بصرہ کے ماتحت حاکم کو لکھا کہ ان لوگوں کو تم بھی شہر بدر کر دو حاکم نے تعمیل حکم کے بعد یہ لکھا کہ میں نے سوائے ان بنیویوں کے جو قاری قرآن اور تفقہ فی الدین رکھتے تھے سب کو نکال باہر کیا اس پر حجاج نے حاکم کو لکھا کہ جب میرا یہ حکم تم کو ملے تو طلبہ کو بلو کہ اپنے جسم کی رگوں کا معائنہ کراؤ اگر اس میں بظنی رگ ہو تو کوٹاؤ (محاضرات الادباء جلد اول ص ۲۱) حجاج کا حکم تھا کہ کو فہ میں سوائے عربی النسل کے کوئی موالیٰ وغیر عرب نماز جماعت نہ پڑھائے (معد الفریزہ جلد اول ص ۲۰) اور نہ کوئی موالیٰ قاضی ہو سکتا تھا حالت یہ تھی کہ اگر کوئی عربی بازار سے سامان لا رہا ہے یا بوجھ لیے ہے اور راہ میں کوئی غیر عرب و موالیٰ مل گیا تو اس پر لاؤ دیا وہ مفت کی بیکاری سے انکار نہیں کر سکتا تھا اور نہ کہیں کوئی شنوائی تھی، اسی طرح اگر کوئی غیر عرب و موالیٰ سوار ہے تو عرب جو پیدل ہوتا اپنی توپیں سمجھتا اور اس بیچارے کو اتار دیتا (محاضرات الادباء جلد اول ص ۲۲)

خليفة عباسی مامون رشید کا یہ بیان ہے کہ:-

ان عمر بن الخطاب کان یقول من کان جارا بنبطیا واحتاج الی ثمنه فلیبعہ (یعنی الاخبار ابن قتیبة)

حضرت عمر کا یہ قول تھا کہ اگر کسی عرب کے ہمراہ میں کوئی بظنی رہتا ہو تو یہ عرب ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے اس کی زاد بظنی کو بیچ کر اپنی حاجت کو پورا کر سکتا ہے۔

زاد (۱)

زاد (۲)

ایک مرتبہ بیت المقدس میں عبادہ بن صامت صحابی نے ایک نبی سے کہا کہ ان کے مرکب کو وہ کپڑے پہنے، اس نے انکار کیا اس پر انھوں نے اس کو اٹھا مارا کہ اس بیچارے کا سر پھٹ گیا، خلیفہ دوم عمر بن خطاب اس زمانے میں وہیں موجود تھے، اس نے خلیفہ سے فریاد کی، زید بن ثابت نے خلیفہ سے کہا "انقید عبدک من اخیک" کیا آپ غلام کا قصاص اپنے بھائی سے لینگے، یہ سن کر خلیفہ نے عبادہ بن صامت سے قصاص نہیں لیا (سنن البیہقی جلد ۲۲ کنز العمال جلد ۲۳ بحوالہ مجمع البحار جلد ۱۰) وہی ایک مسلمان نے ایک ذمی کو اٹھا مارا کہ اس کا سر کاٹتے ہو گیا، خلیفہ دوم کے سامنے اس کا مقدمہ آیا تو معاویہ بن جبل نے فتویٰ دیا کہ ایسے مسلمان جس نے کسی ذمی کو زخمی کیا ہو قصاص لینا ناجائز ہے، وہ مسلمان بغیر سزا کے چھوڑ دیا گیا (کنز العمال جلد ۲۳) اسی طرح ایک ذمی کو کسی مسلمان نے بے خطا مار ڈالا، خلیفہ دوم نے بغیر قصاص کے قاتل کو چھوڑ دیا، اس مرتبہ بھی زید بن ثابت نے یہی دلیل خلیفہ کے سامنے پیش کیا تھا "انقید عبدک من اخیک" غلام کا قصاص اپنے بھائی سے کیونکر لوگے (کنز العمال جلد ۲۳) ایسے ہی ایک واقعہ شام میں پیش آیا کہ ایک ذمی کو مسلمان نے ناحق قتل کر دیا خلیفہ دوم تک اس کا مقدمہ آیا، ابو عبیدہ نے خلیفہ سے کہا "ارایت لو قتل عبدک لہ کنت قاتلہ بہ" کیا یہ مسلمان اگر اپنے غلام کو قتل کر ڈالتا تو اس کے عوض اس کو قتل کرتے یہ سن کر عمر قاتل کو بغیر قصاص کے چھوڑ دیا (سنن البیہقی جلد ۲۲ کنز العمال جلد ۲۳)

ان واقعات سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ غیر عرب مسلمان اور اہل ذمہ کن بدترین حالات میں مبتلا تھے مقدس شہر مکہ اور مدینہ اور شہر ذہنیت کے لوگوں سے آباؤ اجداد اور ملکات شام ان لوگوں کی حفاظت گاہ، مصر و عراق ان کی چراگاہ اور رہنما تھا، علیؑ کو انھیں لوگوں سے مقابلہ کرنا تھا اور یہی اصل سبب تھا جس کی بنا پر اشراف عرب و قریش علیؑ کی حکومت کو نہیں پسند کرتے تھے۔

مصر حاضر کا مشہور مورخ لکھتا ہے:-

فقد کان علی ابن ابی طالب لا یفصل شریعاً علی مشرک ولا عربیاً علی جمعی ولا یصلح الرؤسا وامراء القبائل فکان ہذا اکد الامیاب فی تقاعد العرب عنہ

ابو اسحق مدائنی کی روایت ہے کہ دو عورتیں حضرت کی خدمت میں اپنا حق لینے آئیں جن میں سے ایک عورت عرب تھی اور دوسری موالی غیر عرب حضرت نے ان دونوں کو مساوی طریقہ سے دراجہم و طعام دیا۔ یہ دیکھ کر ذن عربیہ کہنے لگی میں عرب ہوں اور یہ جمعی غیر عرب، آپ نے دونوں کو برابر کر دیا، ارشاد فرمایا "انی والله لا اجد لبنی اسمعیل فی ہذا النبی فضل علی بنی امیہ"

اس مال میں میرے نزدیک اولاد اسمعیل کو بنی امیہ پر فضل و شرف نہیں ہے، سب یکساں برابر برابر ہیں گے۔

(ابن ابی الحدید جلد اول ص ۱۱۱ طبع مصر)

مورخ مدائنی روایت کرتے:-

ان طائفۃ من اصحاب علی مشوا الیہ فقالوا یا امیر المومنین اعط ہذا الاموال فضل ہوکلاء الاشراف من العرب وقریش علی الموالی والعجم واستحل من تخان خلاف من الناس وفساد وانا قالوا لہ ذلک لما کان معاویہ یضع بالمال فقال لہم اتامرونی ان طلب النصیر بالعمیر لا واللہ کا انفل ما طلعت شمس ما لاح فی السماء نجم واللہ لو کان المال لی لو اسیت بیدہم فکیف واناھی الموم

بعض صحابہ حاضر ہو کر حضرت کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ آپ اموال کو تقسیم کرتے وقت اشراف عرب و قریش کو (بہ مصلحت) موالی و عجموں پر فضیلت دیا کریں، اور انھیں زیادہ عطا فرمائیں اور اس طرح ان لوگوں کی دلجوئی فرمائیں تاکہ یہ خطرہ کہ یہ لوگ آپ کے خلاف ہو کر معاویہ سے مدد مل جائیں، جتا ہے لوگوں نے یہ شورہ اس لیے دیا تھا کہ معاویہ مساوات نہیں کرتا تھا جس کو چاہتا تھا دیا کرتا تھا، یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا، کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ غلام جو بے کامیابی حال کروں (خدا کی قسم جب تک کہ اسے آسمان پر چکے ہیں میں کبھی ایسا نہ کروں گا، بخدا اگر یہ میرا ذاتی مال ہوتا اس وقت بھی میں

(ابن ابی الحدید جلد اول ص ۱۱۱ طبع مصر)

حضرت قریش کو غیر قریش پر عرب کو عجم پر حتیٰ کہ اپنے عزیزوں کو بھی حق کے معاملہ میں کسی طریقہ پر ترجیح دینے کو تیار نہیں تھے، آپ طبقات و امتیازات اور غیر اسلامی نظام سرمایہ داری کو ختم کرنے کے لیے رسول اللہ کی سنت تقسیم بالسویہ پر برابر عامل رہے اسی علیؑ دنیائے جہل کو مٹانا چاہتے تھے حضرت کی دوسری جنگ طاعت جہل کے خلاف تھی جس کو مٹانے کے لیے رسول اللہ نے اقدام کیا اور جس کے لیے قرآن دعوت دے رہا تھا پیغمبر کے بعد جہل کو مٹانے کے لیے اب تک حکومت نے کوئی مفید اقدام نہیں کیا تھا بلکہ شروع میں تصنیف و تالیف اور تدبیر و تفکر و افہام و فہم کے خلاف علیؑ کا رویہ ایسا ہی کی گئیں تھیں اور علیؑ نے اس مخالف و دوسری بھی جبکہ آپ ایک معمولی شہری کی حیثیت سے مدینہ میں رہتے تھے اشاعت علم میں آپ مصروف رہے،

رایٹ آئیڈیل سر سید امیر علیؑ لکھتے ہیں:-

جس زمانہ میں اسلام دور و دراز ممالک میں پھیل رہا تھا علیؑ مدینہ میں عربوں کی ابھرتی ہوئی قوم کی دماغی قوت کو بڑھا رہے تھے، مدینہ کی جامع مسجد میں علیؑ اور ان کا کم زاد بھائی و شاکر عبد اللہ بن عباس مہفتہ وار فلسفہ، منطق، فصاحت و بلاغت، احادیث و فقہ پر لکچر دیا کرتے تھے، یہ ابتداء تھی اس دماغی تحریک کی جس نے بعد میں بہت زور و شور کے ساتھ بغداد میں ظہور کیا، (SPIRIT OF ISLAM PAGE 47)

علیؑ اپنے مقصد کی کامیابی کے لیے ایک جدید شہر چاہتے تھے، سوم کے بعد اس شہر میں بڑے بڑے سرمایہ دار و جاگیر دار رہتے تھے وہ کیونکر علیؑ کی اس تحریک میں حضرت کے معین و مددگار بن سکتے تھے، ان کے اور علیؑ کے نصب العین اور نظریہ میں بڑا فرق تھا، اس لیے علیؑ نے ایک ایسے شہر کو اپنا مرکز بنایا جہاں آپ بیک وقت ہر دو لڑائیوں کو لڑ سکتے تھے، تبلیغ فکر و دانش، اور تعلیم علم و فنون کے لیے بھی لڑائیوں کی ضرورت تھی اور دشمن سے حرب و ضرب کے لیے بھی، چنانچہ حضرت نے ایسے مقام کو تبلیغ فکر و دانش و تعلیم علم و فنون کا مرکز اور اپنا معرکہ (کنوینٹ) قرار دیا جہاں کی اکثریت اقتصاد و معاشرتی حیثیت سے دکھی اور تانی ہوئی ضرور تھی، لیکن وہ سر زمین بابل و بینوی کی قدیم ترین تہذیب کا گوارہ تھی جہاں بادشاہ عرب نعمان بن المنذر نے عربی ادبیات و اشعار کو سر زمین کے محفوظ کیا تھا (المزہر لیبوطی) جہاں ایرانی تہذیب و تمدن کے گہرے نشانات نمایاں تھے اور موالی و عجموں کی نوآبادیات تھیں جہاں کے لوگ مرقیونی، دیلمانی، اور مانی کے فلسفہ و رجحانات سے آشنا تھے، جہاں صابئین، امرؤ کی، زنادقہ اور سمنیہ پائے جلتے تھے علیؑ

علی مرقیون MARCION دوسری صدی مسیحی کا ایک عیسائی عالم تھا جو اپنے خود بخود خیالات کی وجہ سے چرچ کی جانب سے کافر و مرتد بنا دیا گیا تھا عیسائیت سے الگ ہونے کے بعد اس نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا تھا جو بحیثیت سے ملتا جلتا تھا اس نے عبد عتیق وجہ ید کی بعض کتابوں کا کتب آسمانی ہونے سے انکار کیا اور نور و ظلمت دو اصل متضاد کا اس حیثیت سے معتقد تھا کہ چونکہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے ضد ہیں اور بالاحوال آپس میں جہاد و اتحاد کا امکان نہیں ہے اس لیے ایک تیسری چیز جو نور سے پست اور ظلمت سے بالاتر ہے وہ ان دونوں کی آمیزش و اختلاط کا باعث ہو کر وجود عالم کا سبب بنی اس طرح کو با ثنویت و تثلیث ان دونوں کو اس نے سمو یا ہے اس کے علاوہ اور بھی نظریات ہیں اس کے پیرو مرقیونی کہلاتے ہیں اس فرقہ کے لوگ روم و شام ایران و عراق میں منتشر تھے (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو صلی و الخیل الشہرستانی، البیہقی و الاشراف بحار الانوار)

ابن دیمسان BARDASANE (۶۱۵-۶۲۲) یہ شخص مکہ و شام سے تھا مکہ میں سچی ہو گیا اور عیسائیت کی حاکمیت کو تار و پار اور مرقیونی فرقہ کی رو کیا کرتا تھا لیکن بعد میں اس نے خود ایک نیا مذہب ایجاد کیا جس کی وجہ سے چرچ نے اس کے ارتداد و کفر کا فتویٰ دیا، ابن دیمسان نامور شہری اور مورخ تھا اور ثنویت کا عقیدہ رکھتا تھا اس کا خیال تھا کہ نور ناعل خیر یا اختیار ہے اور ظلمت ناعل شر یا فساد ہے، انکی، خیر، نفع، خوشبو و نور کی مخلوق میں اور قبح، شر، ضرر، عفونت و ظلمت نے پیدا کیا ہے، نور، سچی، عالم، مددگار و قادر ہے اور حرکت و زندگی کا باعث ہے اور ظلمت مردہ، جاہل و عاجز و بے شعور و بے حرکت ہے قابل عمل و تیز نہیں ہے ابن دیمسان کے پیرو دیلمانی کہلاتے ہیں اس عقیدے کے لوگ خراسان اور فرات کے نشیبی حصہ میں پائے جاتے تھے تیسری صدی مسیحی میں بھی اس عقیدے کے لوگ عراق میں موجود تھے جن میں الوشاکر دیلمانی مشہور ہے (ملاحظہ مل واخل شہرستانی کتاب البیہقی و الاشراف بحار الانوار جلد دوم)

علیؑ کو دہم جنگیں سر کرنی تھیں

علیؑ مخالف دور میں ارشاد علیؑ کرتے رہے

شہر کو شہر کے خصوصیات

مرتب

دہم

جہاں مذہبی و ہمدی دعوات و منا (مشرقی) دورہ کرتے رہتے تھے اور جہاں عیسائیوں کے ادیار و کنائس بکثرت تھے جن میں صحیفہ انبیاء و حواریین و اساتقہ کے نوشتہ جات محفوظ تھے اور ان صحیفوں و تحریروں کے پڑھنے والے دیرانی و راہب الہیائے قدس مسائل

حزب صفحہ ۱۹ - مانی مذہب (MANES) ابن دیمان و مرقیون عقائد کے باہمی ترکیب ایک نیاہر ویک اس لیے مرقیون و ابن دیمان کو بھی مانی مذہب کا پیش رو سمجھا جاتا ہے، مانی نے اپنے مذہب کو شاہدین ارد شیر کے خلاف میں ظاہر کیا تھا یہ عہد حضرت عیسیٰ کے بعد کا ہے یہ شخص حضرت عیسیٰ کی نبوت کا قائل تھا اور ان کو کلمۃ اللہ و روح اللہ مانا تھا لیکن حضرت موسیٰ کی نبوت سے انکار کرتا تھا آدم، نوح، ابراہیم کی نبوت کے ساتھ ہی ساتھ جہاں تلوہ کا بھی وہ قائل تھا مسیح کے بعد ہوس کو پیغمبر تسلیم کرتا تھا اور اس کا یقین رکھتا تھا کہ آخری نبی سرزمین عرب میں پیدا ہوگا (اس واخل الشہر مانی) کہیں کہیں ان مذہب ٹکڑے کے متبعین کو زندق سے بھی خطاب کیا گیا ہے، اسی بنا پر عبد اللہ بن المقفع کو زندق سمجھا گیا ہے کیونکہ اسی نے سب سے پہلے مذہب ٹکڑے کی تائید کا ترجمہ عربی میں کیا ہے (روح الذہب الموعود جلد ۲ ص ۱) زندق مہذبہ ذیل چار معنوں میں استعمال ہوا ہے

(۱) جس شخص نے علانیہ منق و فخر کا ارتکاب کر کے دین و تربیت سے قولاً و عملاً بغاوت کیا اس پر زندق کا اطلاق ہوا جیسے یزید و ولید و امثالہما (۲) متبعین دین جو اس خاص کر مانی مذہب والے جو بظاہر اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے تھے جیسے بشر، حاوہ و ابن المقفع۔ (۳) متبعین دین جو اس خاص کر مانی عقیدے کے وہ لوگ جو ظاہر اسلام کو بھی نہیں ظاہر کرتے تھے۔

(۴) ملحدین جو کوئی دین و مذہب نہیں رکھتے چنانچہ ابو العلاء المعری نے اپنے رسالۃ الغفران میں یہ لکھا ہے کہ زندق وہ ہے جو نبوت اور کتاب کو نہیں مانے ایسے ہی عیسائی فریق کے عقائد بھی اس عہد میں اثر انداز تھے وہ اصل یہ ہندوستانی مذہب جو بعضوں کا خیال ہے کہ ان میں اس فرقے کے بانی کا نام ہے، بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ "سومات کا نام ہے، علامہ بیرونی لکھتے ہیں کہ یہ فرقہ براہمن سے خدیہ بعض رکھتا تھا اور خراسان، فارس، عراق، موصل و حدود و تمام تک اس فرقے کے لوگ پائے جاتے تھے لیکن جب آذربائیجان سے زندقیت نے ظہور کیا اور زندقہ مذہب پھیلا تو مذہب ان مقامات سے زائل ہو گیا، (اما عند من مقولۃ البیدونی ص ۱) فرقہ شیعہ مثل ہندوؤں کے قدرت و مانع و مانع اور ارج کا قائل ہے، قیامت کا عقیدہ نہیں رکھتا اور نظر و اندلال کا انکار اس فرقہ کا خیال ہے کہ ایمان عالم کی معرفت کا وہ بدھ موائے جو اس فرقہ ظاہری کے لوگ نہیں ہے، دوسری صدی ہجری میں کچھ عراق میں اس فرقہ کے لوگ تھے چنانچہ بصرہ میں جریر بن حازم از دی اس فرقہ کا مشہور شخص تھا (مفتاح العلوم المحارری ص ۱۳۳ طبع مصر) الفرق بین الفرق ص ۳۳۳ اخانی جلد ۱ ص ۱۲۱ مزدکی، مزدکی کی پیروی کرنے والے یہ شخص قباد پور و شیردان کے زمانہ میں ایک نئے انشراکی مذہب کا بانی ہوا، بہت سے خیالات و رجحانات مانی مذہب سے ملتے جلتے ہیں اس مذہب میں عورت اور مال پر تصرف کرنے کا سب کو یکساں حق حاصل ہے (مل واخل الشری فی)

صالی وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ خالق عالم نصف بصفات کمال ہے لیکن ہم اس کا تقرب نہیں کر سکتے اس لیے کہ اس کے خدائی طرف سے مدبر عالم ہیں وہی واسطہ ہیں اس لیے یہ باریگان ہفت گانہ کی پرستش کرتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے سے خدائے بزرگ کی قربت حاصل ہو۔ باریگار کے لیے ایک مخصوص شکل بنا کر وہاں اس کی پرستش کرتے ہیں اس کے علاوہ ان کے اور مقالات بھی ہیں۔

۱۰ ادیار، دیر کی جمع ہے، کئی خانقاہیں CONVENT یہ خانقاہیں آبادی سے ہٹ کر ایسے مقامات پر بنائی جاتی تھیں جو آب و ہوا، اور محل وقوع کے اعتبار سے بہترین جگہ ہوتی تھی جس جگہ امراض کے امکانات کم ہوتے تھے جہاں باغات، چشمے، سبزہ زار، تفریح گاہ اور خوش فضاں ہوتے تھے یا پہاڑوں کی چوٹیوں، بلند ٹیگوں، یا وسیع سبزہ زار میدانوں میں ایسے مقامات پر جو خانقاہیں ہوتی تھیں و دیر کہلاتے تھے اور ان کے ساکن و آباد رکھنے والے راہب و دیار یا دیرانی کہلاتے تھے اور وہ خانقاہیں جو شہروں میں ہوتی تھیں ان کو کثیبہ کہتے تھے جس کی جمع کنائس ہے یہ کہہ کہلاتے تھے، سرزمین عراق میں خصوصاً بین النہرین و فرات کے دو اہرہ اور اطراف میں وہ خانقاہیں جو دیر کہلاتی ہیں بہ کثرت تھیں لیکن نے اپنے ابتدائی زمانہ سے عراق میں اپنا اثر چھایا تھا، عیسائی سلطنت تھی، مزیدہ کو کوفہ کے متصل تقریباً وہی جگہ جو اب نجف ہے ایک شہر شہور و اہم سلطنت کے لوگ و سلاطین و وزراء و امراء اور شاہان فارس کے مال یہ سب عیسائی تھے۔ حیرہ، مدائن، انبار اور دوسرے شہروں میں عیالیشان و آبا و کلاں نے زیادہ تر عیسائی شہر، عیسائی، دیر ابن و ضاح، دیر ابن براق، دیر بنی مرزا، دیر الواء، دیر عبد المسیح عرہ، دیر عبد المسیح بن بقلید، جو دیر عبد المسیح سے مشہور تھا، دیر الحرق، دیر شطہ، دیر شہ، دیر الحلی، دیر فاشیون، دیر مزرق، دیر مندہ الصغری، دیر مندہ الکبری، یہ سب حیرہ و کوفہ کے اطراف جہاں تھے۔ دیر الامور، دیر الجام، خاص کوفہ میں تھے، دیر بارت مریم، دیر الاسکون، نجف میں تھے، دیر بہت اہلی پیمانہ پر تھا، جہاں سرائے جاتے و لوگ کے لیے قیام و طعام کا بھی انتظام رہتا تھا، نعان بن النضر جو عیسائی عقیدہ کا بادشاہ حیرہ تھا اس کا یہ دستور تھا کہ عید کے موقع پر رسول

پر بچیں کرتے رہتے تھے اور تصنیف و تالیف سے ذوق رکھنے والے راہب تحریر و تصنیف میں مصروف رہتے تھے اور ان کے لیے سامان نوشتہ اور ادوات کتابت فراہم رہتا تھا جہاں مزار انبیاء (ذالکفل یوش، صالح، ہود) کی زیارت کے لیے دور دور از سے یہود و نصاریٰ زائر و سیاح کی حیثیت سے جوق جوق آتے رہتے تھے اور جس سرزمین پر حضرت ابراہیم اور حضرت لوط نے آکر قیام فرمایا تھا اور ان میں کو حضرت ابراہیم نے خرید فرما کر یہ ارشاد فرمایا تھا وہ انہ بچش من ولدہ من ذلک الموضع سبعون الف شہیدین، جس کی بنا پر یہود اس ارض مقدس میں اپنے مردوں کو لاکر دفن کیا کرتے تھے (تجمل البلدان جلد دوم ص ۱۳ طبع مصر) جہاں ہندوؤں کے سیاح خراسان و ترکمان اور سمندری راستوں سے آجایا کرتے تھے۔ امیر المومنین نے اس خصوصیت کی بنا پر عراق کو منتخب فرمایا اور کوفہ کو اپنا دار السلطنت بنایا، الاتا وعباس محمود و القواد المصری لکھتے ہیں۔

انہ رضی اللہ عنہ کان اول من خرج بالعاصمۃ من المدینۃ الی ارض غیر ارض الحجاز وھو حجازی سلیل الحجازیین وقد اختار الکوفۃ فکانت اوفق عاصمۃ للامامۃ العالمیۃ فی تلک المجلۃ من محل الدولۃ الاسلامیۃ لانھا کانت ملتقى الشعوب من جمیع الجناس وکانت متابۃ للتجارۃ بین الھند و فارس و الیمین و العراق و الشام وکانت العاصمۃ لثقتانہ السی شرعت فیہا مدارس الکتابۃ واللغۃ والقراءۃ والانساب والافانین الشعریۃ والروایات، فھم الملقی العواصم فی ذلک العصر بحکومتہ اصنام علی نے کوفہ کو دار العلم بنایا اب امیر المومنین کو کوفہ کی مسجد اعظم میں ہزاروں صحاب کے سامنے جس میں صرف عرب ہی نہیں بلکہ غیر عربی و عجم، قطبی سب ہی ہوتے تھے، روزانہ مختلف عناوین، الہیات، طبیعیات، اخلاق و سیاسیات، تمدن و معاشرت، فنون جنگ و نظام عسکری پر براہ تقریریں فرماتے رہتے تھے اور اپنے اُن عمال کو جو مرکز سے دور تھے مکتوبات کے ذریعہ ان مضامین کی تعلیم دیتے تھے گویا اس طرح دنیا کو فکر و نظر، علوم و ادب، کی طرف آمادہ کرتے تھے، تاریخ پر نظر رکھنے والے صحاب جانتے ہیں کہ علی اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور کوفہ دینے اسلام کا ایک شہور علمی مرکز بن گیا جہاں سے اسلامی علوم و فنون، عربی لسانیات و ادبیات، کیمیا و ہیئت کے جتنے پھول نکلے ہیں بلکہ دار العلم کو کوفہ سے نکلے ہوئے حضرت کے شاگرد (جیسے ابوالاسود الدہلی البصری) جہاں گئے اس جگہ کو بھی علمی گوارہ بنانے میں کامیاب ہوئے چنانچہ کوفہ کے بعد بصرہ علمی مرکز بنا، یہ کوفان (یعنی کوفہ و بصرہ) ہوا وہ مقامات ہیں جو عربی لسانیات و ادب کی دو مشہور درس گاہ ہیں علامہ جلال الدین البیہقی لکھتے ہیں۔

عقربہ الامام ص ۱۳ طبع مصر

تمام اہل عرب میں صرف اہل کوفہ و بصرہ ہی ہیں جنہوں نے قریش سے لغت و زبان عربی کو نقل کیا اور کتابوں میں محفوظ کر کے اس کو علمی اثبتھا فی الکتاب فصیلہ علما و صناعتہ

والذی نقل اللغۃ و اللسان العربی عن ھولاء و اثبتھا فی الکتاب فصیلہ علما و صناعتہ

(صفحہ گزشتہ) خاندان و خدم ختم کے شاہان جلوس کے ساتھ نکلتا تھا، سب کے ہاتھوں میں صلیبی جھنڈے ہوتے تھے اور بعد عبادت نجف کی فدیہ پر جمع ہوئے تھے ان کے بلا ادیار کے علاوہ دجلہ کے کنارے بھی بہ کثرت دیر تھے، دیر باشرا، دیر الوسی، دیر الطوائس، دیر العاقول، یہ دیر مدائن کربلا کے قریب تھا، یہیں کا راہب تھا جس کا تذکرہ بعض حالات امام حسن عسکری علیہ السلام ہوتا ہے، دیر عبدون، دیر الذاری، اس میں کنواری رہبات رہتی تھیں دیر العلت، دیر عرقہ، دیر فقیون، دیر القادیہ، دیر مارحہ، دیر ماجوس، دیر ماری، وغیر ذلک (ملاحظہ ہو کتاب الدیارات و زیارات بن محمد انشائی و کتاب الدیارات النضرانیۃ فی الاسلام تالیف حبیب زیارت مطبوعہ کتبچہ لک پر لیس، یردت امکاک الابصار لابن فضل اللہ العسکری)

مزار انبیاء

عراق میں مختلف ممالک کے سیاح آتے رہتے تھے

کوفہ بیرونی بیویاں کی مندری تھا

۱۰

مسند

مزدکی

صالی

عراقی دیر

اور

گرجے

دائرہ

صہ اهل البصر والكوفة فقط بين امصار العرب
وادی حیثیت دی (کتاب المیزان جلد اول صفحہ ۱۰۵ طبع مصر)

وہی کہ علم نہیں دونوں شہروں میں منہمی ہوا پہلے کوثر میں اس کے بعد
بصرہ میں اور تمام عرب میں یہی لوگ صاحب تصانیف و تالیف ہوئے
اور علوم و فنون میں انھیں کی طرف رجوع کی جاتی ہے،
سوائے ان دونوں شہروں کوثر و بصرہ کے عرب کے کسی شہر میں علم نہ
تھا، شہر مدینہ میں لغت کا بار میرے علم میں کوئی نہیں، مگر میں
ایک غیر عرب تھا جس نے خود میں ایک کتاب لکھی جس کی کوئی خاص
اہمیت نہیں۔ (کتاب المیزان جلد اول صفحہ ۱۰۵)

یہی کوثر ہے جہاں سے اسلامی ثقہ (قانون) کی اشاعت ہوئی، یہیں سب سے پہلے فقہاء متکلمین و فلاسفہ پیدا ہوئے اور انھیں دونوں مقام پر
اسلامی مفکرین کی نشوونما ہوئی جنھوں نے فلسفہ طبیعیات، الہیات، کیمیا و طبیعت کے مسائل پر روشنی ڈال کر تمام دنیا کے اسلام کے بڑے بڑے
شہروں میں علوم و فنون کو پھیلایا اور مدارس تعلیم کا رواج ہوا جہاں حکمت کو یورپ کے فلسفہ کا علم سیراب ہونے کے لیے آنے لگے، علم
بنی آدم یہ مدائن نے اس کی وضاحت کی ہے کہ اولین مفکرین اسلام جنھوں نے الہیات کے علوم پر بحث و نظر کی ہے اور توحید و عدل و جبر و
اختیار و قضا و قدر کے مسائل حل کئے ہیں وہ اس علم میں علی ابن ابی طالب ہی کے شاگرد تھے، اسی طرح فقہائے اسلام اور ائمہ اربعہ و غیر
ثانی احمد بن حنبل، مالک بن انس ان سب کے معلم اول بھی جن سے علم فقہ ان تک پہنچا، علی ابن ابی طالب ہیں، ایہ مفسرین بھی علی ہی
کے شاگرد ہیں، نہ صرف علوم شریعت ہی کے استاد امیر المؤمنین ہیں بلکہ علم تصوف، طریقت و حقیقت کا سلسلہ بھی علی ہی پر جا کر ختم ہوتا ہے
جس کے اقرار سنی، اجدید، سنی سقفی، ابویہ و یسماوی، معروف کرخی کو ہے یونہی علوم عربیہ قواعد زبان کے استاد اول حضرت علی ہیں
(تخریج ابن ابی الحدید جلد اول " القول فی علیہ " طبع مصر)

علی ہر وقت اور ہر حالت میں تعلیم و ہدایت
کے لیے متوجہ رہتے تھے
امیر المؤمنین علی کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ تعلیم و ہدایت کے لیے ہر وقت اور ہر حالت میں
شغول رہتے و ہدایت ہوں یا اس کے لیے کوئی وقت ہی مخصوص ہو، مگر تو تعلیم و ہدایت کے لیے مخصوص تھا ہی، حضرت اس کے علاوہ
بھی روز و شب، سفر و حضر ہر موقع پر شاگردان علوم و معرفت کو سیراب فرماتے رہتے تھے، انتہا ہے کہ جنگ جمل کے موقع پر جب کہ میدان
کا زلزلہ تھا، کشتوں پر بستے کر رہے تھے اور شہر مدینہ شجاعت علی ابن ابی طالب بہ حالت غیظ و غضب تلوار کو نیام سے باہر نکالے
ہوئے دشمنوں کے سامنے کھڑے ہوئے تھے کہ دفعتاً ایک اعرابی حضرت کے قریب آیا اور اس نے پوچھا وہ یا امیر المؤمنین انقول
ان الله واحد " اے امیر المؤمنین ذرا بتائیے تو آپ خدا کو ایک کہتے ہیں، ایک " کا اطلاق اس پر کیونکر ہے ؟

اعرابی کی اس جہالت کو دیکھ کر مجاہدین اسلام اس پر پھر بڑے اور کہنے لگے " یا اعرابی اما تری فیہ امیر المؤمنین من تقسیم قلب
اے اعرابی کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ امیر المؤمنین اس وقت حالت جنگ میں ہیں، اس کو خاطر کہاں نصیب جو تجھے جواب دیں، یہ دیکھ
کہ حضرت نے اپنے نو پیوں سے فرمایا " دعوا فان الذی یرید الاعرابی ھو الذی یرید الامان القوم "، دور ہٹو
اس کو چھوڑ دو اس اعرابی کا وہی مقصد ہے جس مقصد کے لیے ہم اس وقت دشمنوں سے جنگ کر رہے ہیں، حضرت کا مطلب یہ
تھا کہ تعلیم و معرفت ہمارا اصل مقصد ہے اور یہ لوگ جو ہم سے برسرِ پیکار ہیں وہ ہمارے اصل غایت و غرض کو پورا نہیں ہونے
دینا چاہتے اسی لیے یہ لوگ بغاوت کر کے جنگ کر رہے ہیں اور تعلیم و تقویٰ ہم پر ہر حالت میں لازم ہے اس لیے اس اعرابی کے سوال
کا جواب دینا اور اس کو مطمئن کرنا ہم پر فرض ہے اس کے بعد اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر حضرت نے ارشاد فرمایا،

قال یا اعرابی ان القول فی ان الله واحد علی البصر
اقتداء فوجہا ان لا یجوز علی الله عز وجل
ووجہا ان یثبت ان فیہا ما للذات لا یجوز ان

علیہ فقول القائل واحد یقصد بہ باب
الاعداد فہذا اما لا یجوز ان مالا ثانی لہ لا
یدخل فی باب الاعداد اما تری انہ کفر من مال
ثالث ثلثہ، وقول القائل هو واحد من الناس
یرید بہ النوع من الجنس فہذا اما لا یجوز
علیہ لکنہ تشبیہ وجہاً ربنا عن ذلک و
تعالی اما الوجہان اللذان یثبتان فیہ فقول
القائل هو واحد لیس لہ فی الاشیاء شبہ
کن ذلک ربنا وقول القائل انہ عز وجل
احدی المعنی یعنی بہ انہ لا ینقسم فی وجود
ولا عقل ولا وہم کن ذلک ربنا عن وجہ
الکلام لہذا یجوز ان یقولوا انہ واحد لیس لہ فی الاشیاء شبہ
ہیں ہو سکتا اور عقل و وہم اس کا درک کر سکتی ہے ہمارا رب ایسا ہی ہے جو خیال و قیاس و گمان و وہم سے بڑے اور اس کے وجود کو اس
کی ذات سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

یہ ہیں الہیات کے دقیق مسائل جن کو میدان جنگ میں باب مذہبی علم مختصر الفاظ میں عام فہم و آسان کر کے بیان فرما رہے ہیں اور جس کو بڑے
بڑے حکماء و فلاسفہ اپنے ضخیم مجلدات میں بھی نہیں صاف کر سکے ہیں۔

امیر المؤمنین اکثر الہیات کے مسائل کو مختصر اور جامع و مانع الفاظ میں اس طرح بیان کر دیتے ہیں کہ دریافت کرنے والا مطمئن
ہو جایا کرتا تھا، علامہ ابن حجر مکی صنوائف محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضرت سے دریافت کیا " صلی کان ربنا " خدا الگ
ہے یا نہیں کہ حضرت کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور جواب میں ارشاد فرمایا،

قال لم یکن مکان ولا کینونة کان بلا کیف کان
لیس لہ قبل ولا غایتہ انقطع الغایات دونہ
فہو غایتہ کل غایتہ، فاسلم الیہودی
نہ تو مکان تھا اور نہ مکان میں ہونا اس کا وجود تغیرات و حوادث کا پابند
نہیں وہ تھا مگر نہ اس طرح کہ اس سے پہلے کچھ تھا اور نہ اس طرح
کہ اس کی کوئی انتہا ہے ہر انتہا کی وہ خود انتہا ہے، یہ سن کر یہودی
مسلمان ہو گیا۔

لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وقت اور اقتضا، محل و سامعین کے لحاظ سے مفصل و طولانی جواب بھی ارشاد فرماتے تھے جیسا کہ حضرت
ایک روز اپنے مکان میں نشر لیت رکھتے تھے نوف بن عبد اللہ حضرت کے صحابی نے آکر اطلاع دی کہ حضرت سے ملنے کے لیے
چالیس یہودی حاضر ہوئے ہیں آپ نے حکم دیا بلاؤ، ان لوگوں کے آنے کے ساتھ ہی قبل اس کے کہ انھیں حضرت سے یوں متفرق
ہوئے۔

یا علی صفت لنا ربک ھذا الذی فی السماء کیف
ھو ؟ وکیف کان ؟ ومتی کان ؟ وعلی ای
شیء ھو ؟
فاستری علی جالساً وقال معشہ الیہود اسمعوا
منی ولا تبالوا ان لا تسألوا احداً غیری
نہیں کیا ہے جو جواب سے عاجز ہو، اچھا سنو! حضرت
اس کے بعد ایک طولانی تقریر فرماتے ہیں جس کا ابتدائی حصہ یہ ہے،

یا علی جو آپ کا آسمان والا رب ہے، ذرا اس کی صفت تو
بیان کیجئے، کیا ہے؟ کیسا تھا؟ کب تک رہے گا؟ کس چیز
پر ہے؟
یہ سن کر حضرت دوزانو بیٹھ گئے اور فرمایا اے گروہ یہود
مجھے اس کا جواب نہیں ملے گا تم نے میرے سوا کسی اور سے سوال

یا علی جو آپ کا آسمان والا رب ہے، ذرا اس کی صفت تو
بیان کیجئے، کیا ہے؟ کیسا تھا؟ کب تک رہے گا؟ کس چیز
پر ہے؟
یہ سن کر حضرت دوزانو بیٹھ گئے اور فرمایا اے گروہ یہود
مجھے اس کا جواب نہیں ملے گا تم نے میرے سوا کسی اور سے سوال

یا علی جو آپ کا آسمان والا رب ہے، ذرا اس کی صفت تو
بیان کیجئے، کیا ہے؟ کیسا تھا؟ کب تک رہے گا؟ کس چیز
پر ہے؟
یہ سن کر حضرت دوزانو بیٹھ گئے اور فرمایا اے گروہ یہود
مجھے اس کا جواب نہیں ملے گا تم نے میرے سوا کسی اور سے سوال

ان ربی عز وجل هو الاول لم یبد مما، ولا مما نزع مع ما، ولا حال
وہما، ولا شہبہ یقصر، ولا محجوب فی حوی، ولا کان بعد ان لم یکن فیقال

حادث، بل جل ان یکیف المکیف للاشیاء
کیف کان بل لم یزل ولا یزول لا اختلاف
الزمان ولا لتقلب شان بعد شان وکیف
یوصف بالاشیاء وکیف ینعت بالاس
الفصاح من لم یکن فی الاشیاء فیقال بان
ولم یکن عنہا فیقال کاش بل ہو بلا کیفیة
وهو اقرب من حبب الوریب وابعث من الشہ
من کل بعد لا یخفی علیہ من عبادہ شخوص
لخطة ولا کرو لفظہ ولا از دلاف رقة
ولا انبساط خطوة فی غسق لیل داج ولا
ادلاج لا یتغشی علیہ القمر المنیر ولا انبساط
الشمس ذات النور، بضوئہما فی الکرور ولا
اقبال لیل مقبل ولا ادبار نہار مدبر الا و
هو محیط بما یرید من تکوینہ فهو العالم بکل
مکان وکل حین وکل اوان وکل نہایة
ومدة والامد الى الخلق مضرب والحد
الى غیرہ منسوب لم یخلق الاشیاء من
اصول اولیة ولا باوائل کانت قبلہ یدیه

..... الى اخر الخطبة (یہ خطبہ بہت طولانی ہے)

غالباً جناب سید رضی اس خطبہ پر نہیں مطلع ہو سکے اس لیے پنج البلاغہ میں نہیں درج فرمایا، البتہ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد
الاصحانی المتوفی ۳۸۶ھ نے اس طولانی خطبہ کو بہ تمام و کمال مع سلسلہ اشادہ و ذکر روایات کے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں
نقل فرمایا ہے، (حلیۃ الاولیاء جلد اول صفحات ۷۲ و ۷۳ طبع مصر)

عرض کر حضرت کا کلام علم و معرفت، فلسفہ و حکمت سے پر ہوتا تھا میں نے علم و معرفت فلسفہ و حکمت کو مرادف الفاظ کی
حیثیت سے استعمال کیا ہے جو ایک ہی مدلول و معنی پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ ائمہ لغت نے اپنے عمل پر اس کی وضاحت کی ہے
اور مشہور فلسفی افلاطون نے بھی فلسفہ کو علم و معرفت کے مرادف و ہم معنی بتلایا ہے ملاحظہ ہو کتاب المدخل فی الفلسفہ افلاطون
ابو العلاء عقیلی (شاہجہان مصر) جس کا اقرار ہر وہ شخص کرتا تھا جو آپ کے کلام کو سنتا تھا چنانچہ دکتور اشادہ مصطفیٰ جوادی
تحقیقی مضمون " فلسفہ التائخ الاسلامی " کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں :-

مما نتعین ذکرہ هنا انه قد جاء فی الاخبار
ان الامام علیاً کان یتکلم مع جماعۃ فرجہ
یہودی فقال له لو انک تعلمت الفلسفۃ یا بن
ابی طالب لکان لك شان من الشؤن فقال له
الامام علی و ما تعنی بالفلسفہ الیس من
اعتدال طباعہ، صفاء لجمہ، ومن صفاء

یہودی
عالم کی
گہری

مزاجہ، قوی اثر النفس فیہ، ومن قوی اثر
النفس فیہ، سما الی ما یرتقیہ ومن سما الی
ما یرتقیہ فقد تخلق بالخلق النفسانیة
ومن تخلق بالخلق النفسانیة فقد صا
موجود ابما هو انسان وقد دخل فی الباب
الملکی الصوری و لیس له عن ہذا الغایة
مسیر فقال الیہودی نطقت بالفلسفۃ
جمیعہا فی ہذا الکلمات یا بن ابی طالب
(البرص ۹ لعبد المنعم العدوی المرقطی بیہی ۵ ذی القعدہ ۱۳۵۵ھ)
۵ و غیرہ روایات میں تحت عنوان فلسفہ التائخ الاسلامی فی القرن الرابع لاد مصطفیٰ جوادی

عالم نے ساختہ کہنے لگا کہ اسے فرزند ابوطالب آپ نے تو بالکل فلسفہ ہی میں گفتگو فرمائی

علاوہ اہل کتاب یہودی و نصاری کے عرب کے مشہور و مہریر و مذاہق اور بعض یونانی فلسفی بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل علمیہ
و حقائق حکمیہ پر گفتگو کرتے رہتے تھے جس کا تذکرہ ابو منصور طبرسی نے کتاب الاحتجاج اور ابن بابویہ العقیلی نے کتاب التوحید اور ان کے
علاوہ دوسرے متقدمین مضمنین نے کیا ہے، یہ شواہد اس امر کا ہیں ثبوت ہیں کہ علمی بحیثیت مفکر و فلسفی و حکیم کے بھی اپنا جواب
نہیں رکھتے ہیں، اس کا اقرار ہر غیر متعصب انسان عام اس سے کہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو، کرنے کے لیے تیار ہے،
چنانچہ مشہور مسیحی ادیب و مورخ عبد المسیح الطحاوی (مدیر انذ و حلب الشہب و مدیر النعمان مصر) اپنے شاہکار ادب عربی القصیدۃ

العلویۃ المبارکۃ او تاریخ شری لصدرا الاسلام میں لکھتا ہے
ان الحکمة ما تفرق عن سیدنا امیر المومنین
علی صلوات اللہ علیہ فهو لا جلال سید الحکماء
وعنہ تروی الحکمة فی مواطن السام والضراء
وقد ورت الحکمة علی لسانہ الشری فی کثیر
من رسائلہ و خطبہ و اقوالہ حتی قالوا انہ
کان ینطق بالحکمة فی کل موطن اقام فیہ و
مجلس جلسہ و موقف وقفہ بل کانت جمیع
اقوالہ الشریفۃ و اعمالہ المنیفۃ حکماً ما تفرق
منتبقة عن تو قد ذکاء وسعة تجربة واختبار

(تاریخ شری لصدرا الاسلام ۵ مطبعہ عمیس نجف)

اسی طرح عصر حاضر کا ایک دوسرا مسیحی شاعر ادیب اور ماہر قانون جسٹس پولس سلامہ PAULAS SALAMA
(چیف جسٹس بیروت) اپنے " لجمہ عربیہ " عید الغدیر کے مقدمہ میں لکھتا ہے،

وید کرہ النصاری فی مجالسہم فیتمثلون بحکمہ
و یجشعون لتقواء، و یتمثل بہ الزہاد فی الصوم
فیزدادون زہال و قنوتاً و ینظر الیہ المفکر
فیستضی بہن القطب الوضاء و یتطلع الیہ
الکاتب اللمعی فیأتم ببیانہ و یعتقدہ الفقہ
المدبرۃ فیستترشد باحکامہ و اما الخطیب

عالمہ سرایہ ایران عبد الرزاق لاہجی ۶۷۶ طبع بیہی میں بھی یہ واقعہ موجود ہے۔

پیدا ہوا تو اس کا مزاج خود بخود پاکیزہ ہو جاتا ہے اور جس کے
مزاج میں پاکیزگی راسخ ہوتی ہے تو اس کے اثرات نفسیہ
ہو جاتے ہیں اور جو اپنے نفس کے اثرات میں قوت حاصل کرتا
ہے تو وہ (انسانیت کے فتنائے کمال پر بلند ہو جاتا ہے
اور جو اس مزاج کمال پر پہنچ جاتا ہے تو وہ فضائل نفسانیہ
سے آراستہ ہو جاتا ہے اور جو فضائل نفس سے مزین ہوتا ہے
تو ظاہر ہے کہ اس میں تمام کمال انسانیت موجود ہے بن جگت
اس کے کہ اس میں خاصہ حیوانی موجود ہو کہ اپنا اثر دکھائیں،
اس حالت میں ایسا انسان ملوکی صفات بن جاتا ہے بسباب
اس سے زیادہ انسانی عروج کا تصور نہیں، یہ سن کر وہ یہودی

حکمت و علوم دینا علمی سے بہ کثرت منقول ہیں اور اس میں کوئی شک
نہیں کہ آپ تمام حکماء و فلاسفہ کے سردار ہیں اور آپ سے تمام
حکمتیں روایت کی جاتی ہیں عام اس سے کہ آپ حکیم کی حالت
میں ہوں یا راحت کے عالم میں، اور آپ کی یہ عقلیات آپ کی ذاتی
کثیر الشعداد رسائل و مکاتیب، خطب و اقوال میں دارد ہوتی
ہیں یہاں تک تسلیم کیا گیا ہے کہ آپ ایسے مقالات عقلیہ پر مقام
پر مجلس اور ہر فرد و گاہ پر بیان فرماتے تھے جہاں آپ قیام فرماتے
بیٹھے یاڑکتے تھے، آپ کے تمام اقوال شریفہ اور کمال پاکیزہ
عقل و حکمت کے آثار سے پُر اور ملو ہیں جن سے آپ کی ذکاوت
تجربات کی وسعت اور قوت ارادی کی ضیاء باری ہرید اور اشکار ہوتی

اسی طرح عصر حاضر کا ایک دوسرا مسیحی شاعر ادیب اور ماہر قانون جسٹس پولس سلامہ PAULAS SALAMA

(چیف جسٹس بیروت) اپنے " لجمہ عربیہ " عید الغدیر کے مقدمہ میں لکھتا ہے،

علی بن ابی طالب کا ذکر جمیل عیسائی انبی جاس میں کرتے ہیں اور آپ
کے علم و حکمت سے مستفید ہوتے ہیں اور آپ کے تقویٰ اور ہرگز
کے سامنے توفیقاً جھکتے ہیں اور زیادہ اپنے عبادت میں آپ
زہد و عبادت کا تصور کہ اپنے زہد و عبادت کو
ہیں اور مفکر و فلسفی آسمان علم و حکمت کے اس روشن ستارے
سے اپنے فکر کو روشن کر کے مستفید ہوتے ہیں اور کامیاب اور

فصبه ان يقف في السفح ويرفع الراس الى هذا
الطور الشامخ لتنهل عليه الايات من عل و
ينطلق لسانه بالكلام العربي المبين
(عبد الحميد بن يحيى المحدث طبع بيروت)

کا طبع اللسان "خطیب" ہو جاوے ،
علی کے خطبوں کی تعداد اور مشاہیر خطباء و ادباء
کا ان سے متفید ہونے کا اقرار
قلم نے جو امرات کو اپنی جھولوں میں بھرتا تھا ، اور عجیبہ قلب و فہیمہ صدر میں آپ کے خطبوں کو محفوظ کر لیتا تھا ۔
مورخ مسعودی متوفی ۳۴۵ھ لکھتا ہے

والذی حفظ الناس عنده من خطبه في سائر
مقاماته اربعاً مائة خطبة و نيف و ثمانون
خطبة يوردها على البديهة ، تداد الناس
قلوبهم عنه قولاً و عملاً

(مروج الذهب جلد دوم ص ۳۳ طبع مصر)
حضرت کے یہ خطبے ایسے ہیں جن کو یاد کرنے پر "خطباء و ادباء" فخر کیا کرتے تھے ،

قال عبد الحميد بن يحيى حفظت سبعين
خطبة من خطب الاصلح ففاضت ثم فاضت
وقال ابن نباتة حفظت من الخطابة كنزاً
لا يزيد على اتفاق الاسعة و كثرة حفظت
مائة فصل من مواظ على بن ابي طالب

(شرح ابن ابی احمد جلد اول ص ۵۷ طبع مصر)
محدث ادب عربی میں عبد الحمید بن یحییٰ متوفی ۳۴۵ھ کا سا ادیب و کاتب (مثنوی) اور ابن نباتہ متوفی ۳۷۵ھ کا سا بالکمال
خطیب کوئی دوسرا نہیں گزرا ، یہ صرف امیر المومنین کے خطبوں کا فیضان ہے کہ جن کو یاد کرنے سے یہ دونوں بلاغت و کلمات و خطابت
و طاقت کے اس درجہ کمال تک پہنچے جہاں دوسرے کی رسائی نہیں ہے ۔ مورخ ابن خلکان "ابن نباتہ" کے متعلق لکھتا ہے
کان اماماً في علوم الادب و رزق السعادة في
خطبه التي وقع الاجماع على انه ماعمل مثلاً
وفيه دلالة على غرارة علمه و جودة قريحته

(ذیات الامیان جلد اول ص ۲۸۳ طبع مصر)
لیکن امیر المومنین کے خطبوں کے سامنے ابن نباتہ کے خطبے پست نظر آتے ہیں ، عصر حاضر کا مشہور ادیب و ناقد فن و کتور زکی مبارک اپنی
کتاب "النثر الفنی فی القرن الرابع" (جس کی تالیف پر موصوف کو ڈاکٹر کی ڈگری ملی ہے) میں لکھتے ہیں ،
وہی دائیادون خطب علی بن ابی طالب التي
کان يحفظها ابن نباتة و يثاثرها في جميع مواقف
الخطابية

(النثر الفنی جلد دوم ص ۱۹۲ طبع مصر)
علامہ ابن ابی احمد نے اپنی شرح میں ابن نباتہ اور امیر المومنین کے خطب کا موازنہ کر کے ثابت کیا ہے کہ ابن نباتہ کے خطب میں کمال

فتور ، بلاغت ہے اور حضرت کی ایک سطر کا مقابلہ و برابری ابن نباتہ کی ہزار سطریں بھی نہیں کر سکتی ہیں (شرح ابن ابی احمد جلد دوم ص ۵۷)
طبع مصر عبد الحمید بن یحییٰ الکاتب المشہور (یہ آخری خلیفہ اموی مروان کا میر مثنوی تھا) کے بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ
صدی ہجری کے ابتدائیں امیر المومنین کے خطبے اس قدر مشہور اور مدون تھے کہ ادباء کمال ادب و بلاغت کو حاصل کرنے کے لیے ان کو
یاد کرتے تھے گویا ایک ادیب اس وقت تک ادیب نہیں بن سکتا تھا جب تک کہ اس کے نظام درس میں امیر المومنین کے خطبات نہ ہوں
ہم کو "کتاب الرجال الکنتی" کے مطالعہ سے اس کا بھی پتہ ملتا ہے کہ امام محمد باقر متوفی ۱۱۲۰ھ اور امام جعفر صادق متوفی ۱۴۰ھ
کے عہد میں امیر المومنین کے خطبوں کی قرات و سماعت (تعلیم) بھی ہوتی تھی اور جناب زید الشہید اپنے جد کے خطبوں کو
اپنے اساتذہ سے پڑھتے تھے ، جیسا کہ زید الشہید اور ابوالصباح الکنافی الکوفی کی باہمی گفتگو سے ظاہر ہے جس کو کہ ابوالکلیلی
نے اپنی کتاب الرجال میں "ابوالصباح" کے تذکرہ میں لکھا ہے (معرفة اجداد الرجال ص ۲۲ طبع بمبئی) یہ امیر المومنین کے خطبوں کا
فیضان تھا کہ زید اپنے عہد کے مشہور و اکمال خطیب ہوئے اسی طرح ابن نباتہ کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عہد
میں امیر المومنین کے خطب و مواظ کتبانی شکل میں مرتب و مدون تھے جیسا کہ وہ بتلا رہا ہے کہ سونفیلیں حضرت کے مواظ کی
اس کو یاد تھیں ، صرف زید الشہید عبد الحمید بن یحییٰ اور ابن نباتہ ہی نہیں بلکہ عبد اللہ بن المقفع متوفی ۳۵۰ھ جس کے
متعلق مورخین نے لکھا ہے ،

البليغ الذي لم يتعلق بمنزلته في الفصله
والبلاغة و قوة البيان متعلق
وہ بھی بلاغت کے اس بلند مرتبہ پر امیر المومنین کے خطب کی وجہ سے پہنچا ہے جس کا اس نے خود اقرار کیا ہے ، استاد
حسن الندوی تارخ کتاب البیان و التبيين للجاحظ لکھتے ہیں

و الظاهر انه تخرج في البلاغة على خطب
الامام على و لذلك كان يقول " شربت من
الخطب ريقاً و لم اضبط لها رويافاضت ثم
فاضت فلا هي نظاماً و ليس غيرها كلاماً
(البیان و التبيين للجاحظ مع شرح الامام حسن الندوی جلد اول ص ۹۷ طبع رحمانیہ مصر)
حقیقت یہ ہے کہ ابن مقفع بلاغت کے اس مرتبہ پر علی بن
ابی طالب کے خطبوں کی وجہ سے پہنچا ہے اور اسی لیے وہ
خود یہ کہا کرتا تھا ، چشمہ خطب سے میں نے خوب چھک کر پیا
مگر اس کے سیراب کرنے کے عنوان کو محروم نہیں کر سکتا وہ
تو ایک اہلنا ہوا چشمہ تھا جو بہتا ہی جاتا تھا جس کے لیے کسی
راہ کا معین کرنا میرے لیے ممکن نہیں بس یہ جانتا ہوں کہ
اس کے سوا کوئی کلام نہیں

استاد محمد کرد علی الخفنی الدمشقی رئیس مجمع علمیہ دمشق لکھتے ہیں
وقيل انه تخرج في البلاغة بخطب علي بن
ابي طالب
ابن مقفع بلاغت کے اس درجہ پر علی بن ابی طالب کے خطبوں
کی وجہ سے پہنچا
(امراء البیان جلد اول ص ۵۷ طبع مصر)

سہم کو معلوم ہے کہ عصر حاضر متوفی ۱۱۲۰ھ سے پہلے کے عمومی نظام درس میں جو ہر ایک ادیب مثنوی کے لیے ضروری تھا اس میں امیر المومنین کے خطب کلام کا
ایک اہم مضمون کی حیثیت رکھتا تھا جیسا کہ علامہ حسن الندوی لکھتے ہیں ،
و كانت المادة التي يتكون منها معارفهم و تربون بها معلومة
لا تكاد تتغير عن حد الحفظ لكتاب الله الكون و ما ثبت انهم
من احاديث الرسول صارت الله عليه و استظما الجعيد من كلام
الخلفاء الراشدين و خطبهم الجاهلية و لا سيما خطب الامام علي
و رسائله البليغة و كماله البارقة مضاف الى ذلك القطعة
الصاحبة من الشعر الجاهلي انهي بقدر الحاجة
(ادب الجاحظ العلامة حسن الندوی فصل ۲۵ در خصوصيات وميزات جاحظ ص ۱۹۳ طبع رحمانیہ مصر)
عصر حاضر سے پہلے کے ادب و فنی اپنے میں علمی و ادبی قابلیت پیدا کرنے اور
معارف کو بڑھانے کے لیے کلام خدا قرآن مجید و احادیث صحیحہ و سنیہ کو
حفظ کر لیتے اور خلفاء و راویین کے علم و کلام و خطب خاص کر حضرت
امام علی مرتضیٰ کے فصیح و بلیغ خطبے / خطوط و رسائل اور انھوں نے
کلمات و اقوال پر مطلع رہتے اور اس کو یاد کر لیا کرتے تھے اور اسی کے
ساتھ زمانہ جاہلیت کے کچھ اچھے وچھے اشعار کو بھی محفوظ کر لیتے تھے

علی کا کلام دوسرے ادباء کی طرف متوجہ تھا۔ امیر المومنین کے خطبہ و اقوال کا تصرف "ابن المقفع" کے دل و دماغ پر اس حد تک تھا کہ وہ حضرت کے کلمات کو لفظ بلفظ اپنے کلام میں اس طرح داخل کرتا ہے کہ پڑھنے والا اسی کلام سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ دراصل وہ "علی" کے کلام سے مجرایا ہوا ہے، چنانچہ ابن المقفع نے "الدرة البیضاء" میں "انی اخبرک عن صاحب کان اعظم الناس فی عینی..." (میں تم کو ایسے ساتھی کے صفات کو بتلاتا ہوں جو میرے نزدیک انسانوں میں سب سے بڑا "مرد کامل" ہے) کہہ کر سب سے بڑے انسان کی جو صفات و علامات بیان کیے ہیں وہ امیر المومنین کے کلام سے لفظاً و معنیاً چرایا ہوا ہے، جس میں حضرت نے فرمایا ہے: "وکان یفعل ما یقول ولا یقول ما لا یفعل وکان ان غلب الکلام لم یغلب علی السکوت وکان علی ان یسمع احرص منه علی ان یتکلم وکان اذا بدد هذه امران نظرا یمھما اقرب الی الهوی مخالفة" اسی طرح امیر المومنین کے اس کلام کو "للمؤمن ثلاث ساعات فیناجی فیھما ربہ وساعة یرم فیھما معادینہ وساعة یحلی بین نفسه وبنین لذاتھما یحیل ویحیل ولس للعاقل ان یکون شاخصاً الا فی ثلاث موصیة لمعاش او خطوة فی معاد اولذہ فی غیر محترم" ابن المقفع نے "ادب الصغیر" میں اس کو بھی اپنایا ہے، ابن المقفع کی کچھ عادت ہی ایسی ہے کہ وہ دوسروں کے کلام کو اپنا کر کے پیش کر دیتا ہے مثلاً "در الیتمہ" میں صداقت اور دوستی کے مسئلہ پر جو یہ کلام ہے: "ابذل لصدیقتک دماک و مالک و معرفتک سرفدک و محضرتک و للعامة لبثک و تحتک و لعدوک عدلک و اضمن بدینک و عرضک عن کل احد" حالانکہ دراصل یہ کلام "خالد بن صفوان" کا ہے جو ابن المقفع سے مقدم ہے جیسا کہ یا قوت الحموی نے معجم الادباء میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں "خالد بن صفوان" کے حالات میں لکھا ہے۔

صدر اول ہی میں علی کا کلام مدون تھا خلاصہ کلام یہ کہ علیہ حمید بن کثیری الکاتب متوفی ۱۳۲ھ اور ابن المقفع متوفی ۱۴۲ھ کے عہد میں امیر المومنین کے خطبہ عام ہو کر رائج و شائع تھے جن سے استفادہ حاصل کرنا ایک بالکمال ادیب و کاتب کے لیے لازمی و ضروری تھا، اور تقریباً ۱۳۲ھ - ۱۳۳ھ میں علویین میں یہ خطبہ داخل نصاب تعلیم تھے، جیسا کہ توفیہ الشہید بطور درس ان کو پڑھا کرتے تھے (کتاب الرجال الکتابی ص ۲۲ طبع بمبئی) صرف علویوں ہی کے لیے نہیں بلکہ علامہ جاحظ کے پہلے سے ہر ادیب و دبیر کے درس حضرت کا کلام داخل نصاب تھا (ادب الجاحظ ص ۱۹۶ - ۱۹۷ طبع مصر) جاحظ عثمانی متوفی ۲۴۰ھ نے بھی امیر المومنین کی خطبوں کے لیے یہ لکھا، "مدونة، مخلدة، مشهورة" کے یہ خطبہ مدون و مرتب محفوظ و مشہور ہو کر بقائے دو کی نہ حاصل کر سکے ہیں (البیان والتبيين للجاحظ الجزء الاول ص ۱۷ طبع رجاہ مصر) ابن نباتہ خطیب مشہور متوفی ۷۱۰ھ کے عہد میں تو اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امیر المومنین کے کلام کا یہ مرتب و مدون مجموعہ کافی ضخامت رکھتا تھا کہ جس پر دیگر علماء دین خطبہ کے اس نے صرف سو فصلیں مواضع کی یاد کی تھیں، سابق عہد میں تدوین علوم کی جو مخالفت حقیقت یہ ہے کہ امیر المومنین کے اقوال و خطبہ خود آپ ہی کے زمانہ میں لکھ کر محفوظ کر لیے گئے تھے وہ اب علی کے عہد میں نہ تھے، عدم تدوین و کتابت علوم کے متعلق آپ کے ماقبل خلفاء کی جو اتنا علمی پالیسی تھی حضرت دو خلافت میں وہ ختم ہو چکی تھی، بیشک علی کی خلافت سے پہلے کا دور ایسا ضرور تھا جب اسلامی دنیا علم کتابت و تدوین مخالف تھی، اگرچہ اس عہد میں بھی علمی کتابت علوم کی طرف متوجہ رہے علامہ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں

کان بین السلف من الصحابة والتابعین اختلاف کثیر فی کتابة العالم فکثرھما کثیر منھما و اباھا طائفة و فعلھا منھم علی وابنہ الحسن (تدرب الراوی) سلف صحابہ و تابعین میں تدوین و الیف اور کتابت علوم کے متعلق سخت اختلاف تھا سوائے حضرت علی اور امام حسن یا کچھ اور لوگوں کے (یعنی دیگر فرزندان امیر المومنین اور سلمان و ابوذر) جو نہ صرف اس کو جائز و مباح سمجھتے تھے بلکہ علماء خود ان حضرات کے الیف و تدوین بھی فرمایا اس کے بخلاف باقی تمام صحابہ و تابعین اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے علی نے اپنے اصحاب میں مصنفین و مؤلفین پیدا کر دیا تھا اسی عہد میں آپ کے خطبہ مدون ہوئے

بلکہ وہ ایک علمی ماحول پیدا کر کے کامیاب مفکر و مصنف کو بھی پیدا کرنا چاہتے تھے چنانچہ آپ نے اپنے اصحاب میں مصنفین و مؤلفین کے ایک گروہ کو پیدا کر دیا تھا، جنھوں نے کسانیت، سیر و احادیث اور علوم قرآن پر کتابیں لکھیں دنیا کو اس کا اعتراف ہے، ومنہ تعلم الناس الخطابة و الکتابة (ابن ابی احمد یحییٰ جلد اول ص ۱ طبع مصر) آپ کے لوگوں نے خطابت اور تحریر و تصنیف کے فن کو سیکھا

حضرت کے خاندان اور اصحاب میں مندرجہ ذیل اصحاب قلم ایسے ہیں جن کے آثار قلم محفوظ ہیں اور جن کا تذکرہ علماء رجال نے کیا ہے امام حسن، امام حسین، عمر بن علی، محمد بن علی المعروف بابن الحنفیہ، عبد اللہ بن عباس، انی بن کعب صحابی، جابر بن عبد اللہ انصاری، ابو رافع، علی بن ابی رافع، عبید اللہ بن ابی رافع، اصبع بن مائتہ مجاشعی، سلیم بن قیس الہلالی، یحییٰ بن کثیر التمار، حارث بن عبد اللہ الاغور الہمدانی، ابو الاسود الدلی، کبیل بن زیاد الخفی، عبید اللہ بن ابی جحیف، ربیعہ بن ربیع، یعلیٰ بن مرہ، زید بن وہب الجعفی، حسن بصری،

یہ وہ حضرات ہیں جو آپ کے عہد کے خوش فکر اور کامیاب مصنف و مؤلف تھے، بقول مرتبہ جے بول مصنف کتاب مطالعہ مذہب اسلام "علی نے اپنے زمانہ خلافت میں قومی مصنفین کا نہ صرف تحفظ ہی کیا بلکہ انھیں تصنیف کے لیے ترغیب بھی دیتے تھے (کتاب مطالعہ مذہب اسلام ص ۳۲ مطبوعہ ۱۹۶۷ھ) اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ ہی کے عہد خلافت میں اہل قلم آپ کے اقوال و خطبہ کو ضبط تحریر کر کے محفوظ کرنے لگے تھے، یہ لوگ حضرت سے جو کچھ سنتے تھے فوراً لکھ لیا کرتے تھے سید صدوق ابو جعفر محمد ابن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۰ھ اپنے سلسلہ اسناد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو اسحق السبعی بیان کرتا ہے کہ ان سے حارث بن عبد اللہ الاغور الہمدانی نے بیان کیا۔

خطب امیر المومنین علی بن ابی طالب یوماً خطبہ بعد العصر فحجب الناس من حسن صفته وما ذکر من تعظیم اللہ جل جلالہ قال ابواسحق فقلت للحارث او ما حفظتھا قال قد کتبتھا فاملاھا علینا من کتابة (کتاب التوحید ص ۱۷ طبع ایران ۱۳۱۰ھ) ایک روز بعد عصر امیر المومنین نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جگہ کی عظمت و جلال کے مضامین پر مشتمل تھا، لوگوں نے اس خطبہ کو بہت زیادہ پسند کیا ابواسحق نے حارث سے دریافت کیا کہ تم نے اس کو یاد نہیں کر لیا، حارث نے جواب دیا کہ میں نے تو اس کو لکھ لیا تھا اس کے بعد حارث نے اپنی کتاب سے پڑھ کر اس خطبہ کو سنایا۔

ایک مرتبہ حضرت سے ایک یہودی عالم نے چند سوالات کئے تھے جن کا تسلی بخش جواب حضرت نے عنایت فرمایا تھا اس مفصل جواب کو بھی حارث ہمدانی نے مرتب و مدون کیا تھا (کتاب الفہرست شیخ ابو جعفر الطوسی) حارث نے امیر المومنین کے آثار علم کو اس کثرت سے مدون و مرتب کیا تھا کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام نے اس ذخیرہ علم کو ان سے طلب فرمایا (رفع الیہ بوقر بعین) تو حارث نے جو عظیم ذخیرہ کتب بھیجا وہ ایک اونٹ انبار تھا، (لاحظہ ہو مورخ شہیر ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کی کتاب ذیل المذیل من تاریخ الصحابة والتابعین ص ۱۳۷ مطبوعہ مطبع استقامتہ تابرہ ۱۳۱۹ھ) اصحاب امیر المومنین میں حارث ہمدانی نے فقر و فراغ اور علم حساب میں کمال حاصل کیا تھا اور ان علوم میں یہ حضرت ہی کے شاگرد تھے، جن سے دوسرے فقہانے اخذ کیا (ذیل المذیل ص ۱۳۷، حلیۃ الاولیاء حافظ البونیم جلد ۲ ص ۱ طبع مصر)

ان اہل قلم حضرت کی حالت یہ تھی کہ حضرت کی خدمت میں جب حاضر ہوتے تو سامان نوشت لے کر آتے تھے اور حضرت جو کچھ فرماتے تھے اس کو اسی وقت لکھ لیا کرتے تھے، چنانچہ حسن بصری کا یہی طریقہ تھا، ابویحییٰ الواسطی بیان کرتا ہے، قال لما افتتح امیر المومنین، اجتماع الناس علیہ وفہم الحسن البصری ومعہ الکواح فکان کلما لفظ امیر المومنین بکلمة کتبھا (کتاب الاحتجاج البونصور الطبری ص ۱۸۸ مطبوعہ تبریز ۱۳۸۸ھ) جب امیر المومنین نے بصرہ کو فتح فرمایا، تو آپ کے گرد (مسجد بصرہ میں) لوگوں کا مجمع ہو گیا، ان میں حسن بصری بھی تھے جن کے پاس لکھنے کا سامان (لوہیں) بھی تھا، امیر المومنین کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کو فوراً اپنی رگوں میں لکھ لیتے تھے،

علی کے کلام سے ابن مقفع کا سرور

علی کے عہد کے مؤلفین

علی کے اصحاب کے خطبوں کو لکھ لیتے تھے

مقتل ہوا علی نے اپنے آثار علم کو مدون و جمع کیا

حضرت کے کاتب عبید اللہ بن ابی رافع نے حضرت کے قضا یا کو مدون کیا (الفہرست الطوسی ص ۲۲۰) اصبح بن نباتہ مجاشعی نے حضرت کے آثار میں سے کئی چیزوں کو مدون کیا حضرت کا وہ مشہور جہد و فرماں جو مالک اشتر کے نام ہے اس کو اصبح بن نباتہ نے محفوظ کیا، اس کے علاوہ حضرت کے وہ وصایا جن کو آپ نے اپنے فرزند محمد حنفیہ سے کیا تھا اس کو بھی اوتخوں نے جمع کیا اس کے علاوہ حضرت کے قضا یا کو بھی اصبح بن نباتہ نے مدون و مرتب کیا (منہج المقال الفہرست الطوسی ص ۲۲۰ طبع کلکتہ) (کتاب الفہرست) (اصح بن نباتہ کا ایک قدیمی نسخہ محفوظ جو چھٹیں ہجری کا لکھا ہوا ہے، علامہ سید حسن الامین العالمی کے کتاب خانہ دمشق میں موجود ہے)

سید بن قیس البہلانی نے ایک کتاب مدون کی جس میں امیر المومنین، سلمان فارسی، ابو ذر غفاری، مقداد اعمار یا سر کے علاوہ حضرت کے بعض خطبہ و رسائل و مکتوب کو بھی جمع کیا (اس کتاب کے قدیمی خطوط طاق و ایران و ہندوستان کے بعض کتاب خانوں میں محفوظ ہیں اس کے علاوہ حال ہی میں یہ کتاب بخت کے مطبع حیدرآباد سے شائع بھی ہو گئی ہے) بن زیاد نخعی نے حضرت کی ایک جلیل القدر و طویل دعا کو محفوظ کیا، اسی طرح حضرت کے صحابی زید بن وہب الجعفی نے ایک مجموعہ میں حضرت کے خطبوں کو جمع کیا (منہج المقال ص ۱۵۳) زید بن وہب کی جلالت قدر کے متعلق علامہ ذہبی میں الاعتدال میں لکھتے ہیں،

زید بن وہب اجلة التابعین وثقاتهم متفق علی الاحتجاج وزید سید جلیل القدر صاحب الی النبی صلعم فقبض وزید فی الطريق و روی عن عمر و عثمان و علی و السابقین و حدث عنه خلق و وثقه ابن معین و غیر حتی ان الاعمش قال اذا حدثک زید بن وہب عن احد فکانک سمعته من الذی حدثک عنه قلت مات قبل سنة تسعين او بعدها (میزان الاعتدال جلد اول ص ۲۶۶، ۲۶۷ طبع مصر)

کے زبان سے تقریباً ۲۰۰ کے قبل یا بعد ان کی وفات ہوئی یہی جلیل القدر و قابل اعتماد زید بن وہب ہیں جنہوں نے سب سے پہلے امیر المومنین کے خطبوں کو ایک کتاب میں جمع کرنے کا فرما مختلف اصحاب ائمہ و قدامو لعین جنہوں اصحاب امیر المومنین کے بعد دوسرے اصحاب ائمہ معصومین اور اہل علم و ادب نے بھی آپ کے خطبہ انار کو جمع کیا

- ۱۔ ہشام بن محمد بن السائب الکلبی صحابی امام محمد باقر نے امیر المومنین کے خطبوں کو جمع کیا (الفہرست ابن النديم متوفی ۳۸۰ھ ص ۲۲۰ طبع مصر)
- ۲۔ محمد بن قیس الجعفی صحابی امام محمد باقر و امام جعفر صادق نے امیر المومنین کے قضا یا کو جمع کیا (منہج المقال)
- ۳۔ محمد بن قیس البہلانی نے امیر المومنین کے خطبوں کو جمع کیا (کتاب الرجال النجاشی)
- ۴۔ ابراہیم بن محمد بن ابی الفراء نے امیر المومنین کے خطبوں کو جمع کیا (الفہرست الطوسی، کتاب الرجال النجاشی)
- ۵۔ ابو محمد مسعود بن صدوق العبدی صحابی امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم نے امیر المومنین کے خطبوں کو جمع کیا (کتاب الرجال النجاشی)
- ۶۔ ابراہیم بن باقر ابو اسحق العقی صہبی امام رضا نے امیر المومنین کے قضا یا کو جمع کیا (منہج المقال)
- ۷۔ مشہور مؤرخ ابو مخنف لوط بن یحییٰ الازدی نے اپنے مصنفات میں امیر المومنین کے خطبات و رسائل کو وارد کیا،
- ۸۔ نصر بن زاعم النخعی البصری الکوفی معاصر امام محمد باقر تا امام علی رضا نے بھی حضرت کے خطبات و مکتوبات کو کتاب الصفین میں وارد کیا ہے (یہ کتاب مطبوعہ ہے)

زید بن وہب
علی کے
صحابی نے
اپنے خطبوں
کو جمع کیا

- ۹۔ ابو القاسم عبد العظیم بن عبد اللہ الحسنی المدفون بالکوفی المتوفی تقریباً ۲۵۰ھ صحابی امام علی نقی نے امیر المومنین کے خطبوں کو جمع کیا (کتاب الرجال النجاشی)
- ۱۰۔ صالح بن ابی حماد ابو الخیر الرازی صحابی امام علی نقی نے امیر المومنین کے خطبوں کو جمع کیا (کتاب الرجال النجاشی)
- ۱۱۔ علی بن محمد بن عبد اللہ المدائنی متوفی ۲۵۰ھ امیر المومنین کے خطبوں اور ان مکاتیب کو جمع کیا جن کو حضرت نے اپنے عمال کو تحریر کیا تھا، (معجم الادب یا قوت الکوی جلد چہارم ص ۱۳۰ طبع مصر)
- ۱۲۔ ابراہیم بن محمد بن سعید بن ہلال بن عاصم بن سعد بن مسعود الثقفی الکوفی متوفی ۲۸۳ھ نے دو کتاب رسائل امیر المومنین کے نام سے حضرت کے فراہم و خطوط کو جمع کیا (معجم الادب یا قوت الکوی جلد اول ص ۲۳۳ طبع مصر)
- ۱۳۔ ابو القاسم عبد اللہ بن احمد بن عامر بن سلیمان بن صالح بن وہب بن عامر الشہید المطف ابن حسان المقتول بصفین مع امیر المومنین نے حضرت کے قضا یا کو جمع کیا (کتاب الرجال النجاشی)
- ۱۴۔ ابو الحسن معلی بن محمد البصری نے امیر المومنین کے قضا یا کو جمع کیا (کتاب الرجال النجاشی)
- ۱۵۔ ابو احمد عبد العزیز الجلودی البصری متوفی ۳۳۰ھ نے امیر المومنین کے آثار میں متعدد چیزوں کو جمع کیا،

- ۱۔ کتاب رسائل علی، حضرت کے خطوط و فراہم کا مجموعہ
- ۲۔ کتاب خطب علی، حضرت کے خطبوں کا مجموعہ
- ۳۔ کتاب مواظ علی، حضرت کے کلام کا وہ مجموعہ جو مواظ علی پر مشتمل ہے
- ۴۔ کتاب خطب علی فی الملاحم، حضرت کے خطبوں کا وہ مجموعہ جس میں ہونے والے واقعات و فتنہ و فساد کی خبر دی گئی ہے
- ۵۔ کتاب دعا علی، حضرت کے اوعیہ کا مجموعہ
- ۶۔ کتاب شعر علی، حضرت کے اشعار کا مجموعہ

(الفہرست الطوسی، کتاب الرجال النجاشی)

۱۶۔ ابو محمد حسن بن علی بن شہبہ الکلبی متوفی ۳۳۰ھ تیسری صدی ہجری کے مشہور شیعہ علماء محدثین میں سے تھے، موصوف نے اپنی کتاب "تحف العقول عن آل الرسول" میں امیر المومنین کے کلمات حکیمہ، امثال، و خطبہ کو جمع فرمایا ہے، علامہ موصوف حضرت کے خطبوں کے متعلق اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں،

انما لو استغفرنا جميع ما وصل اليها من خطبه و كلامه في التوحيد خاصة دون ما سواها من المعاني لكان مثل جميع هذا الكتاب (تحف العقول ص ۲۲۰ طبع ایران)

کے حجم سے زیادہ ہے

امیر المومنین کے کلام کی وسعت و کثرت کے متعلق چھٹی صدی ہجری کے مشہور عالم ابو الحسن محمد بن اکھین البیہقی البیضاپوری شہرہ علامہ قطب الدین الکبیری اپنی شرح نہج البلاغہ موسوم بہ حدائق الحقائق فی فسر و قائل احسن الاخلاق میں علامہ قطب الدین الراوندی متوفی ۳۸۰ھ کی کتاب نہج البلاغہ فی شرح نہج البلاغہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں،

ذكر قطب الكيدري، نقلاً عن صاحب كتاب المنهاج انه قال سمعت بعض العلماء بالحجاز ذكراً له وجد مبصر مجموعاً من كلام امير المؤمنين في نيف وعشرين مجلداً، قلت لا بدع في ذلك لمن كان باب مدينة علم الرسول وحكمته

قطب الدین راوندی صاحب کتاب المنہج نے حجاز میں بعض علماء سے سنا کہ اوتخوں نے مصر میں امیر المومنین کے کلام کے ایک ایسے مجموعہ کو دیکھا جو بیس مجلدات سے زیادہ تھا، میں کہتا ہوں کہ جو باب مدینہ علم و حکمت ہوا اس سے ایسے سنا علیہ کا باجا نا بعید نہیں ہے

(روضات الجنات باب العین ص ۲۶۷ طبع ایران)

۱۷۔ ابو طالب عبد اللہ بن ابی زید الانصاری متوفی ۳۵۰ھ نے حضرت کی دعاؤں کو کتاب اوعیہ ائمہ میں جمع کیا،

یہ رضی سے قبل کے وہ علماء اسلام جنہوں نے یہ تو ان مولفین و اہل علم کا تذکرہ تھا جنہوں نے امیر المؤمنین کے اقوال و خطبہ و دیگر آثار آپ کے خطبہ کلام کو اپنے مصنفات میں جگہ دی علیہ وسلم کتابیں لکھیں، لیکن ان کے علاوہ مورخین و محدثین و علماء اسلام کی ایک کثیر تعداد ہے جنہوں نے اپنے مجامع و تصانیف میں حضرت کے خطبوں اور دیگر آثار کو وارد کیا ہے، جن میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں،

- ۱۔ ابو الحسن علی بن محمد الدائمی المتوفی ۲۲۵ھ نے تاریخ خلفاء کتاب الاحداث و الفتن میں
- ۲۔ ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ نے کتاب البیان و التبیین میں حضرت کے بعض خطبہ کو نقل کیا ہے اور کلمات حکیمہ میں "مأثرة كلمة" کو منتخب کیا، جاحظ نے کتاب البیان میں لکھا ہے کہ حضرت کے خطبہ مرتب و مدون اور متداول و مشہور ہیں،
- ۳۔ ابن قتیبہ الدینوری متوفی ۳۰۰ھ نے عیون الاخبار و غریب الحدیث میں
- ۴۔ ابن واضح السیوطی الکاتب العباسی متوفی ۳۸۰ھ نے اپنی تاریخ میں
- ۵۔ ابو حنیفہ الدینوری متوفی ۲۴۵ھ نے اخبار الطوال میں
- ۶۔ ابو العباس المبرّد متوفی ۲۸۶ھ نے کتاب المبرّد میں
- ۷۔ مورخ محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۲۰ھ نے اپنی تاریخ میں
- ۸۔ ابو بکر محمد بن حسن بن وریاذی بصری متوفی ۳۲۲ھ نے اپنی کتاب المجتبیٰ میں
- ۹۔ ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ نے عقد الفرید میں
- ۱۰۔ محمد بن یعقوب الکیلی متوفی ۳۲۹ھ نے کتاب الکافی کے مجلدات کتاب الاصول و الفروع و کتاب الروضہ میں
- ۱۱۔ مورخ مسعودی متوفی ۳۴۵ھ نے مروج الذهب میں
- ۱۲۔ ابو الفرج الاموی الاصفہانی متوفی ۳۵۵ھ نے کتاب الاغانی میں
- ۱۳۔ ابو علی القالی متوفی ۳۵۵ھ نے نوادر میں
- ۱۴۔ شیخ ابو جعفر ابن بابویہ القمی متوفی ۳۸۰ھ نے کتاب التوحید اور اپنے دوسرے مجامع کتب میں
- ۱۵۔ شیخ مفید اتادید رضی (متوفی ۳۸۰ھ) نے کتاب الارشاد و کتاب الجمل میں
- ۱۶۔ ابن مسکویہ متوفی ۴۰۰ھ نے تجارب الامم میں
- ۱۷۔ جاحظ ابو نعیم متوفی ۳۸۰ھ نے حلیۃ الاولیاء میں
- ۱۸۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی (۳۸۵ - ۴۶۰ھ) نے کتاب التہذیب و کتاب الامالی میں

اب کیوں کر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ جامع شیخ البلاغہ شریف الرضی الموسوی المتوفی ۳۸۰ھ سے پہلے حضرت کے خطبہ مرتب و مشہور و متداول نہ تھے، شیخ البلاغہ تو دراصل حضرت کے کلام متداول و مشہور کا ایک انتخاب ہے، یہ رضی نے حضرت کے کلام کو جمع فرمایا ہے وہ خود ہی فرماتے ہیں

واما کلامہ فممن البحر الذی لا یساحل و الجمہ الدی لا یحافل

(مقدمہ یہ رضی شیخ البلاغہ)

جناب یہ رضی نے حضرت کے کلام کا احصاء نہیں فرمایا ہے بلکہ حضرت کے کلام کو میں ابواب (۱) خطبہ و اوامر (۲) کتاب (۳) حکم و مواظب میں تقسیم کر کے نہایت دقت نظر سے صرف محاسن خطبہ و کتب و حکم کو ہر باب کے ضمن میں مرتب کیا کہ خود یہ رضی نے مقدمہ شیخ البلاغہ میں اس کا ذکر فرمایا ہے، اس عنوان انتخاب میں بھی یہ کہ یہ دعویٰ نہیں ہے موصوف نے حضرت کے کلام کا احاطہ کر لیا ہے بلکہ موصوف کا خیال ہے کہ جو کچھ وہ منتخب کر کے جمع کر چکے ہیں اس کلام کے مقابل میں بہت کم ہے جس کو جمع نہیں کر سکے، یہ رضی سے پہلے جن لوگوں نے حضرت کے اقوال و خطبہ کو جمع کیا

یہ رضی سے قبل
کتب و تصانیف
و آثار و خطبہ

انما تالیف
کلام و خطبہ
شیخ البلاغہ
کتابت

چونکہ ان لوگوں نے تدوین و تالیف کا یہ انداز اختیار نہیں کیا تھا اس لیے ان جامعین کے مولفات کو اتنی قبولیت و شہرت نہیں حاصل ہوئی جو شیخ البلاغہ کو حاصل ہوئی، دراصل شیخ البلاغہ امیر المؤمنین کے منتخب کلام کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو عربی ادبیات میں قرآن مجید کے بعد سمجھا گیا ہے دونوں صلاحہ الخالق و فوق کلامہ المخلوق! علماء امامیہ و فرقہ نہدیہ کا بغیر کسی اختلاف کے اس پر اجماع ہے کہ بغیر شیخ و شبہ کے یہ امیر المؤمنین کا کلام ہے اور علماء اہلسنت کی اکثریت بھی اسی اجماع کے ساتھ ہے اور مندرجات شیخ البلاغہ کو علی بن ابی طالب کا کلام معجز نظام سمجھا ہے، شیخ البلاغہ کا شمار اہمات کتب اور معتبر ترین ماخذ میں ہے، فریقین کے علماء ابتدا ہی سے اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کے شروح و حواشی تحریر کئے، مشہور ادیب مورخ ابن الخطیطی محمد بن علی بن طباطبائی تاریخ الفخری فی الاداب السلطانیۃ والدول الاسلامیہ میں لکھتے ہیں،

عدل خاص الی شیخ البلاغہ من کلام امیر المؤمنین علی بن ابی طالب فانہ الکتاب الذی یتعلم منه الحکم والمواظب والخطب و التوحید والتمجید والزهد و علو المہمۃ و ادنی فوائد الفصاحت و البلاغۃ

بہت سے لوگوں نے کتاب شیخ البلاغہ کی طرف توجہ کی جو امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کے کلام سے ہے کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جس سے حکم و مواظب، زہد، توحید، خطب، شجاعت، علو ہمت ان تمام باتوں کی تعلیم حاصل ہوتی ہے اور اس کا ایک ادنیٰ جو ہر اور اخلاقی فصاحت و بلاغت

شیخ البلاغہ کی تالیف کے بعد امیر المؤمنین شیخ البلاغہ کی تالیف کے بعد یہ نہیں ہو سکتا کہ علماء حضرت کے کلام کی تدوین و جمع سے غافل کلام کے دوسرے مجموعے و مصنفات ہو گئے بلکہ اس کا سلسلہ سید رضی کے بعد سے اب تک جاری ہے ان جامعین کلام امیر المؤمنین میں سے مندرجہ ذیل علماء و ادباء قابل ذکر ہیں،

(۱) عبد الواحد بن محمد بن عبد الواحد الحمیدی القیمی الآدبی معاصر سید رضی جامع شیخ البلاغہ نے ایک مجموعہ حضرت کے کلمات جمع کیا جس کا نام غرر الحکم و درر الکلم ہے یہ کتاب مصر، حیدرآباد، رشام، اور ہندوستان سے طبع ہو چکی ہے،

(۲) عزالدین بن حبیب الدین ابو الرضا، فضل اللہ الراوندی نے بھی حضرت کے اقوال و کلمات کو جمع کیا اور اس کا نام "نثر اللالی" رکھا، بعض کہتے ہیں کہ اس کے جامع شیخ ابو علی الطبرسی صاحب مجمع البیان ہیں لیکن یہ قول اعتماد کے قابل نہیں ہے یہ کتاب بھی طبع ہو چکی ہے

(۳) ابو سعید منصور بن اسحاق الابی الوزیری متوفی ۴۲۲ھ نے بھی حضرت کے کلام کو "موزنہ الادب" اور "نثر الدر" میں جمع کیا، (کشف الظنون باب النون)

(۴) قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ القطاعی الشافعی متوفی ۴۵۳ھ نے حضرت کے خطبہ و مواظب و وصایا و اشار کو جمع کیا اور اس کا نام دستور معالم الحکم رکھا، مصر سے طبع ہو چکی ہے

(۵) عزالدین ابن ابی احمد المدائنی المتوفی شارح شیخ البلاغہ متوفی ۵۸۰ھ نے حضرت کے ایک ہزار کلمات کو جمع کر کے اپنی شرح کے آخر میں شامل کیا، یہ مجموعہ کلمات "الف کلمہ" کے نام سے بیروت و مصر سے شائع ہو چکا ہے

(۶) شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قزغلی حنفی المعروف بہ سبط ابن الجوزی متوفی ۷۸۰ھ نے تذکرہ خواص اللامہ میں اپنے انا و سے حضرت کے اقوال و خطبہ کو جمع کیا، موصوف لکھتے ہیں

وقد اخبرنا السيد الشريف ابو الحسن علي بن محمد الخبزي باسنادة الى الشريف المرتضى قال وقع الي من خطب امير المؤمنين عليه السلام اربعمائة خطبة وكتابتها هذا يعني عن حصصها فشرّفه بما اتصل لئلا يسهل

یہ شریف ابو الحسن علی بن محمد الخبزی نے اپنے انا و سے جو شریف المرتضیٰ بنک مفتی ہوتا ہے محمد سے بیان کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین کے چار سو خطبہ مجھ تک پہنچے ہیں، اور ہاؤی اس کتاب کا وامن تنگ ہے کہ اس میں ان تمام خطبوں کو جمع نقل کر سکیں، اس لیے میں اس کتاب میں ان خطبوں کے

نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، جن کے اسناد کا سلسلہ محض تک پہنچا ہے۔
(۷) قاضی ابوسفیق بن سلیمان الاسفرائینی نے حضرت کے کلمات قصار کو جمع کیا اور اس کا نام ”الفرائد والقلائد“ رکھا، اس کا ایک قدیمی خطی نسخہ جو چھٹی صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے کتاب خانہ مدرسہ مروی طہران میں محفوظ ہے (جس کو میں نے دوران قیام طہران کے زمانہ میں دیکھا ہے)

(۸) علی بن محمد البیہقی الواسطی، چھٹی و ساتویں صدی کے علماء میں سے تھے موصوف نے ایک ضخیم کتاب تالیف کی جو ۳۰ ابواب اور ۹۱ فصول پر مشتمل ہے، اس میں حضرت کے مواعظ و ادعیہ، مکاتبات و مناجات ہیں اور ۱۳۴۲۸ کلمات حکیمہ ہیں جن کو حروف مجسم کے تحت ۲۹ ابواب میں جمع کیا ہے، اس کتاب کا نام ”عیون الحکم والمواعظ و ذخیرۃ المتعظ والواعظ“ رکھا ہے، مقدمہ کتاب میں مولف تحریر فرماتے ہیں

فالزمت نفسی ان اجمع قلیلا من حکمہ و یدیر امت
خطیر کلمہ مجموعہ من بلاغہ و عطا نذر و ادب و
مناجاتہ و امرک و نواہیہ و زواجرک ما تحرس
البلاغ عن ساجلتہ و تہلک الحکماء من شاکلتہ
وما انا علم اللہ تعالیٰ الا کالمغتصرون من البحر
بکفہ و المعترف بالتقصیر فی وصفہ فیکف
للا و هو علیہ السلام الشارح من الینبوع
النبوی و الحادی من جنبہ العلم اللہوتی

اس کتاب کے دو قلمی نسخے کتاب خانہ مدرسہ سالار طہران میں موجود ہیں یہ نسخہ بھی ہنگام اقامت طہران میں حقیقہ نگاہوں سے گزرے ہیں (فہرست کتاب خانہ مدرسہ عالیہ سالار جلد اول صفحہ ۲۸۵ و جلد دوم صفحہ ۲۸۶ طبع ایران) علامہ محمد باقر مجلسی نے جلد ہفتم جہار الانوار ”باب ما جمع من کلمات علی“ اور جلد پانزدہم بجاہ ”باب حب الدنیا و ذمہا“ میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور اس سے نقل فرمایا ہے

(۹) مولیٰ خلف بن مطلب بن حیدر بن محسن ازموالی ال مشعشع پدید علی والی حوزہ معاصر شیخ بہاء الدین عالمی نے حضرت کا وہ کلام جو نہج البلاغہ میں نہ جمع ہو سکا تھا اس کو جمع فرمایا اور اس کا نام ”النهج القوم فی کلام امیر المؤمنین“ رکھا (روضات الجنات باب ۲۶ طبع ایران) علامہ محمد باقر مجلسی نے

(۱۰) مولیٰ میر القاری الکوکبی الجیلانی معاصر شاہ عباس صفوی نے کتاب زبدۃ الحقائق میں حضرت کے کلمات کثیرہ جمع فرمایا

(۱۱) شیخ عبداللہ بن اکحلج صالح بن جمہ بن شعبان بن علی سماجی نے حضرت کے ادعیہ و مناجات و اذکار کو جمع فرمایا اور اس کا نام ”الصحفۃ العلویہ و التحف المرتضویہ“ رکھا،

(۱۲) علامہ محمد باقر مجلسی نے جہار الانوار جلد ہفتم میں حضرت کے خطب و کلمات کو جمع فرمایا

(۱۳) مسیحی ادیب الاب لوئیس شیخو نے حضرت کے اقوال کے ایسے مجموعہ کو شائع کیا جو ۲۵۰ صفحہ کا مخطوط ہے (ترجمہ علی بن ابی طالب ص ۱۱۹ طبع مصر)

(۱۴) شیخ احمد رضا عالمی معاصر نے خطب و مواعظ کے ایک ایسے مجموعہ کو جہار النور ص ۱۹۳ طبع مصر میں شائع کیا جو نہج البلاغہ میں جمع نہ ہو سکا تھا (ترجمہ علی بن ابی طالب ص ۱۱۹ طبع مصر)

(۱۵) علامہ شیخ ابوالخنفی آل کاظم العطا معاصر نے امیر المؤمنین کے ایسے خطب و مکاتیب و اقوال کو جمع فرمایا جو نہج البلاغہ میں نہ تھا جس کو ۱۳۵۵ھ میں نجف اشرف سے مترجم نہج البلاغہ کے نام سے شائع فرمایا،

(۱۶) مولیٰ حکیم نجی احمد خفئی افسر و خانہ یزانی و دیدالامپور نے حضرت کے ایسے مکاتیب و رسائل کو جمع فرمایا ہے جو نہج البلاغہ

میں نہیں ہیں اور اس کا نام بھی مترجم نہج البلاغہ رکھا ہے
علی کے آثار علم و ادب کا اعتراف یہ ہے علی کے آثار علمی و ادبی کا اجمالی تذکرہ اب تک آپ علم و ادب کے ایک بجا پیکار
ایک مستشرق کی زبانی
ہیں جس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، اس کا اعتراف صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم ارباب فضل و دانش بھی کرتے ہیں

مستشرق شہیر گابریل انکیری (GABRIEL ENKIRI) لکھتا ہے

”قاسمہ، ذوق، استامبول اور یورپ کے تمام کتاب خانوں میں بے شمار ایسے مولفات مخطوط موجود ہیں جو علی کے مصنفات بتلائے جاتے ہیں یہ کتابیں مواعظ، تاریخ، شعر، خطبے، قانونی موثقات، قضایا و فیصلے اور تحقیقات علوم الہیات پر مشتمل ہیں، صرف وہی علمی و ادبی آثار، جن کی نسبت علی کی طرف صحیح اور سلاست سے ہے اور جن سے کسی کو اختلاف نہیں، دنیا میں نفیس ترین گنجینہ علم و ادب کو پیش کرتی ہیں علی کی تقریریں و خطبوں میں ”یادہ کوئی“، ”جملہ بانی“، ”فضول لفاظی“ یا لفظوں کی بھرتی نہیں پائی جاتی وہ مثل جواہر تراش و مرصع نگار کے مناسب الفاظ کے نیچے جڑتے ہیں اور بغیر زور و لیدہ بیانی کے اصل مقصد پر روشنی ڈالتے ہیں آپ کے مختصر و موجز جملے سننے والے کو خستہ نہیں کرتے، اتفاق آراء ”علی“ قرن اول کے فصیح ترین و بلیغ ترین خطیب ہیں، ”حضرت کے رد و رد سے عام سیاسی خطبے سننے والوں پر اپنا اثر ڈالنے بغیر رائیگاں نہیں جاتے،“ صرف یہی نہیں بلکہ علی کے حکیمانہ اقوال و امثال آپ کے بے ہمتائی کا ثبوت ہیں یہ اقوال و افکار ”السیف“ (ESOPÉ) و لقمان کے حکم و مواعظ کا مقابلہ کرتے ہیں علی کے اقوال اور ”لابر ویر“ (LABRUYERE) اور لاروشفو (LAROCHOUCAULD) کے اقوال کے

مابین موازنہ کیا اچھا ہوتا اگر کوئی محقق اس موضوع پر تحقیق کرے تو بہترین کام انجام دیکر اور ثبات کر سکے گا کہ فلسفہ شرق جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے موجودہ فلسفہ عرب سے قدر و قیمت میں کم نہیں ہے، ”تاریخ قضاء و انفصال مقدمات میں علی نے ایک نیا دور پیدا کیا اپنی خلافت و حکومت کے زمانہ میں باوجود ”عسکری و سیاسی“ مصروفیتوں کے حکم کو ادگتری (COURT OF JUDICATURE) کو آپ نے براہ راست اپنے

ہاتھ میں رکھا لہٰذا سب سے پہلے محکمہ قانون اور عدالتوں کی بنیاد آپ ہی نے رکھی، خلیفہ ہمام کے متعدد یادگار فیصلے اس قابل ہیں کہ ان کا شمار تاریخ کے محاکمات بزرگ میں کیا جاوے، ”عالم اسلام میں علی کی

حکومت سے پہلے قانون مدون صورت میں باضابطہ وجود نہیں رکھتا تھا، قاضی اپنے علم قرآن و حدیث کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے، لیکن علی کی عہد حکومت میں علم فقہ قریب قریب مدون قانون کی حیثیت سے وجود

پیدا آیا، ”عالم شرق میں صرف علی ہی کی پہلی ذات ہے جس نے فیصلہ کے موقع پر گواہوں کو ایک دوسرے سے الگ کر کے گواہی لینے کا طریقہ جاری کیا ورنہ اس سے پہلے ایک ساتھ گواہی لی جاتی تھی جس سے اصل

حقیقت کا انکشاف نہیں ہوتا تھا“ ”بہر حال علی جو ایک زبردست خطیب، کامیاب مصنف، بلند مرتبہ قاضی کی حیثیت رکھتے ہیں، واضعیین معہد علیہ موسسین درگاہ حکیمہ کی صف میں بھی ایک بلند مقام پر متمکن ہیں آپ نے جس اسکول کی بنیاد رکھی باعتبار منطق و دلائل، صراحت و روشنی اور لجاجت و ترقی فکر و

تجدد نظر کے ممتاز ہے (ترجمہ فارسی شہسوار اسلام (LE CHEVALIER DE L' ISLAM)

یونان کا ایک مشہور حکیم جس کے اقوال حکیمہ مشہور ہیں
LA BRUYERE (۶۱۴۵-۶۱۹۹) فرانس کا مشہور عالم علم اخلاق جس کی کتابیں اس موضوع پر یادگار ہیں
LA ROCHE FOUCAULD (۶۱۴۱-۶۱۹۸) فرانس کا مشہور مصنف کتاب امثال و حکم اس کی یادگار ہے

حضرت کو اس سے اس قدر دیکھی تھی کہ آپ اپنی مملکت کے تمام قاضیوں کو کوہ میں جمع فرماتے، ہر قاضی کا آپ استبار کرتے، امتحان لیتے، سخت سوالات فرماتے اور ان سب کو آپ جاز دیتے تھے کہ وہ اپنی مشکلات کو حضرت کے سامنے پیش کریں (حلیہ الاولیاء حافظ ابو نعیم جلد ۱ ص ۱۳۷ ترجمہ قاضی شریح مطہر مدہ مصر)

المستند کا اعتراض | المستند کے اکابر علماء و محققین ادباء کی ایک کثیر تعداد ہے جو نہج البلاغہ کو امیر المومنین کا کلام تسلیم کرتے ہیں اور بجز متقدمین و متاخرین علماء و ادباء المستند ایسے ہیں جنہوں نے نہج البلاغہ کو کلام امیر المومنین تسلیم کرتے نہیں ہیں۔

وہ شامی، شیخ محمد بن محمد الویری، ابو الحسن علی بن ابی القاسم البہیقی متوفی ۵۹۵ھ، (مجم الاواد یا قوت اکبری متوفی ۵۹۵ھ، جلد ۳، طبع مصر) شیخ محمد بن ابی اصیہ جلد دوم ص ۲۹ طبع مصر، عبد الجبار بن ابی احمد بدھائی مشہور متوفی ۵۹۵ھ، شیخ محمد بن ابی الدین عبد الرحمن الشیبانی اعلامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۵۹۵ھ، فاضل صنعانی، قاضی بزرگ شیخ قوام الدین تلمیذ جلال دوانی، نور محمد بن قاضی عبد العزیز بھٹی، ابن الصفا، علامہ شیخ عبد العزیز (مصری) استاد محمد بن النائل المصطفی، الازہار محمد بن محمد بن عبد الحمید ازہری، علی الدین البیضاوی وغیرہم۔ بعض اہل علمائے المستند کی عبارات اعتراض | اس مقام پر بعض محققین المستند کی ان عبارتوں کو تحریر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو نہج البلاغہ کو امیر المومنین کا کلام مانتے ہیں۔

علامہ شیخ محمد بن ابی الدین محمد بن طلحہ القرطبی الشافعی متوفی ۵۸۰ھ اپنی کتاب مطالب السؤل میں لکھتے ہیں: علم باغت و فصاحت میں امیر المومنین "امام" ہیں آپ کو یہ میدان میں اتنی سبقت ہے کہ کوئی آپ کی گرد آواز تک بھی نہیں پہنچ سکتا، جو شخص حضرت کے کلام کو نہج البلاغہ میں مطالبہ کرے اس کے نزدیک حضرت کے فصاحت و بلاغت کی یہ غیر عین شہادت ہو جائے گی اور حضرت کے علم کے مقام کے متعلق یہ ظن ایقان کا درجہ حاصل کر لے گا۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: النوع الخامس في الخطب والمواظع مما نقلته الرواة وروته الثقة عنه عليه السلام قد اشغل كتاب نهج البلاغة المنسوب اليه على انواع من خطبه ومواظعه الصادرة باوامرها ونواحيها المطلعه انوارا لفصاحة والبلاغة مشقة من الفاظها ومعانيها الجامعه حكم عيون علم المعاني والبيان على اختلاف اساليبها

(مطالب السؤل ص ۱۹۸ طبع لکھنؤ)

(۲) علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۵۹۵ھ شرح مقاصد میں لکھتے ہیں: والیضا هو افضلهم لسانا علی ما شہد بہہ کتاب نهج البلاغة

(۳) علامہ علاء الدین علی القزینی اکنفی متوفی ۸۵۵ھ شرح تجرید میں لکھتے ہیں: حضرت سب سے زیادہ فصیح اللسان ہیں جیسا کہ کتاب نہج البلاغہ میں ہے اور لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت کا کلام خالق کے کلام سے بہت اور مخلوق کے کلام سے بلند ہے۔

(۳) علامہ ابن کثیر دینی مفتاح الفتوح میں بعض حالات امیر المومنین لکھتے ہیں:-

ومن تامل فی کلامہ وکتبہ وخطبہ ورسالاتہ علم ان علمہ لا یواری علم احد وفصاحتہ لا یشاکل فصاحت احد بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم من جملة کتاب نهج البلاغة والیضا لہ بعد دونه فصاحة الفصحاء وبلاغة المبلغاء وحکمة الحكماء

(۵) علامہ یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں لکھتے ہیں: وافصح من اراد مشاہدۃ بلاغتہ وفصاحتہ فصاحتہ قلیت نظر الی فہم البلاغة ولا ینبغی ان ینسب ہذا النکس لکلام البلیغ الی رجل شیعہ وما ذکر فیہ من بعض الفاظ الموعظ بخلاف ما علیہ اہل السنة فعلى نقد ثبوته عنه له تخالفا وتاويلات وقال البلاء ان کلامہ دون کلام الخالق وفوق کلام المخلوق

(۶) علامہ شیخ احمد بن مصطفى مسعود بن غلا شکر می زادہ کتاب شقائق النعمانیہ فی علماء الدولۃ العثمانیہ میں بعض حالات نامی بغداد قوام الدین یوسف لکھتے ہیں: کان رحمة الله تعالى شريفا عالما صالحا متشعرا اهدا هيبته ووقار صنف شجاعا جامعا للفوائد التجريد وشرح فہم البلاغة للإمام العظام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

(۷) علامہ ابن خلکان متوفی ۸۶۰ھ وفيات الاعیان میں بعض حالات سید مرتضیٰ لکھتے ہیں: وقد اختلف الناس فی کتاب نهج البلاغة المجموعۃ من کلام علی بن ابی طالب کھل ہو جمعۃ او اخیه الرضی وقد قيل انه ليس من کلام علی بن ابی طالب و انما الذي جمعه ونسبه اليه وهو الذي وضعه والله اعلم

(۸) وفيات الاعیان جلد دوم ص ۳۳۴ طبع مصر: اس عبارت سے لوگوں کا یہ اختلاف تو معلوم ہوا کہ اس کا جامع دونوں بھائیوں میں سے سید رضی یا سید مرتضیٰ ہیں لیکن خود علامہ ابن خلکان کی رائے بھی معلوم ہو گئی کہ نہج البلاغہ امیر المومنین کے کلام کا مجموعہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ فقط وقیل سے اس قول کی ضمنت کو بھی متبادا ہوا اس کو حضرت کا کلام نہیں مانتے ہیں

جو شخص بغیر و تامل حضرت کے کلام کو دیکھے اور آپ کے خطوط و خطبہ رسائل پر نظر کرے تو سمجھے گا کہ بعد رسالت کسی کا علم حضرت کے علم کے مقابل میں نہیں بلکہ آپ کا علم سب سے بہتر ہے اور آپ کے فضائل کسی کے فضائل سے زیادہ نہیں بلکہ سب سے بالاتر ہے اور پھر ان کے سب سے بہتر نہج البلاغہ ہے تمام فصاحت و فصاحت اور تمام بلاغت اور تمام حکمت آپ کے مقابل میں بہت تر ہے کوئی مقابل نہیں کر سکتا

حضرت سب سے زیادہ فصیح ہیں پس جو شخص چاہے کہ حضرت کی بلاغت کا مشاہدہ کرے اور حضرت کی فصاحت کو سمجھے تو لازم ہے کہ وہ کتاب نہج البلاغہ کو دیکھے کسی طرح بھی یہ مترادف و مناسب نہیں ہے کہ ایسے کلام بلوغ کی نسبت ایک مرتبہ کی طرف کی جائے یا یہ امر کہ نہج البلاغہ میں بعض الفاظ ایسے ہیں کہ جس سے مخالفت مذہب المست کا وہم اس سے پیدا ہوتا ہے تو اس کے لیے محال و تاویلات ہیں تمام بلوغ کا یہ فیصلہ ہے کہ حضرت کا کلام تحت کلام خالق و فوق کلام مخلوق ہے

خدا بخشنے وہ شریف عالم صالح، متفرع، زاہد، اداکار و پر مہبت تھے، انھوں نے تجریدی شرح لکھی جو جامع فوائد ہے اور کتاب نہج البلاغہ کی شرح لکھی جو کلام امام ہمام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہے (شقائق النعمانیہ روحانیہ و فیات الاعیان جلد دوم ص ۳۳۹ طبع مصر)

نہج البلاغہ جو حضرت علی بن ابی طالب کے کلام کا مجموعہ ہے اس کے جامع کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ سید مرتضیٰ ہیں یا ان کے بھائی سید رضی ہیں اور کہا گیا ہے کہ علی کا کلام نہیں بلکہ جو جامع ہے اسی کا کلام ہے

اس عبارت سے لوگوں کا یہ اختلاف تو معلوم ہوا کہ اس کا جامع دونوں بھائیوں میں سے سید رضی یا سید مرتضیٰ ہیں لیکن خود علامہ ابن خلکان کی رائے بھی معلوم ہو گئی کہ نہج البلاغہ امیر المومنین کے کلام کا مجموعہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ فقط وقیل سے اس قول کی ضمنت کو بھی متبادا ہوا اس کو حضرت کا کلام نہیں مانتے ہیں

علامہ کا رد و قی

علامہ لاہوری

علامہ شکر می زادہ

ابن خلکان

علامہ شکر می زادہ

علامہ شقائق

علامہ شکر می

یاقوتی (۸) قریب قریب ایسی ہی عبارت علامہ یاضی الیمنی الکی المتوفی ۷۶۸ھ نے تاریخ مرآۃ الجنان جلد سوم صفحہ ۵۵ (طبع حیدرآباد میں لکھی ہے)

صدق حرم (۹) شیخ الحدیث علامہ صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی ایجد العلوم میں سید مرتضیٰ کے ذکر میں یہی لکھا ہے، وقد اختلف الناس فی کتاب فیج البلاغۃ ہج البلاغۃ جو مجموعہ کلام امام حضرت علی بن ابی طالب ہے المجموع من کلام الامام علی بن ابی طالب اس کے جامع کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ سید مرتضیٰ ہیں یا ان کے بھائی سید رضی ہیں (ایجد العلوم ص ۵۵)

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ صدیق حسن خاں ہج البلاغۃ کو امیر المومنین کا کلام ہونا تسلیم کرتے ہیں ان کے نزدیک صرف جمل کے متعلق اختلاف ہے نہ کہ کلام امیر المومنین ہونے میں، ابن خلکان، یاضی، صدیق حسن خاں کی عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ خود یہ لوگ ہج البلاغۃ کو کلام امیر المومنین سمجھتے ہیں، (۱۰) علامہ محمد الدین ابوالسعادات مبارک ابن اثیر جزیری متوفی ۷۷۶ھ اپنی مشہور کتاب نہایہ فی غریب الحدیث والاثر میں ۲۵ مقامات پر ہج البلاغۃ کے خطب و مکاتیب کو الفاظ امیر المومنین تسلیم کرتے ہوئے ان کے لغات کو حل کیا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ہج البلاغۃ مع شرح محمد عبده مطبوعہ رحمانیہ مصر کے مترجمہ ذیل صفحات کے عبارات خطب و کتب اور نہایہ ابن اثیر کے مترجمہ ذیل لغات

(صفحات جلد اول) ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵،

اسی مقدم میں مفتی محمد عبدہ نجی البلاغہ کی تعریف و توصیف کے بعد لکھتے ہیں

وَاللَّهِ الْعَظِيمُ الْكَتَابُ الْجَمِيلُ هُوَ جَمَلَةٌ مَّا
اخْتَارَهُ الْمُسَيِّدُ الشَّهِيدُ الرَّضِيُّ حُجَّةُ اللَّهِ
كَرَامَةُ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ وَجَمَعَ مَقَرَّهُ
وَسَمَّاكَ هَذَا الْأَسْمَ نَحْمَدُكَ بِالْبَلَاغَةِ وَلَا أَعْلَمُ
اسْمًا لِيُقْبَلَ بِالدَّلَالَةِ عَلَى مَعْنَاهُ مِنْهُ وَلَيْسَ
فِي وَسْطِهِ أَنْ أَصِفَ هَذَا الْكِتَابَ بِأَزِيدَ
مِمَّا دُلَّ عَلَيْهِ اسْمُهُ وَلَا أَنْ أَتَى لَتَشَى فِي
بَيَانِ مَوْثِقِهِ فَوْقَ مَا أَتَى بِهِ صَاحِبُ الْخِيَارِ
كَمَا سَتَرَاهُ فِي مَقْدَمَةِ الْكِتَابِ وَلَوْلَا أَنْ
عَمَّرَ الْإِزْجَمَلَةَ وَقَوَّاهُ الرِّضَى الدَّمَتِ تَعَزُّزًا عَلَيْنَا
عَرَفْنَا الْجَمِيلَ لِصَاحِبِهِ وَشَكَرَ الْمُحْسِنَ عَلَى
إِحْسَانِهِ لَمَّا احْتَجَّ إِلَى التَّيْبِيَّةِ عَلَى مَا
أَوْدَعَ فِيهِ الْبَلَاغَةَ مِنْ فَنُونِ الْفَصَاحَةِ
وَمَا خَصَّ بِهِ مِنْ وَجْهِ الْبَلَاغَةِ خُصُوصًا
وَهُوَ لَمْ يَتَرَكْ غَرْضًا مِنْ غُرَاضِ الْكَلَامِ
الْأَصَابِيهِ وَلَمْ يَدَعْ لِلشُّكْرِ مَسْرًا إِلَّا

الاجابة

مفتی محمد عبدہ نجی کی فرمائے ہیں :-

ولیس فی اصل هذه اللغة الاقائل باي
كلام الامام علي بن ابي طالب هو اشرف
الكلام وابلغة بعد كلام الله تعالى
وحكام بنيتية اغزوة مادة وارفعه اسلوبا
واجمعه لجلائل المعاني فاحيد سر
بالطالبيين لنفاش اللغة والطامعان
في التدرج لما فيها ان يجعل هذا الكتاب
اهم وحفوظهم وافضل ما توفروا مع
نظم معانيه في الاغراض التي جاءت
لاجلها وتامل الفاظه في المعاني التي
صيغت للدلالة عليها ليصيروا بذلك
افضل غاية وينتهوا الى خير نهاية
في هذه اللغة

(۱۵) استاد شیخ محمد علی صاحب نجی البلاغہ کو بے کم و کاست امیر المؤمنین کا کلام تسلیم کرتے ہیں
اسی مقدم میں مفتی محمد عبدہ نجی البلاغہ کی تعریف و توصیف کے بعد لکھتے ہیں
میدان فصاحت و بلاغت میں سب سے آگے بڑھنے والے شہسار

اللہ علیہ وما حسبني احتياج في اثبات هذا الى
دليل اكثر من ههنا البلاغته ذلك الكتاب
الذي اقامه الله حجة واضحة على ان عليا
رضي الله عنه قد كان احسن مثال حي لنور
القران وحكمته وعلمه وهدايته وعجازه
وفصاحته اجتمع لعل في هذا الكتاب ما لم
يجتمع لكبار الحكماء واخذ اذا الفلاسفة و
نوايغ الربانيين من آيات الحكمة السامية
وقواعد السياسة المستقيمة ومن كل موعظة
باهرة وحجة بالغة تشهد له بالفضل وحسن
الاثرا خاض على في هذا الكتاب لجة العلم
والسياسة والدين فكان في كل هذه المسائل
نايعة ما برزوا ولئن سالت عن مكان كتابه
من الادب بعد ان عرفت مكانه من العلم
فليس في وسع الكاتب المسترسل والخطيب
المصقع والشاعر المفلح ان يبلغ الغاية من
وصفه والنهاية من تقریظہ وحسبنا ان
نقول انه الملتقى الغنى الذي التقى فيه
جمال الحضارة وجدالة البداوة والمنزل
الفرد الذي اختارته الحقيقة لنفسها من
تطمئن فيه وتادى اليه بعد ان سالت بها
المنازل في كل لغة

على هذا الاصل نقول ان ههنا البلاغته
ليس كغيره من الكتب العلمية والادبية
التي يستفيد الناس من القراءة فيها بل
هو كتاب تتجلى فيه روح شريفة يكسب
القارئ في هذا الكتاب منها العصبية الحق
والشفقة في الدين والعقد في الحكمة
والسياسة وعندنا ان الذين تسمون
الى الاصلاح في هذا المبلد يجب عليهم
ان يتخذوا هذا الكتاب اماما في اصلاحهم
من جهاته اللغوية والعلمية والدينية
وان الناشئين لو تأثروا بهذا الكتاب في العبارة
وصدق النظر بلغوا من قوتي العقل واللسان
تلك المنزلة التي تحتها لهم ولو ان لو يصلون
اليها في وقت قريب

حضرت علی صلوات اللہ علیہ ہیں اس دعوی کے اثبات کے لیے
نجی البلاغہ کے بکسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے یہ کتاب وہ ہے
جسے اللہ نے اس امر کی واضح حجت قرار دیا ہے کہ حضرت علی قرآن
کے نور و اعجاز اس کی حکمت و بلاغت اور علم و ہدایت کی زندہ
مثال ہیں یہ کتاب جو حضرت کی بہترین آثار میں سے ایک ہے
آپ کے فضل و شرف پر گواہ ہے اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جسے
آپ علی علم و حکمت کے آیات و صحیح بیانت کے اصول و قواعد اور
روشن موعظ و حکم و دلائل کی حیثیت سے بڑے بڑے حکماء و سرپر
آوردہ فلاسفہ و اکمال علماء ربانی کے یہاں بھی نہ پاسکیں گے
اس کتاب میں علی بن ابی طالب قلام علم و دین و دریاے ریاست
و تدبیر میں شاد و ری کرنے اور اس میں ڈوب کر تکیہ کرنے والے
ہیں علمی، سیاسی، دینی مسائل کا جاننے والا آپ سے بہتر کوئی
دوسرا نہیں ہے آپ کو سب پر فوقیت حاصل ہے علمی حیثیت کو
معلوم کرنے کے بعد اگر نجی البلاغہ کے ادبی مرتبہ کو معلوم کرنا
چاہو تو بس یہ کہنا کافی ہے کہ اکمال کاتب و ادیب، قادر الکلام
شاعر و خطیب کو یہ قدرت نہیں کہ اس کتاب کی ادبی خوبیوں
اور خاص کلام کو جیسا چاہے بیان کرے ہاں انا سمجھ لو کہ صرف
یہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں حضرات و تمدن کی خوبیاں
لطافت اور بدادت و عصر جاہلیت کی نیوہ بیان و نصفا
کا اجتماع ہے اور نہ ہی کتاب ایک ایسی منزل ہے جس میں
حقیقت نے اطمینان و سکون کے ساتھ قیام کیا ہے جب کہ وہ کجا
زبانوں میں قیام ممکن نہ ہوگا اس بنیاد پر میں یہ کہتا ہوں کہ
نجی البلاغہ ان علمی و ادبی کتابوں کی طرح نہیں ہے جس سے لوگ
مستفید ہوتے ہیں بلکہ وہ ایک ایسی مثالی کتاب ہے جس میں ایک
پاکیزہ و باخترندہ روح جلوہ نہا ہے اس کتاب کا پڑھنے والا
عصیت حق، شدت دین اور حکمت و ریاست کو حاصل کرتا ہے
میرے نزدیک وہ لوگ جو اس ملک کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں
ان کو چاہیے کہ وہ اپنے اصلاحی امور میں اس کتاب کو اپنا
سربراہ بنائیں علم اس کے کہ وہ اصلاح علمی، دینی یا لسانی ہو اور ہر
قوم کے ابھرنے والے نوجوان اگر نجی البلاغہ کے عبارات و مطالب سے
متاثر ہوں تو وہ قتل و زبان کی اس قوت تک پہنچ سکتے ہیں جس کی
ہم سب تمنا کرتے ہیں اور جس مرتبہ کہاں تک رسائی کی مستقبل
قریب میں ہم دوست دیکھتے ہیں (شرح نجی البلاغہ ج ۱ ص ۲۵) طبع دار الکتاب
محمد حسن نائل المصنف مقدرة الشرح ۱۳۲۵ھ طبع دار الکتاب
العربیہ مصر

کتاب مذکور کے باب التورن میں ہے

تہج البلاغة من كلام امير المؤمنين علي رضي الله عنه...
رضی اللہ عنہ...
بالاسناد المتقدم...
الفقيه...
بشملة عن السيد المرتضى...
الى الميمون عن احمد بن زيد...
التشريف محمد اسمعيل عن عمه الحسين بن علي الجويني عن المؤلف

نسخ البلاغة جو امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام کا مجموعہ ہے جس کو شریف مرتضی نے جمع کیا ہے اس کتاب کو میں اس وقت سے جس کا شروع کتاب میں ذکر کر چکا ہوں فقیر احمد بن اکرع معروف بہ شعلہ سے روایت کرتے ہیں جو میں میں وارد ہوئے تھے وہ احمد بن زید اکاجی سے وہ شریف محمد اسمعیل سے وہ اپنے بچا حسین بن علی الجوبینی سے وہ جامع نسخ البلاغة سے

امام شوکانی اور فقیر احمد بن محمد الاکوع کے درمیان میں واسطے میں جس کا ذکر کر کے مع اسمی رجال اتحات الاکابر کے شروع میں موجود ہے اور احمد بن محمد الفقیہ و جامع نسخ البلاغة سے رضی اللہ عنہ کے درمیان چار واسطے میں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس اعتبار سے امام شوکانی ۲۵ واسطوں کے نسخ البلاغة کو روایت کرتے ہیں امام شوکانی کے مذکور رجال سنا دیں گے شیخ الامیہ نہیں ہے بلکہ سب معتزستند روایان ثقافت حفاظ المہنت ہیں جس میں مسیحی علماء و ادباء کا اعتراض صرف علمائے المہنت ہی نہیں بلکہ مسیحی ادباء جو رضی اللہ عنہم بھی اعتراض کرتے ہیں، جن میں سے چند شواہد پیش ہیں (۱) عبد المسیح الظاہی حلبی صاحب جریة العراں مصر کو مدیر الشہادہ و حطب الشہادہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں،

لاحبال ان سيدنا عليا امير المؤمنين هو امام الفصحاء واستاذ البلغاء واعظم من خطب و كتب عن اهل هذه الصناعة الالباء وهذا كلام قد قيل فيه بحق انه فوق كلام الخلق وتحت الكلام الخالق قال هذا كل من عرف فنون الكتابة او اشتغل في صناعة التعبير والتعريف بل هو استاذ الكتاب العرب ومعلمهم بل امر فاما من ادب اللبيب حاول اتقان صناعة التعبير والادب بين يديه العترة ونهج البلاغة ذلك كلام الخالق وهذا كلام المخلوقين وعليها يقول التعبير والتعريف اذا اراد ان يكون في معاشرة الكتبة المجيدين ولعل افضل من خدم لغة قرين الشريفة الرضى الذي جمع خطب واقوال وحكم وسائل

اس امر میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے امام اور بلغاء کے استاد ہیں اور تمام ان لوگوں کے جنہوں نے عربی زبان میں تقریر یا تحریر میں کمال دکھایا ہے وہ سب سے زیادہ جلیل المرتبہ اور بڑا درجہ رکھتے ہیں ان کا کلام ہمارے سامنے ہے جس کے متعلق سچی بات یہ کہی گئی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے کلام سے بالا اور خالق کے کلام کے ماتحت ہے یہ ہر اس شخص نے کہا ہے کہ جو افتاء پر وازی کے فنون سے واقف اور تقریر و تحریر کے فن میں ماہر ہے، حضرت تمام عرب افتاء پر وازوں کے استاد اور معلم ہیں کوئی باخبر ادیب جو افتاء پر وازی کے فن میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہو یا نہ ہو اس کے سامنے قرآن اور نسخ البلاغة موجود نہ ہو وہ خالق کا کلام اور یہ اثرات غلوک کا کلام اور وہ انھیں دونوں کتابوں کا سہارا لینے پر مجبور ہے اگر اچھا افتاء پر واز اور ادیب بننا چاہتا ہے شاید ان لوگوں میں کہ جنہوں نے قریش کی زبان کی خدمت کی

نسخ البلاغة کے جامع الشریف محمد بن ابی احمد کسین الطاہر الشہیر بارضی ہیں ان کے کہانی الشریف علی المرتضی علم الہدی ہیں جو مجموعہ شریف مرتضی نام سے یاد کئے جاتے ہیں لیکن کبھی کبھی مرتضی کے نام سے ملے ہیں چنانچہ استاد افراد البتانی لکھتے ہیں۔

والشريف الرضى من سلالة علي اسد محمد بن طاهر بن الحسين بن موسى بن ابراهيم المرتضى بن موسى ككلام ولد ۶۶۹ ۶۷۰ قری ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ وبعث ايضا المرتضى بقليل حد اجلاء و بالمش موسى و بقليل بالی اهل البيت علیہ السلام مطبوعہ بیروت ۱۳۱۶ اس لیے یہاں شریف مرتضی سے مراد مدنی ہی ہیں اس سے دھڑکا کھا جاتا ہے کہ غلطی سے علم الہدی کی مرتضی کو کچھ لیا جاوے جیسا کہ بعض علماء اہل بیت کو جہا

سيدنا امير المؤمنين من اقوال الناس اما ليه واصاب كل الاصابة باطلاقة عليه اسم نهج البلاغة وماهات الكتاب الاصولها المستقيم لمن يحاول الوصول اليها من معاشر المتأدبين

سب سے بڑا درجہ شریف رضی کو حاصل ہے جنہوں نے حضرت علی کے خطبے، اقوال، حکم اور خطوط کو جمع کیا ہے لوگوں کے محفوظات و تحریرات سے اور بیشک انھوں نے نسخ البلاغة اس کا نام بہت ٹھیک رکھا ہے اور یہ کتاب حقیقتہً صحیح راست اور صراط مستقیم ہے اس شخص کے لیے جو بلاغت کی منزل تک پہنچنا چاہتا ہو۔

القصيدة العلية او التاريخ الشعري الاسلامي حضرت مطبوعہ علیہیں نجار مصر مشہور سچی ادیب و محقق استاد افراد ازام بتانی پر و فیسر عربی سینٹ جوزف کالج بیروت نے ایک سلسلہ تعلیمی کتابوں کا ردائع نام سے شائع کیا ہے جس میں مختلف جلیل المرتبہ مصنفین کے آثار کلم کو مع ان کے حالات و کمالات تاریخی تحقیقات کے ساتھ چھپوے مجموعوں کی صورت میں مرتب کیا ہے اور ان کو کتبھولک عیسائی پریس بیروت سے ۱۹۲۶ء میں شائع کیا ہے، اس سلسلہ کا پہلا مجموعہ علی بن ابی طالب نسخ البلاغة ہے، اس کے مقدمہ میں استاد افراد نے لکھا ہے،

انسان اليوم بيشتر منفعيات من نهج البلاغة للامام علي بن ابي طالب اول مفكرى الاسلام كابتدأ کرتے ہیں، آج ہم نسخ البلاغة جو اسلام کے سب سے پہلے مفکر علی بن ابی طالب کی کتاب ہے اس کے انتخاب کو پہلے شائع کر کے سلسلہ ردائع

مقدمہ کے بعد مختلف عناوین کے تحت امیر المؤمنین کی سیرت اور نسخ البلاغة پر روشنی ڈالی ہے نسخ البلاغة و جمہ کے ضمن میں لکھتے ہیں،

وما زال الناس يتداولون ذلك حتى قام الشريف الرضى فجمع كل ما نقل عن الامام من خطب و رسائل و مواظف ضمها كتابا واحدا سماه نهج البلاغة

حضرت کے آثار ادیب لوگوں میں برابر شائع رہے یہاں تک کہ شریف رضی کا زمانہ آیا اور انھوں نے امام کے خطبے خطوط اور مواظف، جو منقول اور مروی تھے ان سب کو ایک کتاب میں جمع کر کے اس کا نام نسخ البلاغة رکھا

اس کے بعد استاد افراد نے ”صحة نسبة“ کے زیر عنوان نسخ البلاغة کا صحیح السند ہونا ثابت کیا ہے جس کو اپنے محل پر لکھوں گا تمام بحث کو ختم کرنے کے بعد آخر میں یہ عیسائی ادیب لکھتا ہے،

هذا وانه لمن الفضول الافاضة بان كرو بلاغة هذا التاليف والفائدة المجمة الناجمة عن درسة فهو كما قال الشيخ محمد عبدة حاو جميع ما يمكن ان يعرض للكاتب والمخاطب من اغراض الكلام فقد تعرض للمصح والذم الادبي والترغيب في الفضائل والتنفير من الرذائل والمحاورة السياسية والمخاصات المجدلية و بيان حقوق الراعي على الرعية وحقوق الرعية على الراعي والى على الكلام في اصول الملائية وقواعد العدالة وفي النصائح الشخصية و المواعظ العمومية او كما قيل بتعبير اوجز و تاثير و فوہو تحت كلام الخالق وفوق كلام المخلوق

اس کتاب کی فصاحت و بلاغت اور اس کی درس و تدریس میں جو عظیم فائدہ ہے اس کا ذکر کرنا فضول ہے اس لیے حقیقتہً جیسا کہ شیخ محمد عبید نے کہا ہے کہ یہ کتاب حاوی اور جامع ہے تمام ان اغراض و مقاصد کو جو کسی افتاء پر واز یا مقرر کو اپنی تقریر و تقریر میں پیش نظر ہو سکتے ہیں، اس لیے کہ اس میں روح ہند نہ نہ مت، فضائل و محاسن اس ترغیب، بری باتوں سے اظہار نفرت، سیاسی خیالات، مجاہدانہ مکالمات، حاکم کے حقوق رعیت پر، رعیت کے حقوق حاکم پر سب کچھ موجود ہے پھر تہذیب کے اصول، عدالت کے قواعد، انفرادی فضائل اور عمری مواظف سب کچھ سندرج پائے جاتے ہیں، مختصر اور مؤثر نقطوں میں وہی ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے کہ خالق کے کلام سے بہت اور مخلوق کے کلام سے بلند ہے۔

ڈی لکچر عربی اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن یونیورسٹی کا بایں مضمون شائع ہوا ہے (THE AUTHENTICITY OF NAHI ALBALAGHA) "حقیقت صحت نوح البلاغہ" اگر صرف غلطی عراق کے ان سنیوں میں سے ہیں جن کو بنی امیہ و بنی عباس سے بہت زیادہ غلو اور صفائی ہے، یہ بھی معلوم ہوئے کہ مضر غلو صی "اثر التبیغ فی الادب العربی کے موضوع پر بھی کوئی مقالہ انگریزی میں تحریر فرما رہے ہیں، موصوف کی فکر و ہمت سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محمد سید گیلانی کے ہفتوں پر اعتماد کر کے اسی کو انگریزی میں اپنے الفاظ میں پیش کر دیں گے، کیونکہ اس مضمون میں بھی جو نوح البلاغہ کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے اس میں بھی دوسروں ہی کے ہجرات کو اپنا پایا ہے اور مندرجہ بالا ہر دو گروہ منکرین کی ہمنوائی آپ نے فرمائی ہے، آپ کے مضمون کا ابتدائی حصہ یہ بتلاتا ہے کہ آپ دہریت زدہ یورپ کے افکار سے بہت زیادہ مغلوب و مرعوب ہیں، اور بہر حال ذہنی اور ابن تیمیہ کے ہم ملک تو آپ پہلے ہی سے ہیں اس لیے مضر غلو صی کے شکوک ہر دو گروہ مشککین کے کثبات و شکوک کا مجموعہ ہے،

علی کے کلام کی غلط توجہ اور غلو صی کی چالاکی اس مضمون میں سب سے پہلے عورتوں کی نفیاتی کمزوری سے فائدہ حاصل کرنے ہوئے غلو صی صاحب عورتوں کے جذبات سے کھیلے ہیں اور یورپ کی آزاد عورتوں میں "علی بن ابی طالب" کی طرف سے نفرت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "کوئی انگریزی بولنے والی عورت ایسی نہ ہوگی جو مندرجہ ذیل کلام کو بغیر متکلم پر غم و غصہ اور اظہار نفرت کیے ہوئے اطمینان و سکون سے پڑھ سکے،"

معاش الناس ان النساء نواقص الايمان
نواقص المحفوظ نواقص العقول فاما نقصان
ايمانهم ففقدوهن عن الصلوات و
الصيام في ايام حيضهن واما نقصان
عقلهن فشهادة امرأتين كشهادة رجل
لواحد واما نقصان حفظهن فموارثتهن
على الانصاف من موارث الرجال فالتقوا
شمار النساء وكونوا من خيارهن على حذر
ولا تطيعوهن في المعروف حتى لا يطعن
في المنكر

لوگو! عورتوں کا ایمان، حصہ اور عقل ناقص ہے، اور اس پر
شریعت گواہ ہے کہ ان کے ایمان کا نقصان یوں ہے کہ ایام
حيض میں وہ نماز و روزہ سے روک دی گئی ہیں اور عقل کا
نقصان اس طرح ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی
گواہی کے برابر ہے، اور حصہ کا نقصان یوں ظاہر ہے کہ
ان کی میراث کا حصہ مرد کے حصہ میراث کے نصف ہے،
لوگو! بڑی عورتوں سے بچو، اور ان میں سے جو (بظاہر) نیک
ہیں ان سے بھی ہوشیار رہو، کیونکہ ان کا بھی ان کے فرماں بردار
ہونے کے مت کر دو، تاکہ ان کو یہ غلط (امید نہ ہو کہ تم ان
کے فرماں میں بھی مطیع و فرماں بردار رہو گے،

حضرت کا یہ کلام حقیقت نظام وہ ہے جو جنگ جمل کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا تھا، انھوں نے
صاحب نے انگریزی عورتوں کو اس کلام سے نفرت دلا کر دراصل ان کو اسلام
سے بغاوت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ اس کلام میں حضرت علی نے جن احکامات کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ
قرآن و سنت سے ثابت ہیں اور جن پر تمام فرق اسلامی کا اتحاد و اتفاق ہے، کیا انہیں اربعہ اہلسنت میں سے کوئی ہے
جو اس کی اجازت دیتا ہے کہ عورت حالت حیض میں بھی نماز و روزہ ادا کر سکتی ہے، سر امام نے قرآن و سنت سے استنباط
کر کے یہی فتویٰ دیا ہے کہ اس حالت میں نماز و روزہ نہیں ادا کر سکتی، اسی طرح شہادت اور گواہی میں بھی تمام فقہاء
و ائمہ اہلسنت کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے مقابلہ میں ہے اور قرآن میں بھی صاف حکم موجود ہے،
واستشهدوا شہیدین من رجالکم فان
لکم علیہن کلمۃ و امر ان من
ترضون من الشہداء
اسی طرح میراث کا معاملہ ہے، قرآن خود کہتا ہے،
یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین
(النساء آیت ۱۱)

خدا تمہاری اولاد کے حق میں تم سے وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا
حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے

اس کے بعد حضرت نے مردوں کو ان کے اس حق کی طرف متوجہ کیا جو ان کو خدا کی جانب سے عورتوں کے مقابلہ میں عطا کیا گیا ہے،

و للرجال علیہن درجۃ (بقدرہ آیت ۲۲۸)
الرجال قوامون علی النساء بما فضل
اللہ بعضہم علی بعض
مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے
مردوں کا عورتوں پر قابو ہے کیونکہ خدا نے بعض کو بعض پر فضیلت
دی ہے (النساء آیت ۳۴)

جو عورتیں بڑی ہیں ان کے متعلق تو کوئی کلام ہی نہیں کہ مرد کو کسی حالت میں بھی ان کا مطیع و بندہ نہ ہونا چاہیے، وہی وہ
عورتیں جو بظاہر نیک معلوم ہوتی ہیں ان کی اطاعت بھی مرد کو نہ کرنی چاہیے، کیونکہ ان عورتوں کی اطاعت کسی نیک
امر کے متعلق کی جاوے گی، یا کسی بُرائی میں، نیک کام بھی کسی عورت کے کہنے سے نہ کرنا چاہیے بلکہ اس کام کو اس لیے کرنا
چاہیے کہ وہ ایک اچھا کام ہے اور عورت یہ سمجھے کہ مرد اس کام کو اچھا اور بخشنے لگا رہا ہے ورنہ اگر وہ یہ سمجھے گی کہ
مرد بغیر سوچے سمجھے اور اچھائی بُرائی پر بغیر غور کیے یہ کام صرف اس لیے کر رہا ہے کہ یہ عورت کی خواہش سے تو اس کی
وجہ سے عورت ذات جو مغلوب و عاطفہ ہے جو تعقل و تدبیر کے بجائے اپنے عواطف سے کام لیا کرتی ہے وہ اپنے نفیاتی
کمزوری میں مبتلا ہو کر یہ چاہے گی کہ مرد عورت کی بُرائیوں میں بھی اس کا مطیع و متقاد رہے، عورتوں کی اس نفیاتی
کمزوری کی طرف قرآن نے بھی اشارہ کیا ہے،

وَمَنْ يَنْشُرْ فِي الْحَيَاةِ دُھُوِي الْخَصَامِ
عَلِيٌّ مَبِين (الزخرف آیت ۱۸)

عورت وہ جو زیوروں میں باپ کو سچا جائے اور بھائی کو
فاصمت (میں) (مطلوب طافہ ہو کر اچھی طرح سمجھ داری) کی تہمت لگائے گی
علی کے کلام کو غلط طریقے سے پیش کرنے پر تقریر حضرت نے جنگ جمل کے بعد بظاہر ایک نیک عورت کی بہت بڑی غلطی کو ظاہر
کا غلو صی کو کیا حق ہے کے بعد فرمائی، وہ نیک عورت بی بی عائشہ ہیں جن کی خواہش یہ تھی کہ جلال امت ان کے
مطیع و متقاد ہو کر اسلام کی تباہی و تخریب کی سبب ہوئے، اسلام میں ایک بہت بڑا فتنہ صرف عورت کی غلط اطاعت
کی وجہ سے رونما ہوا، علی نے اس تقریر میں مسلمانوں کی اس بڑی غلطی پر ٹوکا ہے جو عورت کی غلط پیروی کر کے اچھا
نے ظاہر کی، آپ کی یہ تقریر ایک مخصوص محل مورد کھتی ہے، غلو صی صاحب کو کیا حق ہے کہ اس کو غلط طریقہ سے
پیش کریں، کیا وہ اس طریقہ سے انگلیں ان کی عورتوں میں اسلام کے خلاف یہ غلط جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام
کے نزدیک عورت کا اعتبار بہ نسبت مرد کے کم ہے، جیسا کہ تو دو عورت کی گواہی ایک مرد کے مقابلہ میں ہے یا یہ کہ
اسلام عورت کو میراث میں مرد کے مقابلہ میں کم حصہ دیتا ہے یا یہ کہ عورت کو ایک مخصوص مدت میں اس کی ظاہری نجاست
کی بنا پر عبادت سے روک دیا ہے، غلو صی کے یہ دو پیگنڈے سے عورت کا یہ غم و غصہ، نفرت و علامت حضرت علی
کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ نفس اسلام کے ساتھ ہوگا، لیکن اگر یورپ و انگلستان کی عورتیں اس تقریر کے محل مورد کو
معلوم کر لیں گی تو بجائے غصہ و نفرت کے وہ ان عورتوں پر افسوس کریں گی جو اپنے اعمال و کردار سے نہ صرف مذہب
بلکہ معاشرت و سیاست میں دخل ہو کر قوم و ملت کی تباہی اور صنف نازک کی بدنامی کا سبب بنتی ہیں،
غلو صی صاحب نے حضرت کی تقریر کو محل مورد کے بغیر بتلائے ہوئے پیش کرنے میں بالکل وہی حرکت کی ہے
جیسے کوئی "وافتد سکارٹی"، کے ٹکڑے کو نکال کر "ولا تقربوا الصلوۃ" کے نص کو پیش کر کے یہ کہہ کر قرآن
میں نماز کی ممانعت ہے،

کیا قرآن سے "ان کید کون عظیم" اس میں کوئی شک نہیں کہ عورتوں کی مکاریاں بڑی ہوتی ہیں کو پیش کر کے ان
کی عورتوں کو یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ قرآن نے عورتوں کی انتہائی توہین کی ہے اور ان الفاظ قرآنی کو سن کر ان عورتوں کا قرآن
کے خلاف غم و غصہ کرنا صحیح ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں!، اس لیے کہ جس طرح غلو صی صاحب نے واقعات و حالات
پر پردہ ڈال کر پیش کیا ہے ویسے ہی یہ بھی الفاظ قرآن تو ضرور ہیں، لیکن ایک مخصوص محل مورد پر، مخصوص حق
کے لیے، ایک مخصوص زبان سے وارد ہوا ہے، اگرچہ تفاسیر اہلسنت کے اعتبار یہ کید و مکر عمومی حیثیت سے تمام عورتوں کے

مخرجت الاخری علی حکومت ابیہا و لغرض
مشابہ تقریباً فتلاک تشار لخصیہا و هذه
تشار لعثمان وقد عقدت الصداقة
بينها ز منا طويلا فقد كانت تحتل الى
عائشة كثر اوتنزل عليها دائما و لا
يبعد عندي ان يكون في جملة الرغبات
التي دفعت عائشة الى الخروج انها كانت
معجبة بالذو الذي لعينته سلمى وقد
كان دورا مجبها حقال هج به الناس
كثيرا حتى قيل بلغ من عزها انه وضع
مائة من الابل لمن يجروا علي
نخس جملها، والمرأة ذات تفكير جزى
فيه الميول والعواطف لذلك لا استبعد
ان تكون عائشة قد انطوت على
اعجاب عميق بسلمى، وهذا الاعجاب
كان عاملا نفسيا كبيرا هو ان عليها سبيل
الخروج لتعذب دورا مماثل تكون فيه القائدة
وعلى عمل ايضا يضيء دونه كثير من مكان
المصدر واحد اقربيا وهذا من اعزب
المصادفات التاريخية

وليتنبه الى اننا لا نقول بان اعجاب عائشة
بسلمى كان عاملا من عوامل خروجها
بل نقول كان رغبة في جملة الدوافع التي
تركز عليها عزيمتها، وخروج عائشة كمرأة
للقيادة العامة شيء جديد في المجتمع
الاسلامي الاول فنار حوله تفكير طويل
في انه هل للمرأة ان تاتي مثل هذه
الحركات ام لا؟

وكان التفكير في ذلك من وجهة دينية
محضة فامر سلمى زوج النبي والطائفة
المحافظة على القديم ذهبوا الى انه لا
يجوز ذلك لها وطلحة والزبير والعرب
الذين سكنوا البصرة وتأثروا بافكار
الغرس ذهبوا كما يظهر من عملهم الى
جوازها، فظهر المرأة شئني جديد اثار
مسألة جدية ما في ذلك شك (انظر المحققين نقد الخليل شيخ عبد الله العالبي صفحات ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، طبع بيروت)

جس طرح سلمی نے ان کے باپ ابو بکر کی حکومت کے خلاف بغاوت
کی تھی اور دونوں کے اغراض بھی ایک ہی قسم کے تھے وہ تو اپنے
بھائی کے خون کا عوض لینے چکی تھی اور عائشہ عثمان کے خون کا
بدل لینے کے لیے یہ دونوں عورتیں ایک زمانہ تک ایک دوسرے
کی دوست رہ چکی تھیں اور آزاد ہونے کے بعد جب کبھی سلمی
مدینہ آتی تھی تو عائشہ ہی کے یہاں قیام کرتی تھی، اور میرے
نزدیک یہ امر بعید نہیں ہے کہ سلمی کی یہ حرکتیں بھی عائشہ کو
امام وقت پر خروج کرنے میں رغبت دلانے کا سبب ہوئی ہوں
اور عائشہ نے سلمی کے کھیل کو پسند فرمایا ہو، بیشک یہ کھیل شہو
کرنے والا ضرور تھا، لوگوں کی زبانوں پر چرچے ہونے لگے کہ
کیسی عزت والی عورت تھی کہ اس کے اونٹ کے گرد سوداوی
مارے گئے دراصل عورت ایک ہلکا دل و دماغ رکھتی ہے
صرف معمولی باتوں کو سمجھتی پوچھتی ہے اور بہت جلد خود متاثر
بھی ہو جاتی ہے، اس لیے کچھ تعجب نہیں کہ سلمی کی ان حرکتوں
کو پسند کر کے بی بی عائشہ نے اپنے دل کی گھرائیوں میں محفوظ کر
رکھا ہو اور اسی پسندیدگی نے بغاوت و خروج ایسے خوفناک
اندام کو ان کے سامنے ہلکا کر کے اس امر پر آمادہ کر دیا ہو
کہ وہ بھی مثل سلمی کے ایک کھیل کھیلیں اور اونٹ پر سوار
ہو کر باغیوں کی قیادت کریں اور بہت سے لوگ ان پر
اس سلسلہ میں قربان بھی ہو جائیں، ان دونوں عورتوں
کا انجام بھی تقریباً ایک ہی سا ہوا، دونوں واقعات کا کیا
ہونا بھی عجیب تاریخی اتفاق ہے یہ خیال رہے کہ میں یہ نہیں
کہتا کہ سلمی کے اقدام کو پسند کرنا عائشہ کے خروج کا اصل
سبب ہے بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ واقعہ ان کے رغبت
خروج و رجحان بغاوت کا محرک ہوا اور اسی کو پیش نظر
رکھ کر عائشہ نے اپنا منصوبہ باندھا، عائشہ عورت ذات
کا عوام کی قیادت کرتے ہوئے خروج کرنا اور میدان
جنگ میں ان کا ایک لشکر کی کمان دار بننا یہ اس وقت
کی اسلامی سوسائٹی میں ایک ایسی عجیب اور نئی بات
تھی کہ عرصہ تک لوگوں میں یہ بات معرض بحث میں رہی
کہ ایک عورت کو ایسی حرکتیں کرنی درست تھی یا نہیں؟
اور آیا شرعاً عورت کے لیے یہ امر جائز ہے یا نہیں؟
ام المؤمنین ام سلمہ زوجہ پیغمبر اور وہ لوگ جو قدیمی
اصول اسلام کے محافظین تھے وہ اس کو ناجائز سمجھتے
تھے لیکن طلحہ زبیر اور بصرہ کے رہنے والے عرب

جو ایرانی افکار و رجحان سے متاثر تھے وہ اس کو جائز سمجھتے تھے جس پر خود ان کا عمل گواہ ہے اس میں کوئی شک نہیں عورت کا یہ
اقدام اور کارستانی اسلام میں ایک بالکل نئی بات تھی اور مسلمانوں کے غور و فکر کے لیے یہ ایک نیا مسئلہ تھا۔

انہیں حالات میں جب کہ لوگ اس جدید مسئلہ پر غور و فکر کر رہے تھے، علی نے عورت کے متعلق یہ تقریر جنگ جمل کی
تباہ کاریوں کے بعد جو ایک عورت کی لائی ہوئی تھی بصرہ میں ایسے مجمع کے سامنے فرمائی جن کی اکثریت عائشہ کے ساتھ
شریک جنگ تھی اور جن میں ایسے بھی قبائل شریک تھے جو سجاج و سلمی کی قیادت کو تسلیم کر چکے تھے، علی کی یہ تقریر صحنی
کا ایک پس منظر پیش کرتی ہے جو مستقبل کی تباہی کا پیش خیمہ ہوئی تھی، یہ عجیب اتفاق ہے کہ "علی" کے سازش قتل
میں بھی ایک عورت شریک ہے، بقول عباس محمود العقاد،

و شاءت المقادير ان تنقضي حياة الامام و
للمرأة يد في القضاء عليها فكانت حياتہ
الغالية مھراً لقطاع التقي قال فيهما ابن ابی
مياس المراد،

یہ بھی ایک تقدیری بات ہے کہ علی کی زندگی کو ختم کرنے
میں بھی ایک عورت کا ہاتھ ہے، اس طرح کہ آپ کی
قیمتی زندگی نظام، کا مہر قرار پائی شاعر عرب ابن
ابی مياس المرادی کہتا ہے،

ولما رھراً ساقه ذو سماحة
ثلاثة الاف وعبد قينة
فلاھراً غلی من علی وان غلا
لکھو قطام من فصیح و أعجم
وضرب علی بالحسام المسمم
ولاقتك الادون ابن ملجم

(مبقرۃ الامام العقاد ص ۱۹۹ طبع مصر)
احادیث صحاح ستہ و دوسرے کتب احادیث المسند میں عورتوں کی مذمت کیا خصوصی صاحب کو اپنے کتب صحاح ستہ و مساند معتبرہ
کی خبر ہے کہ ان میں "عورت" کے متعلق کیا بتلایا گیا ہے، میں اس وقت ۳۳ حدیثوں کو موصوف کی خدمت میں پیش کرتا ہوں
ذرا ان کے متعلق بھی یورپ کی رائے معلوم فرمائیں، علامہ شیخ محمد کمال الدین الاذہمی لکھتے ہیں،

واما ما ورد من الاحادیث فی ذم النساء فھذا
بعض منها قال رسول اللہ صلعہ النساء
حباثل الشیطان رواہ البیہقی وابن عساکر
عن عقبہ بن عامر و فی حدیث اخر "النساء
لا یستبشرون ولا یختبرن" و فی حدیث اخر
"ان اقل ساکنی الجنة النساء" رواہ الاحام
احمد و مسلم عن عمار بن حصین و فی
حدیث اخر "عامۃ اھل النار النساء"
رواہ الطبرانی عن عبد اللہ بن حصین
و فی حدیث اخر "الا ان النار خلقت للسفھاء
وھن النساء الا التي اطاعت بعجلھا" و فی
حدیث اخر "ان ابلیس الملعون یخطب شیاطینہ
فیقول علیکم باللحم و بکل مسکر
و بالنساء فانی لما جدماع الشیء الا فیھما"
و فی حدیث اخر "لولا النساء لعبد اللہ حقاً"
رواہ الدیلمی عن الشی و ابن عدی عن
عبد اللہ بن عمرو بن الخطاب،

عورتوں کی مذمت میں جو رسول اللہ صلعہ کی احادیث وارد
ہوئی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا
(۱) عورتیں شیطان کی جال ہیں، اس حدیث کو محدثین
و ابن عساکر نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے
(۲) حدیث، عورتوں سے مشورہ کرو اور نہ ان کو آزمادو
(۳) حدیث، جنت میں رہنے والوں کی کم تعداد عورتوں کی ہے،
امام احمد بن حنبل نے اپنے منہ میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح
میں عمران بن حصین سے روایت کی ہے
(۴) حدیث، عورتیں عام طور سے جہنمی ہیں اس کو محدث طبرانی
نے عبد اللہ بن حصین سے روایت کی ہے
(۵) حدیث، بہنم بیوقوفوں کے لیے خلق ہوئی ہے اور عورتیں
بھی بیوقوف ہیں سوائے ان عورتوں کے جو اپنے شوہر کی مطیع ہیں
(۶) حدیث، ابلیس ملعون اپنے ماتحت شیاطین سے تقریر
کرتا ہے، تمھارے مفید مطلب گوشت، ہر نشہ آور شے،
اور عورتیں ہیں اس لیے کہ تمام برائیاں انہیں میں پائی جاتی ہیں
(۷) حدیث، اگر عورتیں نہ ہوتیں تو خدا کی عبادت ٹھیک سے
کی جاتی اس کو محدث دہلی نے انس اور ابن عدی نے عبد اللہ بن

علی کے
قتل میں
عورت کا
ہاتھ

وفی حدیث آخر "لولا المرأة لخلل لرجل المحبة" رواه الثقی عن انس و فی حدیث آخر "الطبع فی الجنة فرايت اكثر اهلها الفقراء و فی النار فرايت اكثر اهلها النساء والاغنياء" رواه عبد الله بن الامام احمد بن حنبل عن عبد الله بن عمر بن العاص و فی حدیث آخر "مثل المرأة الصالحة فی النساء كمثل الغراب الاعصم الذي احد رجله بيضاء" رواه الطبرانی عن ابی امامه و فی حدیث آخر "الدنيا حلوة خضرة وان الله تعالى مستخلفكم فيها فمناظر كيف تعملون" فاتقوا الدنيا والنساء فان اول فتنة بنی اسرائيل كانت من النساء" و فی حدیث آخر "لیأتین علی الناس زمان لو وقع حجر من السماء الى الارض ما وقع الا علی امرأة فاجرة او رجل منافق" و فی حدیث آخر "النساء غل حبل یقذفه الله فی عنق من یشاء ثم لا یخرجه الا هو" و فی حدیث آخر "ما صعب علی الشیطان امراة من جهة النساء الا هان علیہ" و فی حدیث آخر "ما اخاف علی امتی فتنة اخوف علیها من النساء والخمر" رواه یوسف الخفاف عن علی بن ابی طالب و فی حدیث آخر "ما ترک لعدی فتنة اخر علی الرجال من النساء" رواه البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و احمد بن حنبل عن اسامه بن زید و فی حدیث آخر "ما رایت ناقصات عقل و دین اسی لب ذوی الالباب منکم" رواه ابو نعیم عن عبد الله بن عمر و فی حدیث آخر "ما رایت من ناقصات عقل و دین اغلب لذی لب من احدکم اما نقصان العقل فان شهادة امرأتین بشهادة رجل و اما نقصان الدین فان احدکم یفطر رمضان و یقیمه یا ما لا یصل" یعنی فی

عمر بن خطاب سے روایت کی ہے،
(۸) حدیث اگر عورت نہ ہو تو مرد جنت میں ہوتا اس کو محدث ثقی نے انس سے روایت کی ہے،
(۹) حدیث، رسول کہتے ہیں کہ میں نے جنت میں دیکھا تو اس میں فقراء کی اکثریت تھی اور جہنم میں دیکھا تو اس میں عورتوں اور دولت مندوں کی اکثریت تھی
(۱۰) حدیث، نیک عورت کی اتنی کمی ہے جس قدر کہ غراب اعصم وہ کو کہ جس کی ایک ٹانگ سفید ہو نایاب و نادر الوجود ہے اس کو امام طبرانی نے ابی امامہ سے روایت کی ہے
(۱۱) حدیث، دنیا شیریں اور ہری بھری ہے اور خدا نے تم ان لوگوں کو خلیفہ بنایا ہے اس لیے یہ دیکھتے رہو کہ کیا عمل کرتے ہو، دنیا اور عورتوں سے پرہیز کرو اس لیے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنة و فساد جو ہوا وہ عورت ہی کی ذات سے ہوا،
(۱۲) حدیث، لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے والا ہے کہ اگر آسمان سے کوئی پتھر زمین پر آئے تو وہ نہیں گرے گا لیکن بدکار عورت یا منافق مرد پر،
(۱۳) حدیث، اگر نحوست و بدبختی کسی چیز میں ہے تو وہ عورت، گھر، گھوڑا یہی تین چیزیں ہیں
(۱۴) حدیث، عورتیں گلے کا پھندا اور پھانسی ہیں اس کو خدا جس کے گلے میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے جس کو سوائے خدا کے کوئی نکال نہیں سکتا،
(۱۵) حدیث جب شیطان پر کوئی کام دشوار ہوتا ہے تو وہ عورتوں کے ذریعہ کامیابی حاصل کرتا ہے،
(۱۶) حدیث، میں اپنی امت میں کسی فتنة سے اتنا نہیں ڈرتا ہوں جس قدر کہ عورتوں اور نشہ آور چیزوں کے فتنے سے عورتوں کے جو مردوں کے لیے زیادہ مضرت رساں ہو نہیں چھوڑ رہا ہوں اس کو امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام احمد بن حنبل نے اسامہ بن زید سے روایت کیا،
(۱۸) حدیث، میں نے تم عورتوں سے زیادہ ناقص العقل ناقص الدین جو صاحبان عقل کی سمجھ کو بھی گم کر دیں نہیں دیکھا اس کو حافظ ابو نعیم نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے
(۱۹) حدیث، میں نے تم عورتوں سے زیادہ کم عقل جن کے دین میں بھی نقص ہو نہیں دیکھا عقل کی کمی تو اس سے ظاہر

حالتی الحیض والنفس، و فی حدیث آخر "اتقوا دنیا و اتقوا النساء فان ابلیس طلاع رصاد و ما هو لبشی من فتوحه با و ثقت لصیدة فی الاتقیاء من النساء" رواه الدیلمی عن معاذ و فی حدیث اخر استیعذ بالله من شر النساء و کونوا من خیارهن علی حدیث، و فی حدیث آخر "شاورهن و خالفوهن فان البرکة فی خلافهن" و فی حدیث آخر اخروا النساء من حدیث اخرهن الله" و فی حدیث آخر یقطع الصلاة الکلب و الحمار و المرأة، و فی حدیث آخر اذا استقبلتک الماتان فلا تقر بینھماخذ یمنة او یسرة" رواه البیہقی عن عبد الله بن عمر بن الخطاب و فی حدیث آخر لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة رواه البخاری و الترمذی و النسائی و احمد بن حنبل عن ابی بکرہ و فی حدیث آخر کمل من الرجال کثیر و لم یکمل من النساء الا اسیة امرأة فرعون و مریم ابنة عمران و خدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمد، رواه البخاری و مسلم و الترمذی و ابن ماجہ و احمد بن حنبل عن ابی موسی الاشعری و فی حدیث اخر طاعة النساء ندامة رواه البیہقی و ابن عساکر عن عائشة و فی حدیث اخر هلك الرجال حین اطاعت النساء رواه الامام احمد و الطبرانی و الحاكم عن ابی بکرہ و فی حدیث اخر اربیت النار فاذا اکثر اهلها النساء لافهن یکفرن العشر و یکفرن الاحسان لو احسنت الی احداهن الدهر ثمرات منک شیئا قالت ما رایت منک خیر او فی حدیث آخر من تسع و تسعین امرأة واحدة فی الجنة و بقیتھن فی النار و فی حدیث اخر یا معشر النساء تصدقن فانی رايتکم اکثر اهل النار قلنا و لم یارسول الله فقال تسعن اللعن و تکثرن الطعن و تکفرن العشر اذا جعلن

ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور دین کا نقصان یوں ہے کہ حالت حیض و نفاس میں نہ تم روزہ رکھ سکتی ہو اور نہ نماز پڑھ سکتی ہو،
(۲۰) حدیث، مویا سے بچو اور عورتوں سے پرہیز کرو کیونکہ ابلیس تمھاری گھات میں ہے، پرہیز گاروں کے پھانسنے کے لیے اس کے پاس کوئی جال اور پھندا عورتوں سے زیادہ کارگر نہیں ہے اس کو محدث دیلمی نے معاذ سے روایت کی ہے، (۲۱) حدیث، بڑی عورتوں سے بچنے کے لیے خدا سے پناہ مانگو اور نیک عورتوں سے بھی ہوشیار اور بچتے رہو
(۲۲) حدیث، عورتوں سے رائے لے کر ان کے مشورہ کے خلاف عمل کرو اس لیے کہ ان کی مخالفت ہی میں برکت ہے
(۲۳) حدیث، عورتوں کو آگے بڑھنے نہ دو پیچھے کر دینا کہ خدا نے ان کو پیچھے ڈھکیا ہے،
(۲۴) حدیث، کتا، گدھا، اور عورت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے (نماز پڑھنے والے کے سامنے ہونے سے)
(۲۵) حدیث، راہ چلتے دو عورتوں کے درمیان سے نہ گزرو، بلکہ ان سے کتر کر دو ایسے بائیں چلو، اس کو بقی نے عمر بن خطاب کے بیٹے عبد اللہ سے روایت کی ہے
(۲۶) وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوتی جن کی حاکم عورتیں ہوں اس کو امام بخاری نے اور امام ترمذی نے اور امام نسائی نے اور امام احمد بن حنبل نے ابی بکرہ صغریٰ سے روایت کی ہے (۲۷) حدیث، مردوں میں سے تو بہت کامل ہوئے لیکن عورتوں میں سوائے آسیہ زن فرعون، مریم و خدیجہ و خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ و خدیجہ کے اور کوئی کامل نہیں ہوا اس کو امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی ابن ماجہ، احمد بن حنبل نے ابو موسی اشعری سے روایت کی ہے (۲۸) حدیث، عورتوں کی اطاعت ندامت ہے اس کو محدث بیہقی اور ابن عساکر نے عائشہ سے روایت کیا، (۲۹) حدیث، وہ مرد ہلاک ہو گئے جنہوں نے عورتوں کی اطاعت کی، اس کو امام احمد بن حنبل، طبرانی، امام حاکم نے ابی بکرہ سے روایت کی ہے،
(۳۰) حدیث، میں نے جہنم میں دیکھا تو اس میں عورتوں کی زیادتی تھی کیونکہ وہ اپنی قوم و قبیلہ اور شوہر سے کفران کرتی ہیں اور نیکی و احسان کو مٹاتی ہیں اگر تم کسی عورت کے ساتھ تمام عمر نیکی کرتے ہو اور اتفاق سے کوئی مات

دقعتن و اذا شبعتن اشرتن وفي رواية
 حجلتن وفي حديث اخر ... رایت
 كان امرأه سوداء ثائرة المراس خرجت
 من المدينة حتى نزلت بمصبعة فأولت
 ان وباء المدينة فقل اليها رواه البخاري
 والترمذي وابن ماجه وعن عبد الله
 بن عمر بن الخطاب ومناسبة ذكر هذا
 الحديث مع ما قبله كون وباء المدينة
 تمثل لرسول الله صلعم بصورة امرأة
 اشاره الى ان بين النساء والوباء مناسبة
 وغلافه (مرآة النساء فيما كن منهن وساء
 صفات ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲ مطبوع مطبع محمودية مصر)
 اس حدیث کو امام بخاری، امام ترمذی، ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے، حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عورت اور
 وباء میں کوئی مناسبت و علاقہ ہے جیسی تو وباء رسول اللہ کو عورت کی صورت میں دکھائی دی،

یہ وہ حدیثیں ہیں جن کو محدثین اہلسنت نے نقل کیا ہے اور جو صحاح ستہ میں بھی پائی جاتی ہیں، کیا خصوصی صاحب کی نظر ان احادیث
 نہیں گئی، یورپ کی عورتوں کے سامنے ان کو پیش فرمائیے، امیر المؤمنین علی بن ابی طالب نے اپنے خطبہ میں عورتوں کے متعلق
 فرمایا اُس کی تائید تو آپ کے احادیث صحاح سے ہو رہی ہے،
 یورپ کی عورتیں اپنے عیوب سننے کی عادی ہیں، خصوصی صاحب کا یہ خیال غلط ہے کہ یورپ کی عورتیں اپنے عیوب کو سننے کی عادی
 عورت کے متعلق عقلا و یورپ کے اقوال ہیں، یہ عورتیں "نساء بعد نسل" چرچ میں اپنے مقدس باپ "پادری" سے یہ برائی
 آئی ہیں اور ان کے کان اس بات کو سننے میں مانوس ہو چکے ہیں کہ "عورت تمام برائیوں کی بڑی ہے، وہ عورت ہی ہے جس نے جہنم
 سے نکلوا یا، اگر "آدم" سوا کے کہنے میں نہ آتے تو اولاد آدم آسمانی سلطنت سے دور نہ ہوتے اور خدا کا اکلوتا انسان گنہگار
 کے بوجھ کو لاد کر سولی پر نہ چڑھتا،

وہ عورتیں مشہور جرمنی فلسفی شوپنہار کے اس قول کو بھی ضرور سن چکی ہوں گی "تم مجھ سے نرم، نازک، چمکنے والے بارے میں
 پوچھتے ہو جو ہر وقت تمھارے سامنے ہے، یہ سانپ سوائے عورت کے اور کون ہے، عورت چاہے فرشتہ ہو یا شیطان ہم کو اس
 کیا، خدا ہم کو اس کے شر سے بچائے، محبت بھول ہے، اور عورت کا شائبہ، ذرا عورت کو بغیر کسی نیکیبان و محافظ کے آزاد چھوڑ
 دو اور ایک سال کے بعد دیکھو کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے، عورت اسی وقت تک مٹرس ہے جب تک کہ وہ اپنے گھر میں باقوت میں رہے
 عورت کو چاہیے کہ وہ "عورت" ہی کی حد میں رہے اپنے قدم اس کے آگے نہ بڑھائے، "انگریز عورت سرواٹھ اسکا
 کے قول سے بھی ضرور باخبر ہوگی کہ "عورت کی خوبصورتی اس کی عقل میں ہے اور اس کی عقل اس کی خوبصورتی میں
 ہاں اس کو اپنے قومی شاعر شکسپیر کی یہ رائے بھی ضرور معلوم ہوگی، "اگر عورت کے آنسوؤں سے زمین سیراب کی جائے
 تو ہر قطرہ سے سانپ آگے" وہ انگریزوں کی ان قومی کہاوتوں کو بھی بار بار سن چکی ہوں گی،
 عورت شیرخوار کی مہذبہ ہے، بچپن میں کھی ہے، اپنی تعلیم کے زمانہ میں تھینک رہے، شباب میں ٹڈی، اور شاہی کے دربار
 میں شہد کی مکھی، شادی کے بعد ڈنگ مارنے والی بھڑ، اور بڑھاپے میں ڈسنے والی ناگن ہے "عورت کے ڈاڑھی موٹا
 لیے نہیں کہ وہ بچپان کی جا میں کہ یہ بیوقوف ہیں،"

عہ دفع رضی بالودن من المعيشة وساء احتمالہ للفقر لصق بالتراب ذل وفقر واشربل و حجل رفح رجلا و شئ مترابا علی
 الاخری کتابہ عن البطر

مرد عورتوں کی طرف صرف یہ دیکھلانے کے لیے متوجہ ہوتے ہیں تاکہ یہ کہا جاسکے کہ ان میں خوبی ہے اگرچہ درحقیقت ان میں کوئی
 خوبی نہیں ہے۔
 ان عورتوں کو تو معلوم ہی ہوگا کہ فرانسیسی جب کسی ایسے قتل و فساد کو سنتے ہیں جس کا سبب نہیں معلوم ہوتا تو کہتے ہیں تحقیق کرو اس
 خون و فساد کا سبب عورت ہوگی، کیونکہ فی صدی ۹۹ قتل و فساد جو دنیا میں ہوتے رہتے ہیں وہ عورت ہی کی وجہ سے رونما ہوتے
 ہیں اور جمل عورت ہی شر و فساد کی اصل بڑی ہے، (مرآة النساء صفحہ ۳۸، ۳۹ طبع مصر) کیا انگلستان کی عورتوں نے
 اپنے شاعر شکسپیر کی زبانی اپنے عیب کو ان الفاظ میں نہیں سنا (FRAILTY THY NAME IS WOMAN) (SHAKESPEARE)
 موجودہ دنیا کے فکر و تحقیق کا مایہ ناز ماہر علم النفس "فرائڈ" عورت کی نفسیاتی تحلیل کرنے کے بعد اس امر کا اقرار کرنے میں کوئی
 پس و پیش نہیں کرتا کہ،

"It must be admitted that women have but little sense of justice, and this is no doubt connected with the preponderance of envy in their mental life, for the demands of justice are a modification of envy: they lay down the conditions under which one is willing to part with it. We say also of woman that their social interests are weaker than those of men, and that their capacity for the sublimation of their instincts is less." Ch. xxx 111,

Psychology of women
 New Introductory Lectures
 by
 Sigmund Freud

(ترجمہ) اس کا تو ضرور اعتراف کیا جائے گا کہ عورتوں میں جذبہ عدل و انصاف کی بہت کمی ہے اور اس میں کوئی شک
 نہیں کہ اس کا قلعن اس رشک و حد کے مادہ سے ہے جو ان کی نفسانی زندگی میں بدرجہ افراط موجود ہے اس لیے کہ انھان
 کے مطالبات رشک و حد کے اعتدال کے ساتھ ہیں (نہ کہ افراد کے ساتھ) وہ ایسے شرائط پیش کرتے ہیں جن کے تحت
 ہر شخص اس سے علیحدگی پر رضامند ہو جاتا ہے ہم عورتوں کے بارے میں یہ بھی کہیں گے کہ ان کے جماعتی اور سماجی حقوق
 بہ نسبت مردوں کے جماعتی حقوق کے بہت زیادہ کمزور ہیں اور یہ کہ ان کی استعداد ادراپی فطری صلاحیت و بہارت کو
 بہتر بنانے کی بہت کم ہے، (باب ۲۳ نفسیات زنان، نیو انٹروڈکٹری لیکچرس مصلحہ سگنڈ فرائڈ)

کی موجودہ علم النفس کا امام "فرائڈ" عورتوں کی نفسیاتی تحلیل و تجزیہ کرنے کے بعد جس نتیجہ تک پہنچا ہے وہی نہیں ہے جس کو امام باقر
 امیر المؤمنین علی بن ابی طالب نے آج سے تیرہ سو برس پہلے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا، مادہ رشک و حد جو عورتوں کی نفسانی زندگی
 میں بدرجہ افراط موجود ہے اسی نے تو ان کے عقول میں نقصان پیدا کیا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی بنا پر وہ اپنی فطری صلاحیت
 کو درجہ کمال تک پہنچانے سے قاصر رہ جاتی ہیں، اور معاشرتی زندگی میں مردوں کے برابر ان کے حقوق نہیں تسلیم کیے گئے، اگر
 سرفرائڈ "سائیکا لوجی آف ویمن" کے متعلق یہ سب کچھ بتلا سکتے ہیں اور اُس کو سننے کے لیے انگلستان کی عورتیں آمادہ ہیں تو "علی"
 کا کلام معجز نظام کو بھی وہ ضرور بخندہ پیشانی سننے کے لیے تیار ہوں گی،

منع البلاغہ کے متعلق خصوصی کے شکوک و ایراد خصوصی صاحب نے امیر المؤمنین کے اس خطبہ کے پردے میں احکامات اسلام کو مورد الزام
 وطن قرار دینے کے بعد بھی البلاغہ کے متعلق چند شکوک وار کئے ہیں، یہ شکوک وہی ہیں جن کو خالین علی و حامیان بھی اس سے

- مثل ابن تیمیہ و ذہبی اور مخالفین اسلام متعصب سبھی معتبر ضمیمہ نے کیے ہیں، ان تمام ٹکڑوں کا حاصل یہ ہے،
- ۱۔ سید رضی و سید رضی سے پہلے یہ خطبہ مدون نہ تھے اور نہ ان دونوں بھائیوں کے پہلے کے مصنفات میں ان کا کہیں نشان ملتا ہے، یہ خطبہ علیؑ کے بہت بعد جمع ہوئے جن کے مصادر کا پتہ نہیں،
 - ۲۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کے خطبہ لوگوں کو حفظ تھے، آخر خود پیغمبر اور دوسرے خلفاء کے خطبہ مواعظ کیوں نہ حفظ ہو کر مدون ہوئے جب کہ وہ لوگ علیؑ سے بلند مرتبہ تھے اور ان کے ماننے والے بھی زیادہ تھے،
 - ۳۔ ان خطبوں میں حضرت علیؑ کی زبانی خلفاء پر سب و شتم و طعن کیا گیا ہے جو حضرت سے ہرگز نہیں ہو سکتا تھا جیسے خطبہ شقیہ، اس لیے خصوصیت سے یہ خطبہ حضرت کا نہیں ہو سکتا،
 - ۴۔ ان خطبوں میں ایسے بلند افکار، فلسفیانہ مضامین و علم کلام کی تجلیں ہیں جن کا وجود اس عہد میں نہ تھا، ان مضامین عالیہ کو بیان کرنے پر حضرت علیؑ کیونکر قادر ہوئے، خصوصاً عہد نامہ مالک اشتر، اس کے علاوہ عہد نامہ مالک اشتر جو عہد سلطان بایزید دوم کے زمانہ کا نسخہ ہے وہ مختصر ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیچ البلاغہ میں جو عہد مالک اشتر کا ہے وہ بڑھا دیا گیا ہے اور ان دونوں کے اصل کو اگر حضرت سے تسلیم بھی کیا جاوے تو مختصر الفاظ میں چند سطروں پر مشتمل ہوگا۔
 - ۵۔ بیچ البلاغہ کے خطبہ میں مذاق تصوف بھی پایا جاتا ہے جو حضرت کے بعد کی پیداوار ہے،
 - ۶۔ اس میں غیب کی خبریں اور پیشین گوئیاں ہیں،
 - ۷۔ اس کا اسلوب حضرت کے عہد کا نہیں، مجمع عبارات میں، طول بہت ہے جو اس زمانہ کا رواج نہ تھا، خالص عربیہ نہیں ہے اس میں کچھ حضرت کا اور کچھ دوسروں کا کلام شامل ہے،
 - ۸۔ اس میں بخوبی غلطیاں ہیں بعض الفاظ ایسے معنوں میں مستعمل ہیں جو اس زمانہ میں رائج نہ تھے۔
- یہ ہے خلاصہ ان بہات کا جن کو خصوصی صاحب نے اپنے مضمون میں وار دیے اور جن کی تفصیل ہمارے جوابات سے ظاہر ہو جاوے گی،

پہلے شبہ کا جواب

میں اس مضمون میں بہت وضاحت کے ساتھ تاریخی حوالوں و معتبر ماخذوں سے یہ ثابت کر چکا ہوں کہ امیر المومنین کے خطبہ خود حضرت علیؑ کے عہد میں آپ کے افاضل اصحاب نے مدون و محفوظ کر لیا تھا اور علو میں میں یہ خطبہ بطور درس رائج تھے اس کے بعد امیر المومنین کے اصحاب نے حضرت کے خطبوں کو مرتب و مدون کیا تھا اس کے علاوہ دوسرے علماء و ادبا نے بھی اپنے سلسلہ اسناد سے حضرت کے خطبہ کو جمع کیا، صرف یہی نہیں بلکہ سید رضی سے پہلے کے مؤرخین و محدثین و علماء و فریقین کی ایک کثیر تعداد نے اپنے مجامیع کتب و تصانیف میں حضرت کے خطبہ و اقوال کو وار کیا ہے، اور باکمال کتاب و ادیب اور مقرر و خطیب حضرت کے خطبہ و رسائل کو یاد کر کے اپنے کمال فن میں جلا دیتے رہتے تھے، صرف یہی نہیں بلکہ حضرت کے خطبہ و کلام عہد جا خط سے پیشتر کے دریا میں ایک اہم مضمون کی حیثیت رکھتا تھا (ادب کاغذ باب ۲۰ صفحہ ۱۹۶ طبع مصر) عمر بن بحر الجاحظ المتوفی ۲۵۵ھ نے کتاب البیان والنبین میں اس کا اقرار کیا ہے کہ حضرت کے خطبہ مدون و مرتب و رائج ہیں، الجاحظ کے اس بیان کی مجملہ تشریح یہ ہے کہ خود امیر المومنین کے اصحاب نے حضرت کے خطبہ کو دو جگہ انار علیہ کو مدون و مرتب کر لیا تھا لیکن اس ابتدائی تدوین و ترتیب کے بعد نبی امیہ کے تاریک دور میں غالباً یہ خطبہ معرض فنا میں آئے تھے یا دوسروں کی طرف منسوب ہو جانے کا امکان تھا اس لیے امام محمد باقر امام جعفر صادق علیہما السلام کے اصحاب اس خطرہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور علیہما السلام بن محمد العکبری صحابی امام محمد باقر علیہ السلام و اسمعیل بن عمران اکونی و ابوہمید بن اکرم الفارابی صحابی امام جعفر صادق علیہما السلام و عبد بن صدقہ العبدی صحابی امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم علیہما السلام صاحب بن ابی حماد الرازی صحابی امام

حضرت علی
ہی کہنا
سے آپ کے
کلام کتب
تدوین کی
اجتہاد ہو

علی النقی علیہ السلام، سید عبد العظیم بن عبد اللہ الحسنی متوفی ۲۵۵ھ صحابی امام علی النقی علیہ السلام کے مشہور اصحاب
امیر المومنین علیہما السلام ان خطبوں کی جمع و تدوین کی طرف برابر متوجہ رہے گویا آج کل کی زبان میں علی کے زمانہ سے
تقریباً ۱۵۰۰ھ تک خطبہ امیر المومنین کے کچھ ایڈیشن شائع ہوئے جن کو مرتب کرنے والے جلیل القدر اصحاب امیر تھے
یہ پہلے درجے کے جمع و تدوین (ایڈیشن کا ٹکڑا) اس کا ثبوت ہے کہ اس ادبی خزینہ کے محافظین اپنے فرائض حفاظت کی
طرف برابر متوجہ رہے اور دشمنوں کو تصرف و غلبہ کا موقع کسی طرح بھی نہ دے سکے،
علامہ اہلسنت میں سے علی بن محمد مدائنی متوفی ۲۲۵ھ نے بھی اس طرح بھی نہ دے سکے،
حضرت کی وفات ۴۰ھ میں واقع ہوئی (امیر المومنین کے رکابت و فرائض کو مدون کیا تھا اس کے بعد ابراہیم
بن محمد الکوفی المتوفی ۲۸۳ھ نے ایک دوسرا مجموعہ حضرت کے خطبہ و فرائض کا مرتب کیا اس کے بعد ابو احمد
عبد العزیز الجلودی البصری متوفی ۳۳۰ھ نے حضرت کے خطبہ و رسائل و مواعظ کے مختلف مجموعے مرتب و مدون
کیے، اب وہ زمانہ آچکا تھا جب کہ مصنفین و مؤلفین بکثرت تھے، تصنیف و تالیف کا دور تھا اور جو بھی علم و ادب کی کوئی
کتاب لکھتا تھا اس میں وہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے آثار علیہ میں سے کچھ نہ کچھ ضرور جمع کرنا تھا اور محدثین
و مؤرخین محل و موقع کی مناسبت سے اپنی کتابوں میں ان کو جگہ دیتے رہتے تھے، یہاں تک کہ جناب سید رضی موسوی
متوفی ۱۰۵۰ھ کا زرین عہد آیا اور آپ نے حضرت کے خطبات و رسائل و امثال کے ایک گراں بہا مجموعہ کو مدون فرمایا
یہ سمجھنا کہ سب سے پہلے سید رضی نے ان کو جمع و مرتب کیا یہ دلیل بے خبری ہے، یا یہ کہ خود شریف رضی ان کے وضع
ہیں ایک پوچھ و پھر خیال ہے،
(دکتور زکی مبارک مصری اپنی کتاب "النثر الغنی فی القرن الرابع") میں لکھتے ہیں :-

قد اراد المسیودیمومنین (Demombynes) ان لیخص من قيمة ما نسب الى علی بن ابیطالب
من خطب و رسائل، استناداً الى ما
شاع منذ ازمان من ان الشریف الرضی
هو واضع کتاب نهج البلاغہ، اما نحن
فنتحفظ فی هذہ المسألة کل التحفظ
لان الجاحظ یجد ثلثان خطب علی و عمر
و عثمان كانت محفوظة فی مجموعا
و معنی هذا ان خطب علی كانت معروفة
قبل الشریف الرضی، والذین نسبوا
نهج البلاغہ الى الرضی یحتجون بانہ
وضعه لاعتراض شیعۃ، فلم لا نقول
من جانبنا بان تلمة الوضع جاءت
لتأيید خصوم الحملات الشیعۃ

(النثر الغنی ص ۳۷ طبع مصر جلد اول)

سید رضی نے ان خطبوں کو "علی شروط الصوة" صحیح ماخذ و اس سے جمع فرمایا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو خود ان کے زمانے میں
جب کہ بغداد میں اہلسنت کا غلبہ تھا، جہاں اہلسنت کے اجلہ و علماء و حفاظ حدیث و راویان اخبار بکثرت موجود تھے
نورائید رضی کو مورد الزام قرار دیتے اور سنی المذہب خلیفہ وقت کی جانب سے قبلائے عقاب و عذاب ہوتے حالانکہ
معمولی باتوں پر حکومت سید رضی کو مورد عقاب قرار دیتی تھی جس کا تذکرہ آئندہ کے صفحات میں کیا جائے گا، علاوہ

دکتور زکی
مبارک مصری
اس خیال
کو دکر
ہیں کہ یہ
وضع خطبہ
ہیں

سید رضی
اتہام وضع
نہیں اور
ہو سکتا

اس کے خود سید رضی کا تدبیر کب اس کی اجازت دے سکتا تھا کہ وہ موضوع یا شکوک کلام کو حضرت علیؑ کی طرف منسوب کر دیں، ایسا کرنے میں خود سید کے عقیدے کے لحاظ سے دنیا و آخرت ہر دو جگہ خطرہ مول لینا تھا، کیونکہ کوئی شیخ اپنے امام معصوم کی طرف کسی کلام منقول و موضوع کو منسوب کر سکتا ہے جب کہ اس کو دنیا و آخرت میں نقصان ہی نقصان ہو، آخر سید رضی کے معاصرین علمائے اہل سنت کیوں نہیں اپنے مصنفات میں اس امر خاص میں سید رضی کا تعاقب کیا، بجائے اس کے یہ لوگ ان کے علم و فضل، زہد و ورع، اعتقادات و تقاضا کی تعریف کرتے ہیں، خود سید رضی ناقد بصیر تھے، موصوف کا ادب و شعر میں بڑا مرتبہ ہے، وہ حضرت علیؑ کے کلام کو یہ کہنے میں بہ نسبت دوسروں کے زیادہ کمال رکھتے تھے، انھوں نے بیخ بلاغہ میں حضرت علیؑ کے اسی کلام کا انتخاب فرمایا جس کی صحت میں کوئی کلام ہی نہیں ہو سکتا تھا، جو حد تو انز و شہرت کو پہنچا ہوا تھا، اسی لئے کمال و ثوق کے ساتھ بغیر ذکر اسناد و ماخذ حضرت کے کلام کو بیخ بلاغہ میں جمع فرمایا جس طرح ابن عبد ربہ نے عقد الفرید میں بغیر ذکر اسناد کے اپنے علم و ثوق و صحت کی بنا پر حضرت علیؑ و دیگر خلفاء کے خطبوں کو وار د کیا ہے، ہاں جہاں پر سید رضی نے یہ دیکھا کہ گنجائش کلام ہے وہاں پر اپنے ماخذ کا حوالہ بھی دے دیا یا بتلایا کہ یہ کلام دراصل امیر المومنین ہی کا ہے دو سرے کی طرف غلط منسوب کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت کا یہ خطبہ جس کی ابتدا ”ایہا الناس انا قد اصبحنا فی دھو عنود“ سے ہے اس کو نقل کر کے متنبہ فرماتے ہیں :-

اقول ہذا الخبۃ ربما نسبھا من لاجلہ
لہ الی معاویۃ، وہی من کلام امیر المومنین
علیہ السلام الذی لا یشک فیہ واین
الذہب من الرخام والعذب من الاجاج
وقد دل علی ذلک الدلیل الخیریت و
نقدہ الناقد البصیر عمرو بن بحر الجاحظ
فانہ ذکر من نسبھا الی معاویۃ ثم قال ہی
بکلام علی علیہ السلام اشبہہ و بجلہ
فی تصنیف الناس و بالاحبار عما ہم علیہ
من القہر والاذلال ومن التقیۃ والخوف
ألیق، قال ومتی وحدنا معاویۃ فی حال
من الاحوال یسلک فی کلامہ مسلك الزہاد
ومن اھب العباد

(بیخ البلاغہ طبع مصر ۱۸۸۹ء ج ۱)

نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے معاویہ کو کب ایسا پایا کہ وہ اپنے کلام میں زہدوں کی سی چال چلیں اور خاص بندگان خدا کی سی رفتار اختیار کریں،

علامہ جاحظ کی پوری عبارت جو آج بھی کتاب البیان والتبیین میں موجود ہے، وہ یہ ہے
فی ہذا الخبۃ، ابقاۃ اللہ ضرور من
العجب منها ان ہذا الکلام لا یشبہ
السبب الذی من اجلہ دعاہم معاویۃ
ومنہا ان ہذا المذہب فی تصنیف الناس
وفی الاخبار عنہم و عما ہم علیہ من القہر
خدا انھیں سلامت رکھے معاویہ کی طرف اس خطبہ کو منسوب کرنے سے چند قسم کی حیرانی پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ یہ کہ یہ کلام ان حالات و اسباب کے مطابق و مشابہ نہیں ہے جس کے لیے معاویہ شامیوں سے یہ تقریر کریں، یہ خطبہ حضرت علیؑ کے کلام سے بہت زیادہ مشابہ اور آپ کے روش طریقہ

والاذلال ومن التقیۃ والخوف، استنبہ
بکلام علی و بمعانیہ و بجالہ مدہ بحال
معاویۃ و منها انالذہب نجد معاویۃ فی حال
من المحالات یسلک فی کلامہ مسلك الزہاد
ولا ینھب من اھب العباد

(کتاب البیان والتبیین جزء الثانی فی شرح معنی شرح عن النہج فی طبع مصر)
اسی طرح امیر المومنین کے اس قول ”أخبر تغلقہ“ کو نقل فرما کر سید رضی فرماتے ہیں :-

ومن الناس من یروی ہذا الرسول صلی اللہ
علیہ وآلہ وصما یقوی انہ من کلام امیر المومنین
ما حکاہ تغلب عن ابن الاعرابی قال المامون
لولا ان علیا قال اخبر تغلقہ لقلت اقلہ تغلب
(بیخ البلاغہ طبع مصر)

ایک دوسرے کلمہ ”العیین ذکاء اللہ“ کو سید رضی نے بیخ بلاغہ میں نقل فرما کر یہ لکھا ہے :-
وہذا القول فی الاشہار لا یطعن من کلام النبی ص
علیہ السلام وقد رواہ قوم لامیر المومنین
علیہ السلام و ذکر المبرد فی کتاب المقنض
فی باب اللفظ بالحروف (بیخ البلاغہ طبع مصر)

قابل ملاحظہ ہے یہ امر کہ اگرچہ مبرد و دوسرے راویان ادب اس قول کو حضرت علیؑ کا بتلاتے ہیں لیکن چونکہ خود سید رضی کی تحقیق اس کے خلاف ہے اس لیے اس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دیتے ہیں صرف بیخ بلاغہ ہی میں نہیں اس کی وضاحت فرمائی بلکہ اپنی دوسری کتاب مجازات النبویہ میں بھی اس قول کو بعض کلام حضرت رسول خدا وارد فرما کر یہ لکھا ہے کہ اگرچہ اس کلمہ کو محمد بن زید المبرد نے اپنی کتاب المقنض کے باب اللفظ بالحروف میں حضرت علیؑ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اظہر اشریعی ہے کہ یہ رسول اللہ کا کلام ہے (مجازات النبویہ طبع بغداد)

سید رضی کا یہ اسلوب تالیف اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ نے بیخ بلاغہ میں جہاں پر ماخذ و اسناد کا ذکر نہیں کیا ہے اس کے کلام امیر المومنین ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے بلکہ ماخذ و اسناد کا حوالہ دینا اسی مقام پر ضروری سمجھا ہے جہاں پر شک کیا جاسکتا تھا، مصادر و ماخذ بیخ بلاغہ جن کا ذکر اس بنا پر سید رضی نے بیخ بلاغہ میں جہاں اس کی ضرورت سمجھی ہے مندرجہ ذیل مصادر سید رضی نے کیا ہے

- ۱۔ کتاب البیان والتبیین لعمرو بن بحر الجاحظ
- ۲۔ کتاب المقنض للمبرد فی باب اللفظ بالحروف
- ۳۔ کتاب المغازی لیسعید بن یحیی الاموی
- ۴۔ کتاب الجمل للواقدی
- ۵۔ کتاب المقامات فی مناقب امیر المومنین لابن جعفر الاسکانی
- ۶۔ تاریخ ابن جریر الطبری
- ۷۔ حکایت ابی جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام
- ۸۔ روایت البیہقی عن ابن قتیبہ
- ۹۔ ما وجد بخط ہشام الکلبی (یعنی مجموعہ خطب امیر المومنین جس کو ہشام بن محمد ابی الکلبی نے جمع کیا تھا غالباً یہ مجموعہ

کے بالکل مطابق ہے، لوگوں کو مختلف اصناف میں تقسیم کرنے اور ان کے اوپر گزرنے والے حالات، مغلوبیت و قہر ذلت و غواری، تقیہ و خوف کے بتلانے میں سزاوارتہ ہے علیؑ ہی کے اسلوب انداز بیان سے، اس کے علاوہ ہم نے معاویہ کو کب ایسا پایا کہ وہ زہاد و عباد کی روش اختیار کریں اور اپنے کلام میں ان لوگوں کا سطر لفظ برتیں

بعض لوگ اس کلمہ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصما یقوی انہ من کلام امیر المومنین تعجب نے بیان کیا ہے، اگرچہ یہ بیان کیا ابن اعرابی نے کہ خلیفہ مامون رشید نے کہا اگر حضرت علیؑ کا ارشاد ”أخبر تغلقہ“ نہ ہوتا تو میں اس کے بجائے ”أقلہ تغلب“ کہتا

در اصل یہ قول نابراشر اظہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے ہے اور تحقیق کہ ایک قوم نے اس کلمہ کو امیر المومنین کے کلمات سے ہونا روایت کیا ہے اور مبرد نے بھی اپنی کتاب المقنض کے باب ”اللفظ بالحروف“ میں اس کو امیر المومنین کا کلمہ ہونا بتلایا ہے

اس کے خلاف ہے اس لیے اس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دیتے ہیں صرف بیخ بلاغہ ہی میں نہیں اس کی وضاحت فرمائی بلکہ اپنی دوسری کتاب مجازات النبویہ میں بھی اس قول کو بعض کلام حضرت رسول خدا وارد فرما کر یہ لکھا ہے کہ اگرچہ اس کلمہ کو محمد بن زید المبرد نے اپنی کتاب المقنض کے باب اللفظ بالحروف میں حضرت علیؑ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اظہر اشریعی ہے کہ یہ رسول اللہ کا کلام ہے (مجازات النبویہ طبع بغداد)

سید رضی کا یہ اسلوب تالیف اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ نے بیخ بلاغہ میں جہاں پر ماخذ و اسناد کا ذکر نہیں کیا ہے اس کے کلام امیر المومنین ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے بلکہ ماخذ و اسناد کا حوالہ دینا اسی مقام پر ضروری سمجھا ہے جہاں پر شک کیا جاسکتا تھا، مصادر و ماخذ بیخ بلاغہ جن کا ذکر اس بنا پر سید رضی نے بیخ بلاغہ میں جہاں اس کی ضرورت سمجھی ہے مندرجہ ذیل مصادر سید رضی نے کیا ہے

- ۱۔ کتاب البیان والتبیین لعمرو بن بحر الجاحظ
- ۲۔ کتاب المقنض للمبرد فی باب اللفظ بالحروف
- ۳۔ کتاب المغازی لیسعید بن یحیی الاموی
- ۴۔ کتاب الجمل للواقدی
- ۵۔ کتاب المقامات فی مناقب امیر المومنین لابن جعفر الاسکانی
- ۶۔ تاریخ ابن جریر الطبری
- ۷۔ حکایت ابی جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام
- ۸۔ روایت البیہقی عن ابن قتیبہ
- ۹۔ ما وجد بخط ہشام الکلبی (یعنی مجموعہ خطب امیر المومنین جس کو ہشام بن محمد ابی الکلبی نے جمع کیا تھا غالباً یہ مجموعہ

خطب علی خود اپنے جامع ہشام الکلبی کا لکھا ہوا تھا جس کا حوالہ سید رضی دے رہے ہیں،

۱۰- خبر ضرار بن حمزہ الضیالی

۱۱- روایت ابی جحیفہ

۱۲- حکایت تغلب

کتب مصداق در بیخ البلاغہ کہاں جمع تھے اور اصل بیخ البلاغہ کے مصداق کتب زیادہ تر صاحب ثنائین سید مرتضیٰ متوفی ۳۳۵ھ کے کتب خانہ میں محفوظ رہے ہوں گے اس خزانہ الکتاب میں ۸۰ ہزار کتابیں تھیں (بیہیمۃ الدھر ثنائی اصل الآمل شیخ البحرانی) منہج المقال ۲۳۲ مجاہد المؤمنین قاضی نور اللہ شری مجلس بیخ) اس کتب خانہ کے نوادرات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ "وكانت الاصول الاربعاء والكتب المختة آلاف كلها موجودة عندك" چار سو کتب اصول اور پانچ ہزار دیگر (انوار النعمانیہ علامہ نعمت اللہ البحرانی ۳۹۲) کتابیں جو محمد المصطفیٰ علیہم السلام (از امام اول تا امام یازدہم) میں تصنیف و تالیف ہوئی تھیں وہ سب موجود تھیں،

اس کے معنی یہ ہوئے کہ اصحاب ائمہ نے جو مجموعے خطب امیر المؤمنین کے جمع کیے تھے وہ سب یہاں موجود تھے، ثنائی نے تیسرا دور میں لکھا ہے کہ سید مرتضیٰ کی وفات کے بعد زیادہ تر کتابیں امارہ و ذراء نے حاصل کر لیں تھیں اس کے بعد باقی ماندہ کتابوں کی قیمت کا اندازہ تیس ہزار اشرفی لگایا گیا تھا (اصل الآمل ص ۸۸) تنکا بنی نے اس قیمت کا اندازہ اسی ہزار تومان بتلایا ہے (تقصیر العلماء ۱۹۵۷ طبع ایران) ہذا سید مرتضیٰ کے بعد بھی اس کتب خانہ کی کتابیں بغداد ہی میں محفوظ رہی ہوں گی۔

دوسرے مجموعہ خطب جن کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے نہیں بائے جاتے ہیں اس کا سبب صاف و ظاہر ہے، تاریخ اسلام سے دیکھی دیکھنے والے اس سے واقف ہیں کہ ہلاکو نے ۷۵۳ھ میں بغداد کو (جہاں یہ مرتضیٰ کا خزانہ الکتاب تھا اور جہاں سید رضی نے بیخ البلاغہ کو مرتب کیا) تاراج کرنے کے بعد وہاں کے عظیم الشان کتب خانوں کو دجلہ میں بھیج دیا تھا، ان کتابوں کی مجموعی تعداد جو دجلہ میں غرق کی گئی ہیں، تقریباً چھ لاکھ تھلائی گئی ہے، (تجلیات روح ایرانی چاپ برلین ۱۹۵۷) و تاریخ ادبیات ایران پیراؤں بعض کا بیان ہے کہ اس نے ان کتابوں کو اینٹ کی طرح چنوا کر گھوڑوں کے لیے اصطبل تیار کر دیا تھا (ابن خلدون ۲، ص ۵۳) مولوی شبلی نعمانی نے اپنے مضمون "اسلامی کتب خانے" میں لکھا ہے کہ بغداد کے بعض مورخوں نے یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ تاریخوں نے بغداد کے کتب خانے جب برباد کیے اور تمام کتابیں دریائیں ڈال دیں تو دجلہ کا پانی کالا ہو گیا، لیکن اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس فتنہ میں بے شمار کتابوں کا نام و نشان جا تا رہا، تاہم اگر سیلاب بغداد پر محدود نہ تھا بلکہ ترکمان، ماوراء النہر، خراسان، بلخ، فارس، عراق، جزیرہ، شام ان تمام مقامات سے گزرا اور جہاں گزرا تمام علمی یادگاروں کو مٹاتا گیا، (رائل سٹی ۱۵۷۷ طبع امرتسر) ۱۵۷۷ھ میں جب عیسائیوں نے طرابلس الشام پر قبضہ کیا ہے تو ان لوگوں نے یہاں کے کتب خانوں کو جلا ڈالا، دراصل صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے مصر، شام، اسپین اور دیگر ممالک اسلامی کے کتب خانوں کو بری طرح جلا کر تباہ و برباد کیا ہے، کاؤنٹ برٹرم سینٹ جیل کے حکم سے جب طرابلس الشام کا کتب خانہ جلا یا گیا ہے تو اس میں علاوہ قرآن کے کثیر التعداد نسخوں کے خود عیسائیوں کا بیان کے مطابق تیس لاکھ کتابیں تھیں (تاریخ ابن الاعلیٰ ص ۱۱۱) و تاریخ تمدن اسلام جو جی زیدان (مقدمہ ابن خلدون) کا ڈی نل ازی، می نس، (CRADINAL XIMENES) نے تیار کیا کر دی، صرف ایک دن میں اسی ہزار کتابوں کو نذر آتش کیا (مقدمہ ابن خلدون باب طبیعۃ العراق وما یعرض فیہ و تاریخ ادب النعمانیہ جلد سوم ج ۱، ص ۱۱۳) ۱۱۳ھ طبع مصر

یہ عمومی حیثیت سے مسلمانوں کے کتب خانوں کی تباہی تھی لیکن خصوصی اعتبار سے شیعوں کے کتب خانے اور ذخائر جہاں کتب جامع خطب امیر المؤمنین کے محفوظ ہونے کا زیادہ امکان تھا وہ اس سے بھی زیادہ بری طرح تباہ و برباد کیے گئے، تاہم تاری کفار و سنجیدوں نے اسلام دشمنی میں اگر ان کو تباہ کیا تو خود عام مسلمانوں نے ان کو تباہ و برباد کر کے اپنی بیٹنی و قسمی کا ثبوت دیا، فاطمینہ کا خلیفہ ابن کثیر نے جو کہ جواب دینا میں نہ تھا اور جس کے متعلق مصری مورخ اساذ علی ابیہم جن نے مورخ ابن خلدون کے حوالہ سے لکھا ہے،

و اعزو فقد عنی لفاطمیون عنایتہ خاصتہ باز یاد عدد
الکتب فی المذہب الشیعہ حتی كانت مکتبۃ القصص فی القلہ
تألف غیرها من المکاتب فی العالم الاسلامی

اس میں کوئی شک نہیں کہ شیعی کتب کی کتابوں کی زیادتی اور کثرت کے لیے فاطمی خلفائے خاص طور سے زور کی تھا جس کی وجہ سے قاہرہ کے قصر شامی کا کتب خانہ تمام علم اسلامی کے کتب خانوں پر سبقت لے گیا تھا

(تاریخ جوہر الصقلی ص ۸ طبع قاہرہ)
یہ عظیم الشان کتب خانہ صلاح الدین ابو بکر کے ہاتھوں بری طرح تباہ و برباد ہوا (کتاب الخط المرقوم جلد اول ص ۲۵ طبع مصر) مورخ مغربی نے صاف لکھا ہے کہ اس کے تباہ کرنے میں یہ جذبہ کام کر رہا تھا کہ "ان فیہا کلام المشارقۃ اللغویۃ مخالفت مذہبہ" اس میں شیعوں کی کتابیں ہیں جو کہ ان لوگوں کے مذہب کے مخالف ہیں، اسی طرح ۳۳۵ھ میں جب سلطان محمود غزنوی نے رے کو فتح کیا ہے تو وہاں کے شیعی کتب خانوں کو اس نے جلا دیا (مجموع الادب و یاقوت حموی جلد ششم ص ۲۵۹ طبع مصر) قاضی ابن علائشی نے طرابلس الشام میں ایک عالیشان قبتی خانہ کی تاسیس کی تھی جس میں لاکھوں سے زائد کتابیں تھیں (دائرة المعارف الاسلامیہ جلد ششم طبع مصر) یہ قبتی خانہ صلیبی جنگ میں برباد ہو گیا (ایمان الشیخ جلد اول ص ۲۳۳) ۲۳۳ھ طبع دمشق اسی طرح اسلامی دنیا کا سب سے پہلا عمومی کتب خانہ (پبلک لائبریری) جس کو ابو نصر شاپور شیعی وزیر بہاؤ الدولہ شیعی نے ۳۸۵ھ میں بغداد کے محل کریم قائم کیا تھا یہ کتب خانہ بہت ہی عظیم الشان تھا، اس میں دس ہزار سے زائد ایسی کتابیں تھیں جو اپنے مصنفین یا مشہور خطاط کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی تھیں اس عہد کا یہ مصنف اپنی تصنیف یہاں ضرور بھیجتا تھا، یا قوت اموی جس نے دنیائے اسلام کے ایک سے ایک بہتر کتاب خانے دیکھے تھے وہ اس کی توصیف میں کہتا ہے کہ لیکن فی الدنیا احسن منہا، دنیا میں اس سے بہتر اور کوئی نہ تھا اس کتب خانہ کو مورخین نے دارالعلوم کے نام سے بھی یاد کیا ہے (دفات الاعیان ابن خلکان جلد اول ص ۲۸ طبع مصر) لیکن شیعوں کا یہ پایہ ناز کتب خانہ ۵۸۵ھ میں مشہور شہر قتل ہو گیا (۵۸۵ھ ۱۱۹۰ھ) ۱۱۹۰ھ کا کتب خانہ کئی مرتبہ جلا یا گیا (الاعلام الارکی جلد سوم ص ۸۸ طبع مصر) لیکن آخری مرتبہ ۱۱۹۰ھ میں اس بری طرح جلا یا گیا کہ بالکل تباہ و برباد ہو گیا (تحت الفنون جلد دوم ص ۳۳۳، طبقات البکی جلد ۳، ص ۱۱۱ اعلام الارکی) اسی طرح ۱۱۹۰ھ میں "ازک غز" (مسلمان ترکوں کا ایک گروہ جو ماوراء النہر میں رہتا تھا ان ترکوں نے خلیفہ ہمدانی عباسی کے عہد میں اسلام قبول کیا تھا (تاریخ اکمل ابن اثیر جلد دوم ص ۱۱۱) ۱۱۹۰ھ میں کتب خانوں کو جلا ڈالا (تاریخ اکمل ابن اثیر جلد دوم ص ۱۱۱) ۱۱۹۰ھ میں کتب خانوں کو تباہ و برباد کیا (ابن اثیر جلد ۱۱ ص ۱۱۱ طبع مصر) مشہور علم و دوست و معارف پرورد وزیر صاحب بن عبد اللہ کا عظیم الشان کتب خانہ جو "دارالکتب رے" کے نام سے مشہور تھا اس کو سلطان محمود غزنوی نے اپنی عصیت کے مظاہرے میں جلا کر تباہ و برباد کر ڈالا (مجموع الادب و یاقوت حموی جلد ۲ ص ۲۵۹ طبع مصر) لیکن ہٹری آف دون اپنا راجد

اخذ فی السیلا غہ کو تلاش کرو
سے پہلے مدون و مرتب کئے گئے تھے وہ سب کے سب کو نیکو دستیاب ہو سکتے ہیں ہاں ہمارے ان برادر شہد کتب خانوں کو واپس لاؤ، پھر تم ہم سے سوال کرو، یا کتب رجال و تاریخ شیعہ کا مطالعہ کر کے اطمینان حاصل کرو لیکن اس کے باوجود بھی قدما و مورخین و مصنفین کی کتابیں جو ہمارے سامنے ہیں ان میں بیخ البلاغہ کے مندرجات کا پتہ چلتا ہے، صرف اتنا ہی نہیں جتنا کہ بیخ البلاغہ میں ہے بلکہ مندرجات بیخ البلاغہ کے علاوہ بھی دوسرے خطب پائے جاتے ہیں جن کا اسلوب و انداز وہی ہے جو بیخ البلاغہ کے خطبہ اشباح و قاصص و توحید میں بیان ہوئے ہیں،

خطب صاحب نے ابو الفرج اموی کی خلوصی صاحب کا مزاج چونکہ اموی نوادرات ہوا ہے اس لیے ابو الفرج مروانی اموی صفحہ فانی متوفی ۳۵۷ھ کی کتاب نگاہوں سے گزری جس میں حضرت علی کے چند خطبہ موصوف نے دیکھے، غالباً ان جیسے موصوف نے ابو الفرج کو کثرت شیعہ strong shi the vezu کا خطاب بھی دے دیا،

مورخ ابن اثیر نے تاریخ میں لکھتا ہے "وكانت الشيعة تسمى بالمعروب المشارقة نسبة الى عبد الله الشيعي"
"عبد اللہ شیعہ کی نسبت سے ممالک مغرب میں شیعہ "مشارقہ" کہلاتے تھے (اکمل ابن اثیر جلد نہم ص ۳۸ طبع مصر)

ابو الفرج اموی امامیہ اثنا عشریہ نہیں ہے، خصوصاً صاحب نے اسلامی تاریخ پر تحقیقات کی ہے اور "اثر التشیع فی الادب العربی" کے موضوع پر بھی فرما رہے ہیں لیکن موصوف نے "شیعہ دینی" اور "شیعہ سیاسی" کے نازک فرق کو اب تک نہ سمجھا، شیعہ باعتبار دین و مذہب کے وہ ہے، امامت و خلافت کو ایک رکن سمجھتا ہے ارکان ایمان میں سے، جو امامت کو داخل اصول دین سمجھتا ہے، اور خلافت و امامت کو امامہ اثنا عشریہ بلخصہ سمجھتا ہے اور اپنے ائمہ کی عصمت پر اعتقاد رکھتا ہے، لیکن "تشیع سیاسی" ہر وہ شخص ہے جس کی ہمدردی علمی اور اولاد علی کی طرف ہو اس لیے نہیں کہ ان کی محبت اجر رسالت ہے یا ان کی امامت ارکان ایمان میں سے ہے، بلکہ اس لیے کہ ان میں انسانی فضائل و کمالات پائے جاتے ہیں اور بنی امیہ و بنی عباس نے ان پر بہت زیادہ ظلم ڈھایا تھا، فطری طور پر انسان مظلوم کی طرف جھک جاتا ہے، ابو الفرج اموی اپنے ذاتی ایمان کے اعتبار سے کوئی شک نہیں کہ وہ سواد اعظم کے مذہب پر تھا، عقیدہ وہ وہی دین رکھتا تھا جو اس کے آباؤ اجداد کا تھا، وہ امامت اصول دین میں نہیں سمجھتا تھا وہ نص اور ائمہ کی عصمت کا قائل نہیں تھا، لیکن جو کہ وہ وسیع النظر تھا اپنے آباؤ اجداد بنی امیہ اور بنی عباس ظلم چیرہ دستیوں سے واقف تھا، زیادہ سے زیادہ اس کو زیدی المذہب سمجھا جاسکتا ہے جو خلفائے ثلاثہ کی صحت خلافت کے قائل ہیں اور فقہ ابو حنیفہ کے مقلد ہیں، زیدی فرقہ مذہب اہلسنت میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ علامہ حسن بن احمد اندوکی المصری لکھتے ہیں۔

منہم الذی یدعی دھولاً ینسبون الی زید بن زیدی فرقہ زید بن علی کی طرف منسوب ہے یہ فرقہ شیعہ مذہب علی زین العابدین و ہم من افضل الشیعۃ سے افضل ہے اور ان لوگوں سے زیدیوں کا عقیدہ بہت والظفہم عقیدۃ حتی انک لا تکاد تری زیادہ پاک و بہتر ہے یہاں تک کہ اہلسنت و زیدی فرقہ میں فرقاً بینہم و بین اهل السنة " تم کو کوئی فرق نظر نہ آئے گا،

(ادب الملاحظہ حاشیہ ۹۵ تالیف علامہ حسن اندوکی طبع رحمانیہ مصر)

اس لیے ابو الفرج اموی کا شمار فرقہ اہلسنت میں کیا جائے گا، ابو الفرج کا اصل دین و مذہب کتاب الاغانی سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے امامیہ کے بالکل خلاف ہے یہ ضرور ہے کہ ابو الفرج کی نگاہوں میں علی اور ان کی اولاد مظلوم دیکھلائی دی، وہ اس سے متاثر ہوا، امامیہ تھا اس لیے اس نے مقاتل الطالبین کو تالیف کیا اور اس طرح اس نے باوجود اموی ہونے کے اپنی فطری ہمدردی کو مظلوم کے سامنے ظاہر کر دیا، اس کی یہ ہمدردی جس کو "التشیع الیاسی" کے لفظ سے تعبیر کئے گئے ہیں، ویسے ہی جیسا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز مروانی یا بعض دوسرے خلفاء بنی عباس میں تھا، ابو الفرج اموی کی طرح اور دوسرے ارباب و مشائخ بھی تھے جو باوجود متدین مذہب امامیہ نہ ہونے کے، شیعہ بتلائے جاتے ہیں، دکتور عمر فروخ اپنی کتاب "عبقریۃ العرب فی العلم والفلسفہ" میں لکھتے ہیں:-

ان کثیرین من الشعراء والادباء لم یکنوا شیعۃ قط ومع ذلك لم یستطیعوا الا ان یکنوا متشیعین یحسبون بہذا الالہ الذی اصاب آل البیت و هذا الظلم الذی نزل باحقادہم بعد ذلك من ہولاء ابا تمام وابن الرومی، علی شدة صلتہم ببنی العباس واورد لك استغراب ابی العلاء المعری حینما وجد اهل بغداد یدعون بان ابن الرومی متشیع فقال ولكنی ما اراہ الا علی مذہب غیرہ من الشعراء مباہیل علی ان بعض خصائص هذه الحركة قد انتشر بین غیر اہلہا،

(عبقریۃ العرب ۳۳ طبع اول دمشق)

کتاب قدما جن میں مندرجات شیخ الاسلام کا وجود آج بھی ہے | یہ واقعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ (اس عہد میں) شیعی تحریک ابھی ہو گیا تھا کہ جو غیر شیعہ تھے ان کو بھی شیعہ سمجھا جاتا تھا، یہی دکتور عمر فروخ اپنی دوسری تالیف ابن الرومی میں لکھتے ہیں:-

فان ابن الرومی کان متشیعاً علی مذہب اکثر الشعراء العباسیین یا لم لمصائب الالبیت ولم یکن شیعياً یقول بان الامامۃ "الخلافۃ" انما هی فی ابناء علی بالتقص

(ابن الرومی مثلاً طبع بیروت)

تشیع سیاسی عقیدہ و دین کے اعتبار سے شیعہ امامیہ نہ ہوگا بلکہ سنی المذہب ہو سکتا ہے، خیرات کہاں سے کہاں آپڑی، الحدیث ذو شجون "میں یہ عرض کر رہا تھا کہ خلوصی صاحب نے چند خطبے ابو الفرج اموی کی کتاب میں دیکھے، خلوصی صاحب اپنے مطالعہ کو جاری رکھیں وسعت نظری کی خاطر سہی، لیکن مندرجہ ذیل مصنفین کی تصانیف بھی ضرور ملاحظہ کریں جو یہ رضی سے مقدم یا ان کے معاصر ہیں، ان کے مطالعہ کے بعد موصوف کو معلوم ہو جاوے گا کہ مندرجات شیخ الاسلام کتب قدما صدر اول کے ضائع ہو جانے کے بعد بھی کہاں کہاں پائے جاتے ہیں،

نصر بن مزاحم المنقری التیمی الکوفی ... کتاب الصنفین
ابو الحسن ابن محمد الدائمی المتوفی ۳۵۵ھ ... تاریخ الخلفاء و کتاب الاحداث والفتن
ابو جعفر محمد بن حبیب الخوی البغدادی المتوفی ۳۵۵ھ ... کتاب الخیر فی تاریخ الخلفاء
عروبن بکر الجاحظ البصری المتوفی ۳۵۵ھ ... کتاب البیان والتبیین
ابن قتیبة الذہری المتوفی ۳۸۰ھ ... عیون الاخبار، غریب الاثر، ادب الکاتب، الاما وایات
ابن دمیجہ البیہقی الکاتب العباسی المتوفی ۳۸۰ھ ... تاریخ
ابو حنیفہ الذہری متوفی ۳۸۰ھ ... اخبار الطوال
ابو العباس المبرد المتوفی ۳۸۰ھ ... کتاب المبرد
محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۸۰ھ ... تاریخ المرسل والملوک
ابو محمد محمد بن حسن بن درید اذوی بصری متوفی ۳۸۰ھ ... کتاب المجتبی
ابن عبد ربہ اندلسی متوفی ۳۸۰ھ ... عقد الفرید
محمد بن یقوب الطبری متوفی ۳۸۰ھ ... اصول الکافی و فروع الکافی و روحۃ الکافی
ابو محمد حسن بن علی بن شعبہ اکلبی متوفی ۳۸۰ھ ... تحف العقول عن آل الرسول
ابو الحسن علی بن حسین المسعودی البغدادی متوفی ۳۸۰ھ ... مروج الذہب
ابو علی القالی متوفی ۳۸۰ھ ... نوادر
ابو جعفر ابن بابویہ التمی متوفی ۳۸۰ھ ... من لا یحضر کتاب التوحید علی الشرائع، معانی الاخبار وغیر ذلک
ابو ہلال العسکری متوفی ۳۹۵ھ ... کتاب الاوائل، کتاب من احکم من الخلفاء والی القضاء
محمد بن محمد بن النعمان الشیخ المفید متوفی ۳۹۵ھ ... کتاب الارشاد و کتاب الجمل
ابن مکیہ متوفی ۳۹۵ھ ... تجارب الامم
حافظ البونیم متوفی ۳۹۵ھ ... حلیۃ الاولیاء
ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی (۳۹۵ھ - ۴۶۰ھ) ... کتاب التہذیب، کتاب الامالی
ابو منصور عبد الملک النعمانی متوفی ۳۹۵ھ ... کتاب الاعجاز والایجاد
قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ القضاعی متوفی ۳۹۵ھ ... دستور معالم الحکم و انوار مکارم الشیم

یہ وہ مصنفین ہیں جو یہ رضی سے قبل یا ان کے معاصر و قریب الہد ہیں، اسی سلسلہ میں حافظ ابن عساکر دمشق متوفی ۵۴۵ھ کی تاریخ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی مجمع الجوامع اور (ملاحظہ فرمائیں) ملاحظہ فرمائیں، اس مطالعہ کے بعد

ابن الرومی عہد بنی عباس کے اکثر شعرا کی طرح مصائب المیبت پر درمند ہونے کی وجہ سے تشیع معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل عقیدہ و دین کی بنا پر شیعہ نہ تھا جو اس کا قائل نہ ہوگا کہ خلافت و امامت اولاد علی کے لیے مخصوص ہے، خلوصی صاحب کو "شیعہ دینی" و "تشیع سیاسی" میں فرق کرنا چاہیے،

خصوصی صاحب مشکین میں سے نہ رہیں گے بایں شرک اگر موصوف کو حضرت علی سے طبعاً غاد نہیں ہے، بلکہ انھیں یہ یقین ہو چکا کہ
کونج البلاغہ یقیناً امیر المومنین ہی کا کلام ہے

دوسرے شبہ کا جواب

کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کے خطبے لوگوں کو حفظ تھے آخر خود پیغمبر اور دوسرے خلفاء کے خطبے و موعظ کیون حفظ ہو کر مدون ہوئے
بیشک پیغمبر اسلام کے خطبے بھی مرتب و مدون ہوئے
علامہ جاحظ لکھتے ہیں :-

وهذه خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم مدونة ومخلدة مشهورة وهذه خطب ابى بكر وعمر وعثمان وعلي رضي الله عنهم اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ کے خطبے جاحظ سے پہلے اور اس کے بعد بھی جمع کئے گئے، چنانچہ ابوالحسن علی بن محمد المدائنی متوفی ۳۵۰ھ نے خطب النبی کا ایک مجموعہ مرتب کیا عبدالعزیز الجلودی الشیبی البصری متوفی ۳۳۰ھ نے کتاب خطب النبی کو تالیف کیا اور جاحظ کے بعد بھی خطب النبی کے مجموعے ابوالعباس جعفر بن محمد المستغفری متوفی ۳۳۰ھ اور ابوالعباس انصر بن نصر بن عقیل بن نصر الدارانی متوفی ۳۵۰ھ نے مدون و مرتب کیے لیکن ہم کو خلفائے ثلاثہ کے متعلق علم نہیں کہ ان حضرات میں سے کسی ایک کے خطبے کو مستقل کسی ایک مؤلفین کے کتاب میں مرتب کیا، اصل جلی نے کشف الظنون میں کتب المہذبت کا استقصا کیا ہے لیکن اس کتاب میں اس کا ذکر نشان نہیں کہ خلفائے ثلاثہ کے خطبوں کا کوئی مجموعہ مرتب کیا گیا یا اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب ہی لکھی گئی، یقیناً جاحظ نے ان کے بعد ابن عبد ربہ نے "البيان والتبيين" اور "عقد الفريد" میں خلفائے ثلاثہ کے چند خطبوں کو نقل کیا ہے، اصل یہ ہے رسول اللہ کے خطبے و موعظ و احتجاج کی جیسی حفاظت مسلمانوں کو کرنی چاہیے تھی نہیں کی، رسول اللہ کے گرد و پیش جن لوگوں کا جمع ہونا تھا ان کو علوم و معارف سے کوئی دیکھی نہ تھی کہ وہ فوراً جمع و تدوین کی طرف متوجہ ہوتے، آنحضرت کا کلام عرصہ کے بعد جمع کیا گیا عباس محمود العقاد لکھتے ہیں :-

"واما خطب وادعية ووصايا واجوبة عن اسئلة كتبت بعد حينها، (مقرئہ محمد طبع مصر) حضرت کے کہیں بعد لکھے گئے، اصحاب رسول جمع و تدوین کے مخالف تھے بات یہ ہے کہ اصحاب رسول جمع و تدوین کے مخالف تھے، ابتدا میں تو جمع قرآن کو بھی نہیں ہوتا تھا، ابوبکر نے صاف کہا تھا "كيف تفعل شيئاً لم يفعله رسول الله؟" ہم وہ کام کیونکر کریں جس کو خود رسول اللہ نے نہیں کیا یہ خیال تھا خلیفہ اول ہی کا نہیں تھا بلکہ زید بن ثابت نے بھی یہی کہا تھا "كيف تفعلون شيئاً لم يفعله رسول الله؟" آپ لوگ ایسی بات کیونکر کریں گے جو رسول اللہ نے نہیں کی ہے، (صحیح بخاری باب جمع القرآن) اگرچہ حضرت علیؑ نے اس فرض کو ادا کیا تھا اور رسول کی حیات ہی میں آپ نے قرآن کو جمع و مرتب فرما دیا تھا جس کے شائع ہونے میں بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تقدیر نے مدد نہیں کی، (ازادۃ الخفا، مقصد دوم ص ۲۷۷) جمع قرآن کے متعلق مشہور تابعی محمد بن سیرین بیان تک کہتے ہیں :-

مات ابو بكر ولم يجمع القرآن وقتل عمر لم يجمع القرآن، (اقتان بیوطی طبع مصر) اور قرآن نہیں جمع ہوا اور عمر قتل کر دیئے گئے احادیث و آثار رسول کو مدون کرنے پر حال بہت سخت و مباحثہ کے بعد کسی نہ کسی طرح قرآن کو جمع کر دیا گیا لیکن حدیث و سنت کی اجازت نہ تھی جمع و تدوین تو درکار اس کو روایت کرنے سے بھی روک دیا گیا، خلیفہ اول ابوبکر کا حکم تھا فلا تجدوا عن رسول الله شيئاً من سائر ما كنتم تفعلون قرآن رسول اللہ کے آثار (حدیث، خطب، ادعیہ، وصایا و

جامعین خطب النبی

خطب رسول کی جمع و تدوین بھی عرصہ بعد ہوئی

جمع قرآن کی ممانعت

روایت حدیث کی ممانعت

بنیاد بیستہ کتاب اللہ (تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی جلد اول ص ۳۷ طبع ثنائیہ حیدرآباد) جو بات (کو کچھ بیان نہ کرو، دیکھو اگر تمہارے کوئی اس کو دریافت کرے تو اس سے کہہ دیا کرو ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن مجید ایک مرتبہ نہ معلوم کس خیال کے ماتحت ابوبکر نے رسول اللہ کی حدیثوں کو جو تعداد میں پانچ سو تھیں جمع کیا اور اپنی بیٹی حضرت عائشہ کے سپرد فرما دیا لیکن شب کو موصوف اپنی اس غلطی پر قہقہہ ہوسے اور صبح ہوتے ہی اپنی بیٹی کے پاس آئے اور کہنے لگے :- فلما اصبح قال اى بنتی هلمی الاحادیث التى عندك فحئت به فاندعانا بخرقتها، بیٹی میری وہ حدیثیں لاؤ جو تمہارے پاس ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب میں اس مجموعہ کو اپنے باپ کے پاس لائی تو انھوں نے آنکھ لگا کر سب کو جلادیا - (تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی جلد اول ص ۳۷ طبع حیدرآباد، ریاض النضرہ لحجہ الطبری فضائل ابوبکر، کنز العمال، لا علی تنقی،)

صرف ہی نہیں بلکہ اپنے اس نظریہ کی تائید میں یہ لوگ ایک حدیث بھی روایت کرتے تھے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے لا تكتبوا عني ومن كتب عني غير القرآن فليحرقه (مجمع مسلم) مجھ سے جو سنو اسے تحریر نہ کرو، اگر کسی نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ اور روایت کر کے نقل کیا ہو تو اس کو مٹا ڈالو۔ حضرت عمر اپنے عمال کو روایت حدیث سے برابر منع کرتے رہتے تھے، چنانچہ قرظہ بن کعب کو جب عراق کا والی مقرر کیا ہے تو یہ حکم دیا تھا کہ جرد القرآن وأقلوا الرواية عن رسول الله صلعم وانشأ بیککم، فلما قد قرظة بن کعب قالوا حدثنا فقال نهانا عمر، رضی اللہ عنہ، (سنن الدارمی جلد ۱ ص ۲۷۷) بیان اہم عبد البر جلد ۲ ص ۲۷۷، تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ۱ ص ۳۷) اسی پر اتفاقاً نہیں بلکہ روایان حدیث پیغمبر کو سزا دی جاتی تھی، ایک مرتبہ زمانہ حضرت عمر کے بعد ابوسہرہ صحابی رسول سے "ابو سلمہ" نے یہ دریافت کیا کہ "أكنت تحدث في زمان عمر هكذا؟" کیا آپ عمر کے زمانے میں بھی اپنی حدیثوں کو روایت کرتے تھے، اس کے جواب میں موصوف نے فرمایا "لو كنت أحدث في زمان عمر مثل ما أحدثكم لصرت بنی بسخة فقتله" اگر میں اسی طرح سے عمر کے زمانے میں روایت حدیث کرتا ہوا کہ تم لوگوں سے کرتا ہوں تو وہ مجھ کو درے سے مارتے (تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اول ص ۳۷ طبع حیدرآباد) جامع بیان العلم جلد ۲ ص ۲۱۱ میں ابوعمر سے روایت ہے کہ ابوسہرہ یہ کہا کرتے تھے لقد حدثتكم باحادیث لو حدثت بها زمن عمر بن الخطاب لصرت بنی عمر بالذرة خلیفہ دوم عمر بن خطاب نے ابوسہرہ کو حکم دیا تھا :- لتترك الحديث عن رسول الله أو لا تحفظوا من دوس (اخر جہان عمار کہانی کنز العمال جلد ۵ ص ۲۳۹) احادیث رسول کا بیان کرنا ترک کر دو ورنہ تم کو شہرہ کر کے قتل کر دوں گی زمین کی طرف بھیج دوں گا خلیفہ دوم نے روایت حدیث کے جرم میں خلیفہ دوم نے روایت حدیث کے جرم میں، ابن مسعود، ابودرداء، ابوسودانصاری اور حضرت صحابہ کبار کو مقید کیا ابوذر غفاری ایسے صحابہ کبار کو مقید بھی کر دیا تھا ملاحظہ ہو،

داخرج الطبرانی عن ابراهيم بن عبد الرحمن ان عمه حبس ثلاثه ابن مسعود وابا الدلاء و ابالمسعود الانصاری فقال قد اكثرتم الحديث عن رسول الله صلعم حبسهم بالمدینه حتی استشهد، (تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ۱ ص ۳۷ طبع الزواید جلد ۱ ص ۱۱۱) محدث طبرانی نے ابراہیم بن عبد الرحمن سے اخراج کیا ہے کہ عمر نے ابن مسعود، ابودرداء، ابوسودانصاری کو مقید کر دیا تھا اور ان سے یہ کہا تھا کہ تمہارا جرم یہ ہے کہ تم لوگوں نے رسول اللہ سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں یہ لوگ مدینہ میں قید رہے یہاں تک کہ عمر قتل کیے گئے،

ابوبکر نے اپنی بیٹی کی بیٹی کو جلادیا

رسول کے قول سے کتابت حدیث کے متعلق ممانعت

عمر کا روایت حدیث سے منع کرنا

عمر کا ایمان حدیث رسول کو سزا دینے سے

ابوسہرہ کا خوف

ابوسہرہ کو شہرہ کر دینے کا حکم

ابن مسعود، ابودرداء، ابوسودانصاری روایت حدیث کے جرم میں مقید کر دیا

امام حاکم کہتے ہیں :-

ان عمر بن الخطاب قال لابن مسعود ولا ي
المرء داء ولا ي ذر ما هذا الحديث عن
رسول الله صلى الله عليه وسلم
بالمدينة حتى اصيب

(مسند حاکم جلد اول ص ۱۸۱)

جمال الدین اصفی کہتے ہیں :-

ان عمر بن الخطاب قال لابن مسعود ولا ي
المرء داء ولا ي ذر ما هذا الحديث عن
رسول الله صلى الله عليه وسلم
بالمدينة حتى اصيب

اس شدت امتناع کا یہ نتیجہ تھا کہ

قال الشعبي، قدرت مع ابن عمر سنتين او سنة
ونصفاً فما سمعته يحدث عن رسول الله صلى الله
عليه وسلم حديثاً (سنن الدارمي ص ۱۸۱، سنن ابن ماجه جلد اول ص ۱۸۱)
وقال السائب بن يزيد صحبت سعد بن مالك من
المدينة الى مكة فما سمعته يحدث بحديث واحد

(سنن ابن ماجه جلد اول ص ۱۸۱)

جب روایت حدیث کی اجازت نہ تھی تو پھر آثار پیغمبر کو مدون و محفوظ کیونکر کیا جاتا (علامہ جلال الدین سیوطی تدریب الراوی ص ۱۸۱) یہ کہتے ہیں :-
كان بين السلف من الصحابة والتابعين اختلاف
كثير في كتابة العلم فكلهم اختلفوا في ما يروون
وفعلوا منهم علي وابنه الحسن
فصرف مباح في الحديث بل في غيره من تاليف وتدوين الحديث

وكانت الآثار في عصر الصحابة وكبار التابعين غير
مدونة ولا مرتبة لسيلان اذهانهم وسعة
حفظهم ولا يهتم كانوا اولاً عن كتابتها
كما ثبت في صحيح مسلم خشيته اختلاطها
بالقرآن ولان اكثرهم كان لا يحسن الكتابة
(علامہ مصطفیٰ بن عبد اللہ الکاتب اچھلی کہتے ہیں :-)

كانوا مستغنيين عن تدوين علم الشرائع والاحكام
حتى ان بعضهم كتبوا الكتاب بالعلم واستدلوا
بما روي عن ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى
عليه انه استاذ النبي صلى الله عليه وسلم

عمر بن الخطاب نے ابن مسعود، ابو درداء، اور حضرت ابو ذر
سے کہا یہ تم لوگ رسول اللہ کی حدیثیں کیا بیان کرتے رہتے ہو
اور اسی روایت حدیث کے جرم ان سب اصحاب رسول کو مدینہ میں
مقید کر دیا یہاں تک کہ خود عمر قتل ہو گئے

عمر بن مسعود، ابو درداء، ابو ذر کو قید کر دیا تھا اور اس
وقت تک یہ لوگ مقید رہے کہ عمر قتل ہو گئے عمر ان لوگوں سے
یہ کہتے تھے کہ تم لوگ احادیث رسول کیوں بیان کرتے ہو،

(المختصر جلد اول ص ۱۵۹)

شعبی یہ کہتے ہیں کہ میں دو ڈیڑھ سال عبد اللہ بن عمر کے ساتھ
ہم وقت رہا برابر لیکن میں نے ان کو احادیث رسول کو
روایت کرتے کبھی نہیں سنا سوائے ایک حدیث کے،
سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں سعد بن مالک کے ہمراہ مدینہ سے مکہ
تک رہا ان کو ایک حدیث بھی بیان کرتے نہیں سنا

سلف صحابہ و تابعین میں تدوین و تالیف اور کتابت علوم کے متعلق
سخت اختلاف تھا صحابہ و تابعین کی اکثریت اس کو برا سمجھتی تھی
سوائے چند لوگوں کے جن میں حضرت علی اور امام حسن ہیں جو اس کو
صرف مباح ہی سمجھتے تھے بلکہ خود ان حضرات نے تالیف و تدوین بھی کیا،

صحابہ و تابعین کے زمانہ میں حدیث نبوی غیر مدون تھی کیوں کہ
انہوں نے اپنے حافظہ میں اس کو محفوظ کر لیا تھا اس کے علاوہ
صحابہ اولاً کتابت حدیث سے روک دینے لگے تھے جیسا کہ صحیح مسلم
میں ہے اس خوف سے کہ قرآن میں حدیث مخلوط نہ ہو جاوے
علاوہ اذین صحابہ کی اکثریت تو کتابت کے فن سے واقف ہی نہ تھی،

صحابہ علوم شریعت و احکام کی تدوین سے بے پروا و غافل تھے
یہی نہیں بلکہ بعض اصحاب کتابت علوم کو برا سمجھتے تھے اور جہاں
رسول ابو سعید الخدري کی اس روایت سے استدلال کرتے تھے
کہ انہوں نے رسول اللہ سے علوم کو تحریر کرنے کی اجازت نہ

في كتابة العلم فلم ياذن له وروى عن ابن عباس
انه نهي عن الكتاب فقال انما ضل من كان قبلكم
بالكتابة وجاء رجل الى عبد الله بن عباس
رضي الله تعالى عنهما فقال اني كتبت كتاباً
اريد ان اعرض عليك فلما عرض عليه اخذ
منه وحمى بالحاء، كشف الظنون جلد اول المقدّم
طبع مصر، وكتاب البتان في الاحاديث، باب كتابة العلم
شرح الفقيه ابو الليث نصر بن محمد السمرقندي اصفی المتوفى ۳۵۰ھ

مورخ یا فنی عروہ بن الزبیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے،
قال عروہ بن الزبیر كنا نقول لا نتخذ كتاباً مع
كتاب الله فمحوت كتبی

(تاریخ مرآة الجنان یا فنی بزرگ عروہ بن زبیر طبع مصر)
مشہور تابعی سعید بن جبیر سے ایک شخص نے تفسیر قرآن لکھنے کی فرمائش کی تو آپ غضبناک ہوئے اور انکار کر دیا، غضب و
قال لان يسقط مني احب الى من ذلك، (وفیات الاعیان ابن خلکان جلد اول ص ۱۸۱، طبع مصر)
امام التابعین ابن شہاب الزہری اس امر کے متعلق اپنے عقیدے کو ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں
لکنا نكره كتابة العلم

(حلیۃ الاولیاء و حافظ ابو نعیم جلد سوم ص ۲۵۳، طبع مصر، الطبعات البکیر لابن سعد بن جابر الرابع ص ۱۸۱، طبع قاہرہ)
ان حالات میں سواد اعظم میں کون کون رسول اللہ کے خطبوں کو مدون کیا بلکہ روایت کرتا، یہی سبب ہے جس کی وجہ
سے رسول کے خطب و وصایا و احتجاج و جوابات عامہ اسلام کو جس طرح محفوظ کرنا چاہئے تھا محفوظ نہ کر کے حالانکہ حضرت
سید مدینہ میں برابر رشد و ہدایت کے لیے خطبے ارشاد فرماتے رہتے تھے آپ کی خدمت میں علمائے یہود و نصاریٰ آئے ہیں
ان لوگوں نے مباہلے کیے ہیں اور حضرت نے جوابات عطا فرمائے ہیں، آپ مواعظ و وصایا بھی فرماتے رہتے تھے، مختلف
موضوعوں پر حضرت نے بہت طویلانی خطبے ارشاد کیے مثلاً، خطبہ حجة الوداع، خطبہ غدیر خم، مگر کتب عامہ میں دیکھئے کہ وہ
ان تمام چیزوں سے خالی ہے، حجة الوداع کے خطبہ کا ایک ٹکڑا نقل کیا جاتا ہے، حدیث ہے کہ اس خطبہ کو نہ معلوم کس مصنف نے
موضوعات میں شمار کیا جاتا ہے،

قال الصنعاني ان من الكتب الموضوعية خطبة
الوداع المنسوبة الى النبي، صنعاني کہتے ہیں کہ کتب موضوعہ میں حجة الوداع والا پیغمبر
کا خطبہ بھی ہے جو حضرت صلعم کی طرف منسوب ہے،

(کشف الظنون باب اخبار جلد اول ص ۱۵۹، طبع مصر)
غدير خم کے مکمل و تمام خطبہ کو عامہ نے نقل ہی نہیں کیا، ہاں پیغمبر کے یہ آثار جو بروایت صحیحہ، اہلبیت ہم تک پہنچے ہیں وہ
کتب شریفہ میں آج تک محفوظ ہیں، کتاب الاحتیاج الطبری، کتاب النبوة، سراج الانوار مجلسی، طائفة من کتب جادیں،
رسول اللہ کے آثار علمیہ، خطب و مواعظ کے محافظ ان کے اہلبیت تھے، ان کتابوں کو دیکھا جاوے جو روایات اہلبیت
کی حامل ہیں، ان سے معلوم ہو جاوے گا کہ پیغمبر کے کلام کی حفاظت کرنے والوں نے کیوں کہ حفاظت کی ہے، وہ اکثریت
کیا رسول اللہ کے کلام کو مدون و مرتب کرنے کی طرف متوجہ ہوئی جو رسول اللہ کے جواز سے یہ بھی نہیں شریک ہوئی،

خلافاً کے خطبے کیوں نہیں مدون کئے گئے، رہا یہ امر کہ خلفاء ثلاثہ کے خطب و مواعظ کو لوگوں نے کیوں نہ یاد رکھا اور ان کو کیوں
جب تک علی کے خطبے اقوال کی جمع و تدوین ہوئی، نہ محفوظ رکھا، جب کہ علی کے کلام کو یاد رکھنے اور محفوظ رکھنے میں لوگوں نے کبھی
لیا یہ بات تو اس وقت کہی جاسکتی تھی جب کہ خلفاء ثلاثہ بھی خطابت و بلاغت کے مرد میدان ہوتے، یہ ایسے ہی سبب تھے

انکار صحابہ
کا کتابت علوم
سے انکار

۱۰۰ روایت
اور دوسرے
لوگوں کا
کتب میں
انکار کرنا

ابن جریر کا
تفسیر قرآن
انکار کرنا

زہری کا انکار

ان حالات
میں احادیث
و خطب رسول
کی حفاظت
کون کرتا

خطبہ دیگر
انکار پیغمبر
کتب شریفہ
اب بھی محفوظ
ہیں

خلفاء اس
سبب انکار
کے مرتد تھے

کسی غیر عالم پر وی عرب صحابی رسول کے متعلق یہ تمنا ظاہر کی جاتی، اور اصل خلفاء ثلاثہ اس میدان کے مرد نہ تھے، وکل فن حلال علامہ جاحظ لکھتے ہیں کہ عثمان جب خلیفہ ہوئے اور سب سے پہلے منبر پر خطبہ کہنے کے لیے گئے تو،

صدع عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ المنبر منبر پر پہنچنے کے بعد عثمان کی زبان بند ہو گئی اور خطبہ نہ فارغ علیہ، فقال ان اباکم و عمر کا فایجاد ان لھذا المقام مقالاً وانتہی امام عادل احوج منکر الی امام خطیب، کتاب البیان والتبيين جلد اول ص ۱۸۶ مطبوعہ مطبعة الفوج الادبیہ قاہرہ ۱۳۳۲ھ

(کتاب الضاعتین لابی ہلال الحسن بن عبد اللہ بن سہل العسکری المتوفی ۳۹۵ھ باب اول فضل سوم صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر)

ابن عبد ربہ اندلسی نے نقل کیا ہے کہ یہ بھی کہا تھا، "لوگو پہلے پہل کی ہر سواری بڑی دشواری ہوتی ہے اگر زندہ رہا تو خطبہ تیار کر کے لاؤں گا اور خدا ہر دشواری کے بعد آسانی پیدا کرتا ہے" عقد الفریہ جلد دوم ص ۳۴۳ طبع مصر) ہر حال خلیفہ سوم کے اس مجاہد اقرار سے نہ صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود خطیب نہ تھے بلکہ ان کے پیش رو خلفاء ابو بکر و عمر بھی خطابت پر قدرت نہیں رکھتے تھے، جمعی تو وہ حضرات پہلے سے خطبہ تیار کر کے رشتے اور پھر منبر پر جاتے،

علامہ جاحظ مشہور و معروف ماہر لسانیات و اخبار عرب محمد بن سلام انجی البصری متوفی ۲۳۲ھ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:- قال محمد بن سلام النجعی کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تقریر کے وقت جب کسی کو دیکھ لیتے تو ان کی زبان

اللہ تعالیٰ عندہ اذا رأى الرجل یتلجج کلامہ (البیان والتبيين جلد اول ص ۲۳)

خود خلیفہ ثانی کا یہ قول تھا کہ "ما تصعد فی کلام کما تصعد فی خطب النکاح"۔ مجھے باتوں میں اتنی دشواری و پریشانی نہیں ہوتی جتنی خطبہ نکاح پڑھتے وقت ہوتی ہے (کتاب البیان والتبيين جلد اول ص ۲۳) ظاہر ہے کہ خطبہ نکاح مختصر اور گونا گونا گویا نہیں ہوتا، بہ نسبت دوسرے خطبوں جن کی شان علمی و ادبی ہوا کرتی ہے، ابن المقفع مشہور مبلغ و ادیب سے لوگوں نے اس کا سبب پوچھا کہ اس کی کیا وجہ تھی، انھوں نے جواب دیا ممکن ہے کہ یہ وجہ ہو کہ خطبہ نکاح میں سننے والے بالکل قریب ہوتے ہیں اور لوگوں سے نگاہیں چار ہوتی ہیں لیکن منبر پر جانے سے یہ بات نہیں بلکہ حاکمانہ شان و رعب و دبہ بہ پیدا ہوتا جو کچھ بھی کہہ جاؤ کوئی ہون و چرا کرنے والا نہیں، یہ بھی تاویل کی ہے کہ خطبہ نکاح میں مدح بھی کرتے ہیں چونکہ اس میں غیر مستحق کی مدح کا خیال رہتا ہے اس لیے دشواری ہوتی تھی لیکن جاحظ کہتے ہیں:-

ولعمري ان هذا التاويل ليعجز اذا كان الخطيب موقوفاً علی الخطابة فاما عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ واشباہہ من الائمة الراشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فلم یکنوا لیتکلکوا ذلك الا فیمن لیستحق المدح (کتاب البیان والتبيين جلد اول ص ۲۳)

کسی ماہر خطیب و مقرر کے لیے بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر خطبہ دینا یا تقریر کرنا ایک اس کے کمال کا مظاہرہ و حالت میں ہوگا، اسی مقام پر جاحظ نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے،

مدی ابو محمد عن الحارث الاعور قال واللہ لقد رايت علیاً وانه لیخطب قاعداً کفایاً وھادياً کما لمدیر بقولہ قاعداً خطبۃ النکاح (البیان والتبيين جلد اول ص ۲۳ طبع قاہرہ ۱۳۳۲ھ)

فرماتے تھے، جس طرح کہ اس و امینان کی حالت میں خطبہ فرماتے تھے، (جاحظ کہتے ہیں کہ بیٹھ کر خطبہ دینے سے مراد خطبہ نکاح ہے)

عثمان بن عفان کی زبان نہ تھی

شعبہ خطبہ تیار کر کے

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تقریر کے وقت

عمر کو خطبہ نکاح پڑھتے وقت ہوتی ہے

مدح کی

مدح کی حالت میں

خلیفہ عمر میں تقریر کرنے کی فطری صلاحیت تھی "عباس بن محمود العقاد" عبقریہ عمر میں لکھتے ہیں کہ عمر کی خطابت صفات ذہن سے متعلق تھی، بلکہ ایسا تھا جس طرح کہ خلیفہ باؤنی لوگ ہوتے ہیں بس اسی طرح ان کی بھی حالت تھی،

"نکان لہ فطرت علی بالکلام" بغیر سوچے سمجھے ہر وقت بات کرنے پر آمادہ، گویا ذہن باتوں سے بھرا ہوا ہے، ظاہر ہے کہ ایسا انسان اکمال خطیب بلکہ کیونکر ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ ان میں یہ عیب بھی تھا،

انہ کان ینطق ببعض الحروف کالصاد من کلا شقیہ وھو ینطق فی الاغلب من شدق واحد، بعض حروف کو وہ ذہن کے دونوں گوشوں سے ادا کرتے تھے جیسے حرف صاد کو حالانکہ یہ حرف زیادہ ایک ہی گوشہ ذہن سے ادا کیا جاتا ہے،

(عبقریہ عمر ص ۲۲ طبع مصر) ادا کیا جاتا ہے،

خلیفہ اول کو بھی ملکہ تقریر حاصل نہ تھا، اسی طرح خلیفہ اول ابو بکر بھی خطابت پر قدرت تامہ نہیں رکھتے تھے جیسا کہ حضرت عثمان کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے، دراصل ان حضرات کی نشو و نما اور زندگی کا ماحول ایسا نہ تھا جس سے ان میں ملکہ خطابت پیدا ہوتا، بغیر سوچے سمجھے جو منہ میں آتا کہہ دیتے تھے جس کی وجہ سے بعض موقعوں پر ذلت اور شرمندگی کا سامنا ہوتا تھا اور ایسے موقعوں پر یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے تھے، "ان السلاء موکل بالمنطق" بات کہہ کر فی سکت آفت ہے (کتاب مجمع الامثال للیدانی جلد اول ص ۲۲ طبع مصر) کتاب الامثال دراصل یہ نتیجہ تھا کہ ان ذاتی پیشہ کا جس میں انسان فضول کو اس کرتا ہے اور صحیح خطابت سے کام نہیں لیتا، مورخ ابن جریر الطبری ابو بکر کے پیشہ کے متعلق لکھتا ہے،

کان ابو بکر قبل ان یشغفل بامور المسلمین تاجراً فکان یغد وکل یوم الی السوق فینبع ویتباع، وکان لہ قطعۃ غنم تروح علیہ ورجلاً خرہ ہو بنفسہ فیہا ورجلاً فیکفہا فرغیت لہ وکان یجلب للحمی اغناھم، ابو بکر خلیفہ ہونے سے قبل تجارت کرتے تھے اور ہر روز صبح کو اپنے جانے قیام (جو مدینہ سے باہر فاصلہ پر تھا) سے مدینہ کے بازار پہنچنے کے لیے آتے تھے، چند بھیڑ بکریاں بھی تھیں، کبھی خود چراتے اور کبھی کوئی دوسرا چرا دیا کرتا، اور قبیلہ کی بھیڑ بکریوں کا دودھ بھی دوا کرتے تھے (تاریخ الطبری جلد دوم ص ۲۲۲ طبع مصر)

اسی طرح خلیفہ دوم اپنے متعلق بیان کرتے ہیں:-

كنت ارجی اہل الخطاب بلہذا الوادی فی مدرعۃ صوف وکان فظا یتبعنی اذا عملت ویضربنی اذا قصرت وقد اصبیت ولیس بیئنی وین اللہ احد، تاریخ الطبری جلد ۳ ص ۳۹ طبع مصر)

حالی میں ہوں کہ میرے اور خدا کے درمیان کوئی حاکم نہیں خلیفہ دوم وقت ہوں خطاب کے زمانہ میں یہ کام کرتے تھے اس کے بعد پیشہ ور دلال ہو گئے تھے، چنانچہ علامہ دمیری لکھتے ہیں:-

وکان عمر بن الخطاب دلالاً بین البایع والمشتوی (حیوۃ السیوان)

ظاہر ہے کہ ایک دلال اور ادنی درجہ کا پھیری کا بیوپاری اپنے روزمرہ کے معمولات کے اعتبار سے کچھ نہ کچھ بات چیت کرنے پر ضرور قدرت رکھتا ہے، لیکن فصیح و بلیغ عالمانہ خطبہ و تقریریں نہیں کر سکتا ہے اور نہ ان میں کوئی فنی و ادبی شان پیدا ہو سکتی ہے، بس کی بنا پر لوگ اس کو یاد رکھیں یا محفوظ و مدون کرنے کی فکر کریں، اسی نقص کو دیکھ کر خلفاء کے مننے والوں نے یہ کوشش کی کہ ان کی طرف کچھ خطبے اور حکیمانہ اقوال و مواظع کو منسوب کریں، چنانچہ می معاویہ نے چاہا جیسا کہ خود اس کا بیان ہے، علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:-

قال ابراھیم بن سعد الثقفی فحدثنی محمد بن عبد اللہ بن عثمان بن علی بن محمد بن ابی سعید عن اصحابہ ان علیاً لما کتب الی محمد بن ابی بکر ھذا الکتاب کان ینظر فیہ ویناد بآدبہ فلما ظہر علیہ

مولا بکری کا تجارت کرتے اور اپنے معاملات پر کچھ دیکھ لیتے

عمر کی نشو و نما بہت مقام میں ہو چکی

عمر دلالی کرتے تھے

خلفاء کے ماننے والوں نے اس کا اثر علی کے حکیمانہ کلام کو منسوب کرنا چاہا

عمر بن العاص وقتلہ، اخذ کتبہ اجمع فبعث بها
الی معاویہ فکان معاویہ ینظر فی هذا الکتاب
وتعجب منه فقال الولید بن عقبہ وعند معاویہ
وقدر رأی العجابه به مر بهذه الاحادیث ان تحرق
فقال معاویہ ما لا رائی لک فقال الولید المن
الرأی ان یعلم الناس ان احادیث ابی تراب عند
تعلو منها فقال ویحی ان امری ان احرق علما
مثل هذا والله ما سمعت بعلمه هو اجمع منه
ولا حکم فقال الولید ان کنت تعجب من علمه وقضا
فعلمه تعالیه فقال لولا ان ابا تراب قتل عثمان
ثم انا لا اخذ عنه ثم سکت هنیئة ثم نظری
حسبہ فقال انا لا نقول ان هذه من کتب علی
بن ابیطالب علیہ السلام وکن نقول هذه
من کتب ابی بکر الصدیق کانت عند یسند محمد
فمن ننظر فیها وناخذ منها

(شرح ابن ابی الحدید جلد دوم صفحہ ۱۵۹، طبع مصر)

اور اس سے علم و ادب حاصل کرتے رہتے تھے لیکن جب عمرو
عاص نے محمد پر غلبہ حاصل کر کے ان کو مصر میں قتل کر دیا تو اس
نے ان تمام رسائل و کتابوں کو محمد کے سامان میں سے ضبط کر کے
معاویہ کے پاس بھیج دیا، معاویہ اس کتاب کو عظمت کی نگاہ
سے دیکھنے لگا، ایک روز جب کہ معاویہ اس کو بہ نگاہ عظمت
دیکھ رہا تھا، ولید بن عقبہ بھی اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا وہ معاویہ
کے اس تاثر کو دیکھ کر کہنے لگا ان احادیث کو جلا دینے کا حکم
دیجئے، یہ سن کر معاویہ نے کہا، خاموش تمھاری یہ رائے بہتر نہیں ہے
ولید نے کہا تو کیا یہ رائے مناسب ہے کہ لوگ یہ جان لیں کہ
ابو تراب کی احادیث آپ کے پاس ہیں جس سے آپ علم حاصل
کرتے رہتے ہیں، معاویہ نے جواب دیا وائے ہو تجھ پر ایسے علوم کو
جلا دینے کا مشورہ دیتا ہے، بخدا میں نے آج تک اس سے زیادہ
مفید و حکم کو سنا ہی نہیں ولید نے جواب دیا کہ جب آپ علی
کے علم و حکمت کے قائل ہیں اور آپ ان کی اس بزرگی کو تسلیم کرتے ہیں
تو پھر ان سے برسر پیکار کیوں ہیں معاویہ نے جواب دیا اگر ابو تراب
عثمان کو نہ قتل کرتے اور ہمارے معاملہ میں دخل دیکر فتنہ مین
ملا کرتے تو ہم ہرگز نہ دیتے، یہ کہہ کر عمرو بن عبد اللہ نے کہا
کہوں گا کہ یہ علی کی تحریریں ہیں بلکہ یہ کہوں گا کہ ابو بکر صدیق کے نوشتہ بات ہیں جو ان کے بیٹے محمد کے پاس تھیں جن کو ہم پڑھتے اور مستفید
ہوتے ہیں

معاویہ نے اس سلسلہ میں بڑا پردہ بگڑا کیا، جس کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ ابوالحسن المدائنی نے کتاب الاحداث میں کیا ہے، معاویہ
نے تمام مالک و دوسرے گورنروں کو یہ حکم بھیجا تھا،

فاذا جاءکم کتابی هذا فادعوا الناس الی الروایة
فی فضائل الصحابة والخلفاء الاولین ولا تذکروا
خبراً یرویه احد من المسلمین فی ابی تراب الا وانی
میناقض له فی الصحابة مفتعلة فانی هذا
احب الی وافر لعینی وأدحض للحجة ابی تراب
وشیعتہ

محبوب ہے اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے اور علی و ان کے شیعوں کے حجت و دلائل کو توڑنے کا یہی ایک طریقہ ہے
پھر کیا تھا اس حکم کے پہنچتے ہی یہ نتیجہ ہوا کہ،

فدویت اخبار کثیرة فی مناقب الصحابة مفتعلة
لاحقیة لها وحید الناس فی رواية ما یجری
هذا المجرى حتی اشدوا بذكر ذلک علی
الناہر والقی ابی اعلیٰ الکتابتیب نعلموا
صباہم وغلامہم من ذلک الکتاب الواسع
حتی روده وتعلموا کما یتعلمون القرآن وحقی

لوگوں نے کثرت سے فضائل صحابہ میں ایسی ایسی خبریں کو روایت
کی جن کی کوئی حقیقت ہی نہ تھی، انھیں اخبار و احادیث کو
لوگوں نے گزر گاہوں پر چلتے پھرتے مشہور کیا یہاں تک کہ
مسجد کے منبروں پر یہ اخبار و جعلی احادیث بیان کیے گئے
خود ساختہ معلوموں نے ان کو کتابوں میں لکھ کر لوگوں اور
جوانوں کو پڑھایا اور از بکر کیا پھر تو اس تعلیم کی اتنی ترقی ہوئی

علموا بناتھم ونساءھم وخذھم حشمتھم
فلینظروا ذلک ما شاء اللہ

(ابن ابی الحدید جلد سوم صفحہ ۱۵۹، طبع مصر)

کہ یہ قرآن مجید کے تعلیم کے برابر ہو گئی اور مسلمانوں کی تمام طرفوں
عورتوں، اور گھر کی لڑکیوں کی غلاموں تک کو پڑھایا اور یاد کرایا
گیا اور ایک عرصہ تک یہی سلسلہ جاری رہا

ابو حیان توحیدی نے شیخین کے لیے کلام فصیح وضع کیا اسکی اموی پڑھ بیگنڈہ کا نتیجہ تھا کہ ابو حیان التوحیدی المتوفی ۱۲۱ھ نے شیخین
کی کمال بلاغت و فصاحت کو ظاہر کرنے کے لیے سلسلہ حدیث سقیفہ ابو بکر کی زبانی ایک مفصل پیغام اور زبان عمر ایک گفتگو وضع
کر کے شیخین کی طرف منسوب کرنا اپنا ایک مذہبی فریضہ سمجھا اور ظاہر کیا،

لا عرف فی الارض رسالة اعقل منها ولا ین
وانھا لتدل علی علم وحکم وفصاحة
فقاہة فی دین ودعاء وبعد غور وشدہ
غوص

لیکن ابو حیان کی اس موضوع و مخول (من گھڑنت) تقریر و گفتار کو خود اہلسنت نے بھی شیخین کا کلام نہیں تسلیم کیا، اور
متمکین اہلسنت عام اس سے کہ مقررہ ہوں یا اشاعرہ کسی نے بھی اس سے استدلال نہیں کیا، بلکہ ابن ابی الحدید جو شیخین
کی خلافت و امامت کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے، اس نے اس کلام کے وضعی و جعلی ہونے پر اپنی شرح
میں دلائل پیش کئے ہیں اور صاف کہا ہے،

ان هذه المراسلات والمحادثات والكلام كله
مصنوع موضوع وانه من كلام ابی حیان التوحید
لانہ بکلامہ ومذہبہ فی الخطابة والبلاغۃ
اشتبہ وقد حفظنا کلام عمر رسائلہ وکلام
ابی بکر وخطبہ فلم نجد ہما یذہبان هذا
المذہب ولا یسلکان هذا السبیل فی کلامہما
وهذا کلامہ علی اثر التولید لیس یخفی واین
ابو بکر وعمر من البدیع وصناعة المحدثین
ومن تأمل کلام ابی حیان عرف ان هذا
الکلام من ذلک المعدن خرج

یہ کلام بھی جو دونوں خلفاء کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اسی مودن سے نکلا ہے،
ابن ابی الحدید اس کے جعلی و وضعی ہونے پر اتنے لالی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

دکان ابن الباقلا فی شدید علی الشیعة
عظیم العصبیۃ علی امیر المومنین فلو ظفر
بکلمۃ من کلام ابی بکر وعمر فی هذا الحدیث
لملا الکتب والتصانیف بها وجعلها ہجیرا وذا
والامر فیما ذکرناہ من وضع هذا القصصۃ
ظاهر لمن عندہ ادنی ذوق من علم البیان
ومعرفة کلام الرجال ولمن عندہ ادنی
معرفة اعلیٰ السیر واولئک الناس بالتواریح

(ابن ابی الحدید جلد دوم صفحہ ۵۹۷، طبع مصر)

ابو بکر باقلا فی جوینہوں کے سخت مخالف تھے اور
حضرت علی سے ان کو بہت زیادہ تعصب تھا، اگر ابوبکر
و عمر کا یہ کلام ان کو مل جاتا تو وہ اپنی کتابوں کو اس سے
بھر دیتے اور اس کی آڑے کر (شیعوں کے خلاف) بڑا زور
لگاتے اور حقیقت تو یہی ہے جیسا کہ ذکر کر چکا ہوں کہ یہ
کلام فرضی و جعلی ہے اور یہ امر اس شخص پر صاف درخشاں ہے
جس کو کچھ بھی علم بیان کا ذوق ہے اور لوگوں کے کلام کو سمجھنے
پر توجہ کی صلاحیت رکھتا ہے یا سیر و تاریخ سے اس کو کچھ بجا
مس ہے

ابن ابی الحدید
کا فیصلہ کہ
حدیث سقیفہ
کا وضعی و جعلی
ہونا

علی کے مقابلہ
میں خلفاء کے
جمل فضائل و
مناقب کا
بیرونگینا

استاد احمد زکی صفوت، اس کے موضوع و مضمون ہونے کے متعلق اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں :-
 فشهد الله اننا قد اذناها حتى سادتنا
 منها ربيعة ولم نأت عليها حتى تجسمت
 في نظرنا تلك المربية واستيقنا انها قصدة
 موضوعة منخولة لما غلب عليها من الصنعة
 البلدية الدينية الاثر في اسلوبها مما لم
 يعرف في رسائل ابى بكر وعبد الله خطبها ولا
 في كلام احد من اهل هذا العصر فضلا عما
 فيها من اسهاب مديد لم يعهد منهم وان
 ما تراه فيها من الفقر القصيرة المسجوعة
 المجدبة ليحتمل على الاعتقاد بانها شبيهة
 بنسخ انبيدج الحمداني واخرابه من كتاب
 العصر الذي نشاء فيه البوحيان
 (ترجمہ علی بن ابی طالب ص ۷ طبع مصر)

خدا گواہ ہے کہ ہم نے اس کلام کو پڑھنا شروع ہی کیا تھا کہ مجھے
 شک ہونے لگا کہ یہ شیخین کا کلام نہیں ہے اور ابھی ختم
 بھی نہیں کر چکا تھا کہ اس شک نے یقین کی صورت اختیار
 کر لی کہ یہ بالکل موضوع، خود ساختہ اور گڑھا ہوا کلام ہے
 کیونکہ اس عبارت میں صنائع بدائع کا اتنا غلبہ ہے جو ابوبکر
 و عمر کے رسائل و خطب میں پایا ہی نہیں جاتا اور نہ ان کے
 اسلوب سے یہ ملتا ہے، بلکہ اس کا طرز اسلوب ابوبکر و عمر
 کے زمانے کے کسی شخص سے بھی نہیں ملتا جلتا مزید برآں
 اس میں اس قسم کی طوالت اور پھیلاؤ ہے جو اس عہد کا طور
 طریقہ نہیں ہے علاوہ ان میں چھوٹے چھوٹے جملوں و فقروں
 میں صنوت سبح و جناس کا استعمال اس طرح ہوا ہے
 جس طرح چوتھی صدی ہجری کے لکھنے والے بدیع الزماں
 سہدانی، اور ان کے امثال استعمال کرتے تھے جس عہد میں کہ
 خود ابوحیان توحیدی کی نشو و نما ہوئی۔

اسی طرح دکتور زکی مبارک نے اپنی کتاب "النثر النغنی فی القرآن الرابع" جلد اول میں زیر عنوان "اخبار التوحیدی" اس کے
 موضوع ہونے پر روشنی ڈالی ہے، اور یہ بتلایا ہے کہ یہ توحیدی کا خود ساختہ ہے، "النثر النغنی جلد اول ص ۲۸۵-۲۸۶"
 بلع قاسرہ) دکتور احمد فرید رفاغی نے بھی اس کے موضوع ہونے پر اشارہ کیا ہے (المقدمہ صفحہ ۵۴ مطبوعۃ المعارف مصر)
 الاتاؤ حسن الندوی نے بھی اپنی کتاب "اعیان البیان" اور "حیاء ابوحیان التوحیدی و آثارہ و مرویاتہ" صفحہ ۱۴۰
 ۱۴۱ م اس کو موضوع اور جعلی ثابت کیا ہے (حیاء ابوحیان التوحیدی مطبوعہ بعض المقابسات التوحیدی تحقیق و شرح الازہر
 حسن الندوی ص ۱۱۱ مطبوعہ رحمانیہ مصر)

بہر حال چند خطبات و رسائل، مواعظ و اقوال جو خلفائے کثر کی طرف منسوب کیے گئے ہیں وہ عقد الفرید ابن عبد ربہ البیان
 والتبيين جاحظ، اور دوسرے کتب المسند میں موجود ہیں اور بات ہے کہ اگر تحقیق کی نظر ڈالی جائے تو اس میں سے اکثر ان
 حضرات کا نہ ثابت ہو سکے گا اور ممکن ہے کہ ایسا اکثر حصہ علی ابن ابی طالب ہی کا ہو جس طرح سے حضرت کا بعض کلام معاویہ بنی
 قطری بن النخاع خارجی، عبد اللہ بن المتقفع یاسی، سبحان وائل متوفی ۵۵ھ بعد معاویہ و مجہول الاسم اعراقی سے منسوب
 کر کے نقل کیا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود علی کے آثار علمی و ادبی باوجود دیکھ صدیوں و قرون مسلسل ظلم و جور و قہر و غلبہ کے
 ساتھ ان کو نشانے کی انتھک کوششیں کی گئیں پھر بھی آج تمام عالم پر چھا چکا ہے،

شیخ البلاغہ معجزات کلام اور ادب عربی کا بہترین سرمایہ ہے شیخ البلاغہ..... اخت القرآن..... کی حیثیت سے ادب عربی
 قرآن کے بعد دوسری کتاب ہے جس کا جواب لانے سے ادب و عرب عاجز و قاصر ہیں بلکہ وہ اس کو "معجزات اللسان العربی" و
 "دائع العقل البشري" سمجھتے ہیں (تاریخ الادب العربی احمد حسن الزیات ص ۷ طبع مصر) اسی وجہ سے اس کو ادب عربی کا مایہ ناز
 گراں ہزانہ قرار دیتے ہیں، استاد احمد زکی صفوت لکھتے ہیں :-

وحسبك انه لم يدون لاحد من فصحاء الصحابة
 ما دون له وحسبك ان كلامه انفس علماء الادب
 دخیل مراد الخطباء، علی مثلہ مجذوکل قائل
 خطیب و بہ نسبت عین کل واعظ بلع و ملائح
 فصحا و صحابہ میں سے کسی ایک کا بھی اتنا ذخیرہ و گرانقدر مجموعہ کلام
 نہیں ہو سکتا جتنا کہ امیر المؤمنین حضرت علی کا ہے،
 ادب کے لیے حضرت کا کلام بہترین ذخیرہ، اور خطباء کے لیے
 بہت اچھا زاد اور سرمایہ ہے اور آپ کے مثال پر ہر لوگ

ملائح القول انه خلف للادب العربی اثمن
 لکڑ و انفس ثراث

(ترجمہ علی ابن ابی طالب ص ۷ طبع مصر)
 نفیس ترین میراث کا مالک بنایا ہے،

علی نے اولین معلم اسلام کی حیثیت سے اس سے تو انکار کیا ہی نہیں جاسکتا کہ پیغمبر اسلام نے علی کو تعلیم و تربیت دیکر اپنے بعد
 انعامت علوم کے لیے سعی فرمائی کے لیے منصب رشد و ہدایت میں اپنا قائم مقام بنایا تھا، علی نے اپنی اس ذمہ داری
 کا احساس پوری طرح سے کیا حکومت ظاہری جس کا کہ وہ اپنے کو اعلیٰ سمجھتے تھے نہ ملی اس پر خاموش رہے لیکن نیابت نبوت
 کا جو فیض آپ پر عائد ہوتا تھا اس کو آپ برابر انجام دیتے رہے اور عربوں میں اس روح کو پیدا کرنے کی کوشش کی جو دنیا
 کو حیات جاودانی بخشنے والی تھی، اس عہد میں جب کہ آپ حکومت کی ذمہ داریوں سے بالکل الگ رہے اس میں کافی
 موقع تھا کہ آپ اپنی تحریک علمی کو آسانی سے آگے بڑھاتے لیکن مجازی ماحول اس کے لیے کچھ سازگار نہ تھا، ہو سکتا تھا کہ
 کسی دوسرے شخص کو اس کے لیے انتخاب فرماتے لیکن اس طولانی عہد میں علی کہیں باہر نہ جاسکے تاریخ اس کا سبب بتانے میں
 خاموش ہے کہ علی کیوں مجبور و معذور رہے، یہ تو ظاہر ہے کہ علی اشرفیت، طبقات، اختلاف قوم و قبیلہ و ملک و
 نسل کے امتیازات کے بالکل مخالف تھے، علی کا مینے سے باہر جانا اشرفیت کے خاتمہ کا پتہ لگاتا ہے، اسی لیے علی نے ہر جگہ کا موقع نہ دیا کہ وہ
 یہ تمنا بھی کر لیتے جو حوزہ علمیہ کی تائیس فرمائیں جہاں مختلف ملک و نسل و قوم و قبیلہ کے جوش مند ایک ساتھ اکٹبا علم و فضل کر سکیں
 یہ لوگ آپ کے فکر و ادب کے امین ہو کر اس کو تمام دنیا تک پہنچا دیں، اس کے لیے آپ عقل و ہوش رکھنے والے بلند حوصلہ
 ساتھیوں کو چاہتے تھے، عام اس سے کہ وہ کسی زمین کے رہنے والے کیوں نہ ہوں، اسی لیے جیسا کہ بتلچکا ہوں، علی نے
 اپنے حکومت میں حجاز کو چھوڑ کر عراق کو نہ صرف دار الحکومت بلکہ اس کو دارالعلم بھی بنایا اگرچہ وہاں بھی آپ کو اطمینان نہ
 حاصل ہو سکا اور آپ کو داخلی سورشوں و بغاوتوں کے ذریعہ جنگ میں اچھا دیا گیا، مگر "فی تقلب الاحوال علم
 جواهر الرجال" (امیر المؤمنین) یہ علی ہی کا کام تھا کہ آپ نے اپنے پر زور خطابت کے ذریعہ جس کا موقع نہ صرف کچھ کو
 بلکہ میدان جنگ میں بھی پڑتا تھا عوام میں صحیح تعلیمات قرآنی، و روح اسلامی کو پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کی۔
 علی نے خطبہ بیخ البلاغہ کے ذریعہ موجودہ عربی و دنیا کا مابہر فلسفہ تاریخ اور نفسیات قوم پر بحث کرنے والے عالم الاتاؤ العلاء
 شیخ تعلیمات اسلام کو پیش فرمایا، شیخ عبد اللہ العلامی نے اس حقیقت کو اپنے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے،

ولدت هذه المشاهدة في نفس علي مريد
 ظهر حليا في خطب النهم، هذه الظاهرة
 لا تدع شكاً في صحة نسبة النهم، الذي
 يعبر احسن تعبیر مما يجب ان يصدر من
 فواد علی وسط هذه الزوالة العاصفة
 خرت علی نفسه هذه الغرطات المؤلمة، و
 لذتہ کثیرا فانصرف الی تحقیف الجمهور
 بروج الاسلام من جدید و تقدیم المثل الاعلی
 للمسلم الصمیم فی شخصہ، و ما فتی لیضرب علی
 هذه النعمة حتى خوص بجا و هو نيا دى الناس
 الی الصلوة الی الفلاس فی غلس الليل
 (ایضاً امین نقد و تحلیل صفحہ ۲۷ طبع بیروت)
 (مجموعہ کتب) اسے خون میں غلغلان ہوئے اس حالت میں کہ آپ تاریک رات میں لوگوں کو عبادت و نجات کے لیے بلا رہے تھے،

شیخ عبد اللہ
 العلامی کے
 نزدیک
 شیخ البلاغہ
 کے خطبہ خود
 اس کا اثر
 ہیں کہ وہ علی
 کا کلام ہے

خطیب چلنے کی کوشش کرتا ہے اور ہر واعظ بلع آپ کے
 کلام سے مدد چاہتا ہے، مختصر یہ کہ حضرت نے ادب عربی
 کے لیے بہت قیمتی و بیش بہا خزانہ چھوڑا ہے اور عربوں کو

بزرگ علی اپنے پاک مقصد میں کامیاب ہوئے اور جہاں آپ نے شہر بن چکی، مجھ میں عدی، عمرو، احمق وغیرہ وغیرہ کے
سے بلند مثال شخصیتوں کو پیش کیا، وہاں آپ نے ابن عباس، ابوالاسود، اکیمل، حارث، اہم، زید، حکیم، عبید اللہ وغیرہ وغیرہ
کے سے قوی الحافظہ، صحیح الفکر، ذہین اور گہری فکر و نظر رکھنے والے علم و ادب کے شہسوار بھی پیدا کر دیئے، صرف عرب ہی نہیں
بلکہ غیر عرب موالی، عجمی، نبطی، بھی آپ کے فیض علم سے ایسا مستفید ہوئے کہ بالآخر یہی غیر عرب گوئے سبقت لے کر دیوان عرب
آگے بڑھ گئے، اب آپ نے عربوں میں بوجہ نظر پیدا کر کے ان کو آثار و ادارہ بنا دیا تھا کہ علم و ادب کو قرشی و عربی عبسیت سے
بچلا نہیں جاسکتا تھا، اب ہر عربی بولنے والا اس فکر میں ہوتا تھا کہ اپنے میراث ادب کی حفاظت کرے، جن کو علی سے سیاسی اختلاف
تھا وہ بھی علی کے ادب کی حفاظت ضروری سمجھتے تھے، کیونکہ عربی بولنے والوں کی یہ گراں بایہ دولت تھی، جس کو وہ برباد نہیں
کر سکتے تھے، علی کے بعد جتنے فصیح و بلیغ ادیب پیدا ہوئے چاہے وہ نسل عرب ہوں یا غیر عرب وہ سب کے سب اس سے
فائدہ حاصل کرتے رہے کیونکہ بغیر اس کے ان میں وہ کمال نہیں پیدا ہو سکتا تھا جس کو وہ چاہتے تھے وہ علی کے خطبوں کو زانی
یاد رکھتے تھے اور ایک دوسرے سے روایت کرتے تھے، علی سے اختلاف رکھنے والے، زیادہ اوصی، قطری بن العجا، خارجی،
حجاج اصبی، کون ایسا بلند مرتبہ خطیب ہے جو حضرت کے خطبوں سے متاثر نہیں ہوا، اسی طرح عبد الحمید بن عیسیٰ، ابی
الاموی، عبد اللہ بن المقفع، الکاتب العباسی، ابن نباتہ، الخطیب الشہور وغیرہ سبھی تو ہیں، جو مستفید و مستفیض تھے
یہ لوگ علی کے خطبہ در سائل کو یاد کر کے اپنے خطابت و کتابت کے قدرتی چشموں میں جوش و روانی پیدا کرتے تھے، اگرچہ
اس سلسلہ میں یہ بھی ہوا کہ غلط فہمی سے علی کے بعض خطبوں و مقالوں کو دوسروں کا سمجھ لیا گیا یا اموی ذہنیت ایسا سمجھنا
کی کوشش کرتی رہی، لیکن حقیقت پر پردے نہ پڑ سکے، اور یہ معلوم ہو کے رہا کہ یہ جو سرس محدن کا ہے،
یہ ہیں وہ تاریخی و نفیاتی اباب جن کی بنا پر حضرت کے خطبے لوگوں میں مشہور رہے اور ان کو مدون و محفوظ رکھنے کی
کوشش کی گئی،

علی کا کلام
سرائے علم و
ادب ہے

جواب بہ سوم

یہ کہا جاتا ہے کہ نخی البلاغہ میں بعض خطب و عبارات ایسے ہیں خصوصاً خطبہ شقیقہ جس میں اصحاب کو بُرے الفاظ و تشبیہ
ایک لیا گیا ہے، اس لیے یہ کلام حضرت کا نہیں ہو سکتا، خود ہی صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

"The abusive language, cursings and revilings of
the Companions, especially in the famous Shiqshiqiya
(Shaqshaqiyya) are not attributable to a pious and
God fearing Imam like Ali"

مترجمین و تالکین جس وقت یہ اعتراض یا شک ظاہر کرتے ہیں غالباً وہ اس وقت نہ صرف تاریخی حقائق بلکہ فلسفہ
اخلاق سے اپنی لاعلمی کا ثبوت پیش کرتے ہیں، حالانکہ باطل کو مٹانے اور حق کو ظاہر کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ نقد کی
اجازت دی جائے تاکہ عیوب و ثبوت ہو جائیں، کیا ان عیوب کو سمجھ لے اور جان لے ہی وجہ کلی جس کی بنا پر صاحب خلیفہ عظیم حضرت پیغمبر نے اپنے
دراوی شاعر حسان بن ثابت انصاری کو خصوصیت سے اس کام کے لیے متعین فرمایا، کہ وہ اپنی نظمیں میں باطل پر قائم رہے
والے ظالم و جاہل شخصیتوں کی جو کریں اور ان کی برائیوں کو صاف اور کھل کر دنیا کے سامنے پیش کریں، امام راغب اصفہانی اپنی
کتاب الحاضرات میں لکھتے ہیں :-

نظام قوم
کیا نہ کرے
کے لیے
وہاں امر
نہ جان
شاعر کو نقد
دیا

قال النبی علیہ السلام لحسان بن ثابت اھجھم
ودوح القدس (جبریل) کی تائید تمہارے ساتھ ہے
نظم و کتب خانہ (اصریہ)

صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے حسان کو معائب قوم کو معلوم کرنے کا حکم دیا تھا، "سل ابابکر معائب القوم" ابوبکر سے قریش

کی فضیلت و عیب کو معلوم کر لو کیونکہ وہ زیادہ واقف ہیں (تخرج دیوان حسان بن ثابت الانصاری لمحہ الثانی ص ۱۳۲ طبع مصر)
حسان کا دیوان موجود ہے اس میں حکم رسول سے قریش کی کیسی فضیلت کی ہے، ان اشعار کو وہ رسول اللہ کے سامنے پڑھتے
تھے اور آپ ان کو سن کر خوش ہوتے اور ان کو دعائیں دیتے، میں چند اشعار کی طرف اشارہ کرنا ہوں، آپ ان کو دیوان میں
مکمل مع ان دوسرے اشعار کے جن کو نقل نہیں کیا گیا ہے، پڑھیے، ابوسفیان و ہند، معاویہ کے والدین کے لیے کہتے ہیں
اشرت لکاع و عادتھا
لعن الالہ و زوجھا معها
ہند الہنود طویلة البظر
لما منع العیر الضراط ذمارہ
ولکن ہجین منوط بہم
کما لو طت حلقة المحمل
ہلا ام تمحین حان ہجینکم
تکملت ابنتی ان لم یقطعک احد
حسام یرد العیث مثلاًک واجما
و غصت بنو النجار بالشکر الرطب
ولست بخیر من من معاذلة الکلب
ولست بخیر من لوی ولا کعب
محااجة ملہ غیر صاف ولا عذب
وفی الترب فلقي غیر ذمی محمد
من عبد ستمس ضلثہ الخلد
یا ہند انک صلیبة الحرد
تدکی لھا بألوة الہند
بان السواد لحالک جعد
دق المثناس بناجذ جلد

حسان کے
اشعار ہجو

ابوسفیان
کی ہجو

ابوسفیان
کی
فضیلت

ہند
اور معاویہ
کی
فضیلت

لعن الصبی بجانب البطحاء
نجلت بہ بیضاء
تسقی الی الصباء معولہ
فاذا تشاء دعت بمقطرہ
غلبت علی شہد العلام وقد
اشرت لکاع وکان عاد تھا
لمن سواقط صبیان منبذہ
باتت تمخص ما کانت قوا بلھا
فہم صبی لہ امر لھا نسب
تقول وھنا وقد جد المخاض نبھا
وقد غادر وہ لحر منعرا
عروبن العاص کی ہجو (جو معاویہ کا وزیر باندہیر تھا)

لا تجعل الاحساب دون محمد
لا تقبلون علی صغیر المرعد
کفراً وکؤ ما بیس بیت المحدث
لما منع العیر الضراط ذمارہ
ولکن ہجین منوط بہم
کما لو طت حلقة المحمل
ہلا ام تمحین حان ہجینکم
تکملت ابنتی ان لم یقطعک احد
حسام یرد العیث مثلاًک واجما
و غصت بنو النجار بالشکر الرطب
ولست بخیر من من معاذلة الکلب
ولست بخیر من لوی ولا کعب
محااجة ملہ غیر صاف ولا عذب
وفی الترب فلقي غیر ذمی محمد
من عبد ستمس ضلثہ الخلد
یا ہند انک صلیبة الحرد
تدکی لھا بألوة الہند
بان السواد لحالک جعد
دق المثناس بناجذ جلد

عروبن العاص
کی
فضیلت

لما منع العیر الضراط ذمارہ
ولکن ہجین منوط بہم
کما لو طت حلقة المحمل
ہلا ام تمحین حان ہجینکم
تکملت ابنتی ان لم یقطعک احد
حسام یرد العیث مثلاًک واجما
و غصت بنو النجار بالشکر الرطب
ولست بخیر من من معاذلة الکلب
ولست بخیر من لوی ولا کعب
محااجة ملہ غیر صاف ولا عذب
وفی الترب فلقي غیر ذمی محمد
من عبد ستمس ضلثہ الخلد
یا ہند انک صلیبة الحرد
تدکی لھا بألوة الہند
بان السواد لحالک جعد
دق المثناس بناجذ جلد

اما بن نابتة العبد الهجين فقد
 ما بال امل ذاعت عند ذى شرف
 ظلت تلاثا وملحان معا نقها
 انجى عليه لسانا صار ما فصر
 الى جنمية لما عفت الاشرا
 عند المحجون فماصلا وما فترا

بہر حال رسول کے قابل احترام صحابی کا پورا دیوانہ مقابلہ کے تفصیلات سے رہے، رسول اللہ ان مثال و معارف کو بہت کثرت سے پیشانی سے سنتے تھے، اور شاعر کو دعائیں دیتے تھے، اگر معارف کا بیان کرنا بڑا ہوتا تو کیا صاحب خلی غفرلہ منکر الما خلق اس کو بہ نظر امتحان ملاحظہ فرماتے، اچھا قرآن حکیم کو ملاحظہ فرمائیے اس میں بھی حضرت احدیت نے برون کو نہ صرف نہایت سخت و درشت الفاظ سے یاد کیا ہے بلکہ آپ کے الفاظ میں سبب شتم سے بھی کام لیا ہے، ملاحظہ ہو

تثبت يداي ليهب و تثبت (الهمزة)
 ويل كل همزة مكررة
 لتسغوا بالناصية، ناصية كاذبة خاطئة
 لا يصلها الا الله تعالى الذي لا يلدن وتوحي
 اذا نعت اشقما (الشمس)
 ان شانك هو الا بتر (الكواثر)
 ولا تطع كل حلاف مهين، هفوان
 مستاء بنميم، متاع للخير معتد
 محتل بعد ذلك زعيم، ان كان ذاملا ومنين
 چونکہ مال اور بہت سے بیٹے رکھتے ہیں اس لیے اگر تباہ ہے (۱۲۹-۱۳۰)

کیا چاہا اللہ قرآن مجید کے ان آیات پر بھی شک کی گئی کہ یہ کلام الہی ہے یا نہیں؟ کیونکہ اشد معارف واقعہ قباہ کا بیان ہوا ہے جس کا اقرار مفسرین کرتے ہیں (تفسیر ترمذی رازی جلد ۱ ص ۲۴۵، ۲۴۶ و تفسیر ابی العود و بر حاشیہ تفسیر قرانی جلد ۲ ص ۲۷۲) عالم التذلل البوی میں ابن قتیبة کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:-

قال ابن قتيبة لا تعلم ان الله وصف احدا
 ولا ذكر من عيوبه ما ذكر من عيوب الوليد
 بن المغيرة فالحق به عار لا يفارقه في الدنيا
 والاخرة

خداوند عالم نے کسی کے بھی عیب کو اس طرح نہیں بیان کیا
 جیسا کہ ولید بن مغیرہ کی پرانی کو اس نے بیان کیا ہے جس
 سے اس کو ایسی رسوائی حاصل ہوئی کہ دنیا و آخرت میں
 کہیں بھی نہیں مٹ سکتی

نیج البلاغہ میں جن مقامات پر سبب و شتم بتلایا جاتا ہے وہ قرآن کے مندرجہ بالا بیان مثالب سے زیادہ سخت نہیں ہیں قرآن نے ولید بن مغیرہ میں جو اکابر صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں انہیں معارف و مثالب کا ہونا بیان کیا ہے جن کو علی بن ابیطالب ذرا کچھ وضاحت سے عمر بن عاص و معاویہ وغیرہم میں بتلایا ہے، احمد زکی صفوت جو نیج البلاغہ کے بعض مقامات کو شک کی نظروں سے دیکھتے ہیں، وہ بھی ایسے کلام کو امیر المؤمنین ہی کا کلام سمجھتے ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں:-

نقول اما هذا الكلام واشباهه فاننا نلتحق به
 فيه العذر وان هو الا نعتة مصدر من دهاء
 عمد وما نصب له من حائل الكيد وما ناله
 من معاوية مما شغل من القلوب على الله
 ليس بغريب ولا مستنكر على علي وقدهن ذل
 عمت ومعاوية واشياهما سيفه وخاض

میں کہتا ہوں کہ علی اس قسم کے سخت و درشت کلام فرماتے ہیں
 معذرت میں، کیونکہ یہ تو شائے ہوئے مصیبت زدہ دل کی
 ایسی بھڑاس تھی جو عمر و عاص کی غداہی و مکاری، فریب و
 دھوکا اور معاویہ کے وہ مظالم جن کا تحمل قلب نہ کر سکے
 بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے ان سب کو برداشت کرنے
 کے بعد علی کے دل سے نکلی تھی اس بنا پر اس قسم کے کلام کا

قرآن میں
 معارف و
 مثالب کا
 بیان

قرآن میں
 سب

امیر کی
 صفات کے
 نزدیک
 نصیب ہونے
 کے لیے
 سبب

معهم معصان القتال ان يصيب عليهم من لسانه
 وابل من اللغات، تلك سجية بشية لا
 تقوى على مغالبتها الصلاح همة كان كاملا
 وهل يبقى للعدو حرمة بعد ان ازهاق
 الهمداح و اراق الدماء؟

علی سے سرزد ہونا بعید نہیں ہے، معاویہ و عمر و عاص اور
 ان کے ساتھیوں پر جب علی کی تلوار نیام سے نکل آئی اور
 میدان قتال میں ان سے تقابل ہو گیا تو پھر اب کیا رو کیا
 اگر آپ نے زبان سے بھی ان لوگوں پر لعن و لعن فرمایا،
 جانوں کے تلف ہونے اور خون کے بہنے کے بعد پھر دشمن کا احترام
 کب رہ جاتا ہے؟

امیر المؤمنین نے معاویہ اور عمر و عاص کے خلاف جو سخت و درشت الفاظ استعمال فرمائے اس کو علامہ احمد زکی صفوت
 اس لیے حق بجانب سمجھ رہے ہیں کہ ان لوگوں نے حضرت کو تباہ اور آپ ان لوگوں کے مقابلہ میں مظلوم تھے بیشک قرآن نے بھی
 مظلوم کو ظالم کی برائیاں علانیہ بیان کرنے سے نہیں روکا جیسا کہ یہ آیت دلالت کرتی
 لا يجب الله الجحش بالسوء من القول الا
 من ظلم وكان الله سميعا عليما

خدا کسی کے علانیہ برا کہنے کو پسند نہیں کرتا مگر مظلوم (ظالم
 کی برائیاں بیان کر سکتا ہے) اور خدا سب کی شناسا اور سہ

اس آیت کا مفہوم صاف ہے کہ خدا اس بات کو پسند کرتا ہے کہ مظلوم ظالم کی برائیوں کا اعلان کرے اس آیت کی روشنی میں
 خطبہ شقیقہ کو دیکھئے، وہ کیا ہے؟ ایک مظلوم کے دل کی بھڑاس! جیسا کہ خود حضرت ہی نے ابن عباس سے فرمایا تھا
 یہ ایک ٹوٹے ہوئے دل کی آواز تھی (جو دفعتاً نفاذ دہریں) گوئی اور جیسا کہ
 رہا یہ امر کہ خلفاء ثلاثہ نے آپ کو تباہ نہیں، اس کا فیصلہ معاویہ کا وہ خط کرتا ہے جو انھوں نے محمد بن ابی بکر کے خط کے جواب
 میں لکھا تھا، واقعہ یہ ہے کہ محمد بن ابی بکر نے معاویہ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا تھا کہ تو نے علی پر ظلم کیا ہے اور علی نے
 حق خلافت کو غصب کرنے والا ہے، اس کا جواب معاویہ نے محمد بن ابی بکر کو دیا تھا اس خط و کتابت کو مورخین نے نقل کیا ہے
 میں مورخ سعودی کے حوالہ سے نقل کرتا ہوں، معاویہ نے محمد بن ابی بکر کو جواب میں لکھا،

من معاوية بن صفى الى الزاري على اسية محمد
 بن ابى بكر اما بعد فقد اتاني كتابك تذكريه
 تالله اهل في عظمتهم وقدرته وسلطانه
 وما اصطفى به رسول الله صلى الله عليه وسلم
 وعلى اله مع كلام كثير لك فيه تضعيف و
 لا يملك فيه تعنيف ذكرت فيه فضل بن ابى
 طالب وقد ليم سوابقه وقربته الى رسول
 الله صلى الله عليه وسلم ومواساته آياه
 في كل هول وخوف فكان احتجا حجة على و
 عيبك في بفضل غيرك لا بفضلك فاحمد
 راصرف هذا الفضل عندك وجعله له عيرك
 فقد كتنا والوك فبينا نعرف فضل بن ابى طالب
 وحقه لازما لنا مبرورا علينا فلما اختارنا فله
 لبنية عليه الصلوة والسلام ما عندنا والذ
 له ما عندنا واطهر دعوتيه فابلهم حجتهم وقبضه
 الله اليه صلوات الله عليه كان ابوك وفارقه

معاویہ بن صفی کی جانب سے اپنے باپ کو سوا کرنے والے
 محمد بن ابی بکر کی طرف، اما بعد، مجھے تمہارا خط ملا جس
 میں تم نے خدا کی عظمت و قدرت و سلطنت کا ذکر کیا ہے
 جس کا وہ اہل ہے اور محمد مصطفیٰ کی وہ صفات بیان کی ہیں
 جن کی وجہ سے خدا نے ان کو برگزیدہ قرار دیا ہے اس کے
 ساتھ ہی اس خط میں وہ کلام بھی ہے اور جس سے تمہاری
 تضعیف اور جس سے تمہارے باپ کی رسوائی ہے، اس
 خط میں تم نے علی بن ابی طالب کے فضائل و سوابقات
 و قربت رسول کا ذکر کیا ہے و نیز بیان کیا ہے کہ علی بن
 ابی طالب نے رسول خدا کے ساتھ ہر خطرہ و جنگ میں موا
 کی، پس تم میرے خلاف احتجاج کرتے ہو اور میرے عیب
 بیان کرتے ہو لیکن اپنے فضائل کی وجہ سے نہیں بلکہ ان
 فضائل کے مقابلہ میں جو تمہارے سوا ہے دوسرے میں نہیں
 علی ابن ابی طالب میں ہیں پس میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں
 کہ یہ فضائل اس نے تم کو نہیں دیئے اور تمہارے دوسرے
 یعنی علی کو دیئے ہیں تمہارے باپ اور ہم سب علی بن ابی طالب

قرآن نے
 ظالم کی
 برائیاں
 کرنے کی
 اجازت دیا
 ہے

خطبہ شقیقہ
 مظلوم کے
 دل کی بھڑاس
 ہے

معاویہ کا
 ہتھارہ
 شیخیہ
 علی پر
 ظلم کیا

اول من اتبزه حقه وخالفه علی امره وعلی
 ذلک اتفقوا و اتسقا ثم انهما دعوا الی
 بیعتهم فانبطا عنهما وتکلف علیهما فہما
 بہ الهموم واراد بہ العظیم ثمانہ بایع لہما
 وسلم لہما ولا یشکرانہ فی امرہما ویطلقانہ
 علی سرہما حتی قبضہما اللہ ثم قاما لثمنہما
 عثمان فہدی بہما و سار بہما فعبہ
 انت وصاحبک حتی طمع فیہ الا قاصی من
 اهل المعاصی فطلبتم الہ الغوائل و اظہر تما
 عد او تکما حتی بلغتما فیہ مناکما فخذ
 حذرک یا ابن ابی بکر و قس شبرک بغیرک
 یقصر عن ان توازی و تساوی من یزن الجبال
 بجللہ لا یلین عن قصیر قناتہ ولا یدبرک
 ذو مقال انا تہ محمد حمارہ و بنی ملکہ
 و شادہ فان یک ما نحن فیہ صوابا فابوک
 استبد بہ و نحن شرکا وک و لولما فعل ابوک
 من قبل ما خالفنا ابن ابی طالب و سلمنا الیہ و
 لکننا سنا اباک فعل ذلک بہ من قبلنا
 فاحذنا مثله فعب اباک بما بد اللہ اودع
 ذلک و السلام علی من اتاب (روح الدہر ج ۳ ص ۳۳۳)
 جلد دوم ص ۳۳ طبع اول مطبع ازہریہ مصر ۱۳۳۳ھ

نے اس کے لیے اپنے دل میں کینہ کورہ دی اور اس سے اپنی عداوت کو ظاہر کیا یہاں تک کہ اس امر میں تم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا، پس اے ابوبکر کے بیٹے دل میں ڈر اور قیاس کر اپنے بالشت کو اپنے انگوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان فاصلہ پر (یعنی اپنی حسد آگے نہ بڑھو اور اپنے بزرگوں کے منہ نہ آؤ) تمہارا بالشت قاصر ہے اس بات سے کہ وہ برابری کر کے اس شخص کی جو اپنے حلم میں پہاڑوں کے وزن کو تول دیتا ہے، نہیں نرم نہا سکے گا اس کے نیزہ کو جبر و قہر سے اور نہیں پاسکتا ہے کوئی بہت بولنے والا اس کے وقار و حکم کو، پس اگر ہماری بحث درست ہے تو تمہارے باپ نے علی کے اور بہت ظلم کیا اور ہم تمہارے باپ کے اس میں شریک ہیں اگر اس سے پہلے تمہارا باپ وہ نہ کرتا جو اس نے کیا تو ہم بھی علی بن ابی طالب کی مخالفت نہ کرتے اور خلافت ان کے سپرد کر دیتے ہیں جو تمہارے باپ کو ان کے ساتھ ایسا نادر و اسلوب کرتے ہوئے دیکھا لہذا ہم نے بھی ویسا ہی کیا، پس اب جو کچھ ہوا اس پر اپنے باپ ہی کو ملامت کرو اور الزام دو

اچھ ہو کر بھیجاؤ، سلام ہو اس پر جو حق کی طرف بلاتا،
 علی اور ابی بیت رسول پر جو ظلم بعد رسول کیا گیا ہے اس کو تاریخ الطبری جلد سوم، تاریخ ابو الفداء جلد اول، عقد الفرید ابن عبد ربہ جلد دوم، تاریخ روضۃ المناظر ابن سفینہ بر حاشیہ جلد یازدہم، تاریخ الکامل، کتاب الامتہ والیاتہ ابن قتیبہ جلد اول، کتاب الملل و النحل شریعتی جلد اول، اذالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در مقصد دوم، مائثر ابوبکر، السیاح عبد البر جلد اول اور اس کے علاوہ دوسری کتب السنن میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، ان مظالم کے تفصیلات سے دل کا پتہ ہے، علی سے جو بہت لینے کے سلسلے میں جو ظلم کیے گئے ایک مرتبہ خود معاویہ نے امیر المومنین کی خدمت میں یہ لکھ کر بھیجا، وابطالہ

اوکھینت
 جن میں
 رسول اللہ
 پر ظلم کیا
 گیا

علی الخلفاء وانت فی کل ذلک" اے علی آپ ہی وہ ہیں جو خلفاء کی بیعت کرنے سے تقاد کما یقاد البیعت المخبوش حتی تبایع وانت کارہ" کنارہ کش رہے اور ہر مرتبہ اسی سرکش اونٹ کی طرح جس کی ناک میں خار دار نیکل ڈال کر گھسیٹا جاتا ہے خلفاء کی بیعت کے لیے زیر دستی لائے گئے اور تم نے بے جبر کر اہت سے بیعت کی (ترجمہ علی بن ابی طالب احمد زکی صفوت ص ۲۲۰ طبع مصر ص ۱۳۳۳) ابو العباس احمد القلقشنڈی ص ۲۲۰ طبع دار الکتب المصریہ ۱۳۳۰ھ اس کا جواب حضرت نے دیا تھا وہ منہج البلاغہ میں موجود ہے شیخ ابو العباس احمد القلقشنڈی و احمد زکی صفوت لکھتے ہیں کہ حضرت نے معاویہ کے جواب میں تحریر فرمایا،

و قلت انی کنت اقاد کما یقاد الجمل المخبوش حتی تبایع ولعمریہ لقلل لک ان تذر فہرحت وان تغضم فافتضحت و اعلی المسلم من غضا فی ان یکون مظلوما ما لم یکن شاکافی دینہ ولا یرتابا بیقینہ و ہذا حجتی علی غیرک (صح الاشیء الجز الاول ص ۲۳۰ طبع مصر ترجمہ علی بن ابی طالب احمد زکی صفوت ص ۲۲۰ طبع مصر)

اے معاویہ تو جو یہ لکھتا ہے کہ مجھ کو قہر و غلبہ سے کھینچے ہو ہے بیعت کے لیے لے گئے جیسا کہ سرکش اونٹ کی ناک میں خاردار نیکل ڈال کر لے جاتے ہیں، خدا کی قسم تو چاہتا تھا کہ اس طرح میری مذمت کرے لیکن تو نے یہ میری مدح کی ہے، تو مجھ کو ذلیل کرنا چاہتا تھا لیکن خود رسوا ہو گیا، مرد مسلمان کے لیے مظلوم ہونا ذلت کی بات نہیں ہے جب کہ اس کو اپنے دین میں رنگ نہ ہو اور یقین میں اس کو شبہ نہ ہو، اور یہی ہماری حجت و دلیل ہے

ترجمہ غیر پر میرے حق کو غضب کر لینے میں،
 و دار کاتبی مصری اپنی کتاب اہمات المومنین واخوات الشہداء میں لکھتے ہیں :-
 و اکرم علی علی البیعة فسیق قسرا الی الخلیفۃ بعد ان لقی ضررب الشدة من عطف غصبت فاطمہ (اہمات المومنین ص ۲۲ مطبوعات دار الفکر العربی قاہرہ)
 شہادت النساء فی العالم الاسلامی میں بھی یہی الفاظ ہیں، "واخذ من بعدہ علیا لہا بیعة ولہا دات السیة فاطمہ زوجھا یاتی قسرا فلولت" (شہادت النساء جلد دوم ص ۳۲ طبع مصر) اس کے بعد علی کو بیعت کرنے کے لیے گرفتار کر لیا گیا، جب جناب فاطمہ نے دیکھا کہ ان کے شوہر حضرت علی کو زبردستی گھسیٹے لیے جا رہے ہیں تو آپ نے فریاد کی "اس زبردستی کے بعد کیا ہوا اس کو کوٹھ" ابن قتیبہ الدینوری یوں بیان کرتا ہے،

ثم ان علیا کرم اللہ وجہہ الی بہ الی ابی بکر و هو یقول وانا عبد اللہ و اخو رسول اللہ، فغیل لہ بایع ابابکر فقال انا الحق بہذا الامر منکم لا بایعکم و انتما ولی بالبیعة لی اخذتم ہذا الامر واحتججتم علیہم بالقرابة من البنی صلعم و تاخذوہ منا اهل البیت غصبا الستم من عمتکم للانصار انکم اول بہذا الامر منہم لما کان محمد منکم فاعطوکم المغادرة و سلموا الیکم الامارة فاذا احتج علیکم بمثل ما احتججتم علی الانصار نحن اولی برسول اللہ حیا و میتا فانصفونا ان کنتم تو منون و الا فبؤوا بالظلم و انتم تعلمون فقال لہ عم انک لست متروکا حتی تبایع فقال لہ احلب حلبا لک شطره و شدلہ الیوم

حضرت علی کو گرفتار کر کے خلیفہ ابوبکر کے پاس لائے، اس حالت میں حضرت یہ کہتے جاتے تھے میں خدا کا بندہ مطیع اور اس کے رسول کا بھائی ہوں، آپ سے کہا گیا کہ ابوبکر کی بیعت کرو، جواب دیا کہ بیعت لینے کا میں تم سے زیادہ مستحق ہوں میں تمہاری ہرگز بیعت نہ کروں گا، خود تم کو چاہیے کہ میری بیعت کرو، تم نے انصار سے خلافت اس دلیل سے لی ہے کہ تم کو رسول خدا سے قرابت ہے جو ان کو حاصل نہیں تھا اور اب ہم اہلبیت سے یہ امر خلافت تم غصب کر کے لیے لے رہے ہو، کیا تم نے انصار سے بحث میں یہ نہیں کہا تھا کہ تم بہ نسبت ان کے خلافت کے زیادہ مستحق ہو کر یہ محمد تم سے تھے اس دلیل کو مان کر انھوں نے امر خلافت تمہارے سپرد کر دیا اب میں تم پر وہی حجت قائم کرتا ہوں جو تم نے انصار پر حجت قائم کی تھی، ہم رسول اللہ کے ان کی حیات و حیات میں ولی و وارث ہیں پس اگر تم ایمان لائے

کیا ہے کہ امیر المومنین کا کلام ہے،

ابو السعادت مبارک مجد الدین ابن اثیر الجزیری متوفی ۶۸۶ھ نے اپنی کتاب النہایہ فی غریب الحدیث میں پندرہ مقامات پر مندرجہ ذیل لغات کے ضمن میں خطبہ شقیہ کا اعتراف کیا ہے، (۱) جذ (۲) جذو (۳) شفق (۴) سف (۵) فصح (۶) خضم

(۷) ربح (۸) حلا (۹) زبرج (۱۰) خلق (۱۱) نسیم (۱۲) عطف (۱۳) عطف (۱۴) شفق (۱۵) نسل، علامہ سبط ابن جوزی الحنفی المتوفی ۷۵۴ھ نے اپنی کتاب خواص الامہ میں ابو القاسم الانباری کے اساد سے جو عکرمہ بن عباس تک تھی ہوتا ہے خطبہ شقیہ کو تمام و کمال نقل کیا ہے، (تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۳۷، ۳۸، ۳۹، طبع ایران)

علامہ ولد علاء الدین ابو المکارم احمد بن محمد السمنانی المتوفی ۸۲۷ھ نے بھی اپنی کتاب عروۃ الوثقی میں خطبہ شقیہ کا اعتراف کیا ہے،

محدث نقوی مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۱۲۸۰ھ نے کتاب قاموس فی بعض لغت شقیہ اس کا اعتراف کیا ہے، یہ خطبہ امیر المومنین علیہ السلام کا ہے،

شقیہ بالکسر شئ کا لڑیہ یخرجہ البعیر فیہ اذا حاج والخطبة الشقیة العلویة لقوله لابن عباس رضی اللہ عنہ لما قال له لوطا ردت مقالتک من حیث افضیت یا ابن عباس هیہات تلك شقیة هدرت لمررت وہ تو ایک شقیہ یعنی جوش کا نتیجہ تھا، جو بلند ہوا اور اب ختم ہو گیا۔ علامہ محمد طاهر قسطنطنی حنفی متوفی ۹۸۷ھ نے بھی اپنی کتاب مجمع البحار میں بعض لغات متذکرہ نہایہ ابن اثیر جن کو ابھی درج کر چکا ہوں اس خطبہ کو کلام امیر المومنین ہونے کا اعتراف کیا ہے،

قاضی القضاات شہاب الدین احمد الخفاف متوفی ۷۹۹ھ خطبہ شقیہ کو امیر المومنین کا کلام تسلیم کرتے ہوئے اس کی عبارت "اذ" و "اد" کا استعمال صحیح نہیں ہے علم خود بخود محاورات عرب سے غلط ثابت کیا ہے اور اپنی تائید میں شعرا و فضلاء نے بحدیث بلکہ خود معترض کے کلام "مقامات" کے شواہد پیش کیے ہیں اس ضمن میں علامہ خفاجی نے خطبہ شقیہ کے ایک جملہ کو بھی مقام شہاد میں پیش کیا ہے جس میں "اذ" جو اب "بینا" کی حیثیت سے وارد ہوا ہے، خفاجی لکھتے ہیں،

وفي الحديث بينما نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتانا رجل وفي كلامه امير المومنين على رضي الله عنه بينما هو يستقبلها في حياته اذ عقد هالآخر بعد وفاته (شرح درة النواص في اوهام الخواص صفحہ ۹، مطبوعہ تہذیبیہ ۱۲۹۹ھ)

علامہ خفاجی کہتے ہیں، اور حدیث میں یہ فقرہ موجود ہے بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتانا رجل اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں یہ جملہ بھی موجود ہے بینما هو يستقبلها في حياته اذ عقد هالآخر بعد وفاته خفاجی جس کلام امیر المومنین میں اس جملہ کا وارد ہونا ٹیلا رہے ہیں، وہ خطبہ شقیہ ہے چنانچہ اس خطبہ میں یہ جملہ انھیں لفظوں میں موجود ملاحظہ ہو، شیخ البلاغہ خطبہ مذکورہ ترجمہ اس جملہ کا یہ ہے، یا تو وہ (خلیفہ اول) اپنی زندگی میں اپنی لغزشوں سے بچنے کے لیے دوسروں کی مدد جانتے تھے یا یہ ہوا کہ وہ خلافت کو اپنی موت کے بعد دوسرے شخص (عمر) کے لیے مضبوط کر گئے،

تمام شارحین اہلسنت قبول کرتے ہیں کہ ان تک شواہد پیش کیے جائیں مختصر یہ ہے کہ متذکرہ بالا علماء اہلسنت کے علاوہ تمام وہ کسی نے انکار نہیں کیا شارحین شیخ البلاغہ جو علماء اہلسنت سے ہیں وہ سب کے سب خطبہ شقیہ کو قبول کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ امیر المومنین کا کلام بلاغت نظام ہے، یہ دوسری بات ہے کہ اس کے معنوں میں توجہ بہ و تاویل کریں یا بغیر کچھ اشارہ رائے کیے ہوئے ناظرین کے ذمہ چھوڑیں کہ وہ اخبار و تاریخ کی روشنی میں باصول درایت خود صریح نتیجہ اخذ کریں

جیسا کہ مفتی محمد عبدہ مصری نے کیا ہے، چنانچہ وہ اپنی شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:-

ولما عرض لتعديل ماروي عن الامام في مسألة الامانة او تعديلا يوجب ترك المطالع بحكمه فيه بعد الالتفات الى اصول المذاهب المعلومه فيها والاختصاص بالثبوت الشاهد عليها، اور امام علیہ السلام سے مسئلہ امانت و خلافت کے سلسلہ میں جو کچھ شیخ البلاغہ میں ہے اس کی جرح و تعدیل کی طرف میں نہیں متوجہ ہوا ہوں بلکہ اس کا فیصلہ ناظرین پر محول کرتا ہوں وہ خود ہی اصل موضوع کے مسلمات و طرق و اصول کی روشنی میں اور احادیث و روایات کی شہادت پر اس کا صحیح فیصلہ کریں،

(شرح محمد عبدہ مقدمہ شرح طبرسی) ملا یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں لکھتے ہیں:-

ولا ينبغي لاحد ان ينسب هذا الكلام الى رجل شيعي وما ذكر فيه من بعض الالفاظ الموهمة بخلاف اصل السنة فعلى تقدير ثبوتها له محامل وناويلات کا وہ ہم یہ ہوتا ہے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے یہ کہا جاسکے کہ یہ حضرت علی کا کلام نہیں ہے ان کو بر تقدیر تعلیم مختلف توجہات و تاویلات سے درست ثابت کیا جاسکتا ہے۔

علامہ محمد محمدی الدین عبد الحمید الاشاذ فی کلیۃ العربیہ بالجامع الاثری نے بھی اپنی شرح شیخ البلاغہ (مطبوعہ مطبعۃ استقامت مصر) کے مقدمہ میں ان تقریضات اور سخت الفاظ و فقرات کو جو خلفائے ثلاثہ اور دوسرے صحابہ کے خلاف آپ کے خطب میں وارد ہوئے ہیں صراحت کے ساتھ نہ صرف ان کو قبول فرمایا ہے بلکہ یہ ثابت کیا ہے کہ یہ امیر المومنین ہی کا کلام ہے، موصوف کی اصل تقریر کو ناظرین آئندہ کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے،

چوتھا شبہ

شیخ البلاغہ کے خطبوں میں ایسے بلند افکار و مضامین فلسفیانہ و علم کی گنجین ہیں جن کا وجود اس عہد میں نہ تھا خصوصاً عہد نامہ مالک اشتر اس عہد نامہ کا ایک نمونہ جو شہسہ کا لکھا ہوا ہے اور جو سلطان بایزید دوم (متوفی ۸۷۴ھ) کے پاس تھا دستیاب ہوا ہے، یہ نسخہ شیخ البلاغہ والے عہد نامہ مالک اشتر سے مختلف ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رضی بنے عہد نامہ میں اضافہ کر دیا ہے و حقیقت ان دونوں نسخوں کی اصل کو اگر ہم اس کو حضرت علی سے تسلیم بھی کریں تو وہ بہت مختصر اور چند سطروں میں ہوگا، مضمون کے اعتبار سے طاهر بن اکھین نے جو عہد نامہ اپنے بیٹے عبد اللہ کو لکھا یہ عہد نامہ مالک اشتر کے مطابق ہے اس لیے یہ دونوں ایک ہی زمانہ کے معلوم ہوتے ہیں! نہ کہ حضرت علی کے عہد کا،

جواب

معرض کا یہ اعتراض اسلام شناسی کی دلیل ہے، اسلام نے غور و فکر کی دعوت دی ہے، تدبر و فکر کرنے کو وہ عبادت بتلاتا ہے وہ عقل ہی کو صداقت مذہب کا معیار بتلاتا ہے، مفکر مکان و زمان کے قید و بند سے آزاد ہوتا ہے اور نہ فطرت کی بخششیں اس کو فیض پہچانے میں نکل کڑتی ہیں، یہ فلسفہ حکمت کیا ہے؟ غور و فکر کرنے والے انسان کا ایک فطری کمال ہے، علامہ ابن خلدون نے فلسفہ کی یہی تعریف کی ہے، ہر طبیعتہ للانسان من حیث انہ ذو فکر بحیثیت اس کے کہ انسان صاحب فکر ہے فطرت اس کی فطرت میں داخل ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ علی بن ابی طالب سب سے پہلے مفکر اسلام نہ تھے، ایک مفکر میں جن فطری خصوصیات و صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے وہ علی ابن ابیطالب میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں، پھر پیغمبر اسلام کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ہی ساتھ

اسلام نے دعوت فکر دی

فطرت ان کی میں داخل ہے

ان کے علم کے آپ جاننا چاہتے تھے جس کا اقرار تمام مسلمانوں کو ہے اس لیے امیر المومنین علیؑ کے آثار فکر و علم پر شک کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے، جبرائیل جبرائیل سچی عرب مفکر نے جن الفاظ میں علیؑ کی عظمت فکر و علم کا اعتراف کیا ہے اس کو کسی دوسری جگہ پر نقل کر چکا ہوں، لیکن اس سچی مفکر کے چند جملوں کو پھر دہرا دوں وہ کہتا ہے،

کان اول عربی لازم الروح الکلیۃ وجاودھا وسامھا
وهو اول عربی تناولت شغفناہ صدی اغانیھا علی
مسمع قوم لم یسمعوا بہا من ذی قبل
ولم یعرف العرب حقیقۃ مقامہ ومقدارہ حتی
قام من جبرائیل انفرس بدسکون الفارق بین الجوا
والجہی مات قبل ان یشبع العالم رسالۃ کاملۃ وفیہ
..... مات شان جمیع الانبیاء الباصرین الدین
یا قن الی بلد لیس ببلدہم والی قوم لیس بقومہم فی
شانہم لیس بنمہم

اسلام کے سب سے پہلے مفکر علیؑ کے خطبات میں اگر حکیمانہ خیالات و علم کلام کی جہتیں ہیں تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے علیؑ نے اتنے لائق عقلی سے کام لیا میں دنیا کے سامنے پیش فرماتے تھے، یہ کلام کیا ہے؟ ابن خلدون مغربی بتلاتے ہیں کہ علم کلام الحجاج عن العقائد الایمانیۃ بالادلة العقلیۃ کا نام ہے، عربوں کی علمی و ادبی تاریخ کو پڑھیں، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ علی بن ابی طالب ہی کی وہ ذات ہے جس نے سب سے پہلے عقائد اسلامی کا دفاع دلائل عقل سے فرمایا ہے، لیکن ابوی ذہبیت کہنے والے علیؑ کے مخالفین جب یہ دیکھتے ہیں کہ اس سے علیؑ کی بلند شخصیت بحیثیت محافظ اسلام سب سے بلند و برتر نظر آتی ہے تو وہ انکار کرنے کے لیے مختلف گوشے پیدا کرتے ہیں اور کبھی کبھی مخالف اسلام یورپ کے بل بوتے پر فرضی دلائل کی ایک عمارت بنا لیتے ہیں، چنانچہ اسی علم کلام کے لیے یہ ادعا کیا جاتا ہے کہ دراصل یہ عربوں و مسلمانوں کے ابتکارات میں سے نہیں ہے، **دکتور فی الفلسفہ عمر فروخ اپنی کتاب "عبقریۃ العرب فی العلم والفلسفہ" میں لکھتے ہیں:-**

وقد نقودنقر من الشرق والغرب ان تعین
صدورہم کلمات أو اللعوب فضیلاً أو فضیلة
فکانوا اذا اللعوب للعرب ابتکاراً أو عبقریۃ نسبوا
الی الامم السالفة أو الشعوب المجاورة ولکن
فعلی علم الکلام فرمعی امرۃ ان لفظ "کلام" مأخوذة من اللفظ اليونانی المسمی "لوغوس" بمعنی الکلمۃ وان التركيب الاضافی "علم الکلام" مأخوذ من تعین مصدر عند افلاطون هو "دیالکتیکہ" بمعنی المساجلة والمجادلة ثم عموماً
اخری ان علم الکلام نشاء من احتکاک المسلمین
بنصارى سوریۃ واما کان عندہم من علم
اللاهوت

(عبقریۃ العرب من مہر و طبعہ دار الفکر بیروت)
فرض کر ان خیالات و مزموعات کی آڑے کر مگرین و مشکین علی بن ابی طالب کی اس عظمت کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں

"نخ البلاغہ" سے پیدا ہوئی ہے، لیکن یہ مزموعات محققین کے نزدیک کچھ حقیقت نہیں رکھتے ہیں، خود "دکتور عمر فروخ" نے بھی اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے کہ علم کلام خالص عربوں کا علم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں اس کا نفع بویا گیا وہ لکھتے ہیں:-

امانثات علم الکلام نفسہا نکانت نشأة اسلامیۃ
خالصۃ، وکانت مظہر امن عبقریۃ العرب یجب
ان یشار الیہا فی کل حین، ومن البدن والاولی
القی یرجع الیہا علم الکلام مارواہ الطبری فی
تفسیرہ (۱۳: ۳۳-۳۴) من ان رسول اللہ ارسل
یدعوا رجلاً من فراعنۃ العرب فقال ذلک الرجل
أرسول اللہ او ما اللہ، آمن ذہب ہوا ومن فضۃ
او من نحاس؟ وذلک قبل ان یمخر الاسلام من
شبه جزیرۃ العرب وقبل ان یحتک بالامم
المجاورة بل قبل ان یسمح لہ او یخطر لہ ان
یمخر بغيرہ ثم اننا نجد فی القرآن الکریم جمیع
القضايا التي تألف منها علم الکلام فیما بعد،
کالقضاء والقدر ورویۃ اللہ یوم القیامۃ
وان القرآن کلام اللہ، وتعداد صفات اللہ
مما یقطع بان ہذہ القضايا عرضت للعرب
منذ اول عهدہم بالاسلام وان الایات التي
وردت فیما ہذہ القضايا کانہا من رء علی مسئلة
وجہا العرب فی انشاء حیاۃ الرسول لنفسہ او تحذو
بہا فیما بینہم "والاسلام دین بدعوالی
الاستدلال بالعقل علی ان کثیر مما ورد فیہ
ورد مجملًا یحتاج الی تفصیل ففصلہ الحدیث
والسنة ثمان القرآن الکریم نفسہ نزل باللغة
العربیۃ فجری علی اسالیب العرب فی المجاز
والکنایۃ والتبشیہ والاستعارۃ فی سائر احوال
السلاطۃ فرب لفظ لوعدل بہ قاصر کما عن ظاہرہ
لطل معناه

الا ان ہنالک آیات یجب فیہا التاویل، یجب
الایاخذ القاری بظاہرہا والا لاحطاء المراء
منہا وخرج بہ ذلک الی البدعۃ والعشق والکفر
ہذہ الایات لیت قلائل فی القرآن الکریم
من ذلک کلہ آیۃ الاستواء "ثم علی العرش ستوی"
او کما وردت فی صیغۃ اوضحہ الرحمن علی العرش ستوی

علم کلام نہیں
اسلامی علم ہے
جس کی ابتدا
رسول کے عہد
سے ہوئی

در اصل علم کلام کی پیدائش خالص اسلامی ہے اور یہ علم عربوں کی عبقریت کا ایک مظہر ہے جس کی طرف ہر زمانہ میں توجہ کرنا ضروری ہے، اور ابتدائی بیج جو اس علم کی تولید کا باعث ہوا وہ رسول اللہ کے زمانہ ہی میں پڑا جیسا کہ طبری نے اپنی تفسیر (جلد سیزدہم صفحہ ۳۳، ۳۴) میں روایت کی ہے کہ حضرت یسعی نے اپنی دعوت اسلام ایک ایسے شخص تک پہنچائی جو فراعنہ عرب سے تھا، اس نے پیام اسلام کو سن کر کہا، خدا کا رسول کیا؟ اور یہ اللہ کیا ہے؟، سونے کا، چاندی کا، پتیل کا، آئینہ کا ہے؟ آپ نے اس سوال و جواب کو دیکھا یہ سوال اس وقت کیا گیا ہے جب اسلام کے قدم جزیرہ نمائے عرب سے باہر نہیں نکلتے تھے اور ابھی وہ وجود کی قوموں سے اس کا میل ملاپ نہیں ہو سکا تھا، بلکہ ابھی اس کے لیے یہ بھی نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ اس کے دوسری قوموں سے تعلقات ہوں گے، اس کے علاوہ ہم علم کلام کے تمام وہ مسائل جن سے اس علم کی تدوین ہوئی ہے جیسے قضا و قدر، رویت باری، قرآن کا کلام خدا ہونا، تقدیر و صفات خدا، یہ سب قرآن میں پائے جاتے ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے زمانہ ہی میں عربوں کو ان مسائل سے مقابلہ پڑا تھا اور وہ آیات جن میں ان مسائل کا ذکر ہے دراصل یہ جوابات ہیں ان سوالات کے جو رسول اللہ کی زندگی میں خود آنحضرت سے کہے گئے تھے یا خود ان عربوں میں یہ مسائل معرض بحث میں تھے اور قرآن نے اس پر روشنی ڈال کر صاف و واضح کیا، اسلام ایک ایسا دین ہے جو ابتدائی عقلی کی دعوت دیتا ہے اور اسی طرح قرآن میں بہت کچھ اجمال سے کام لیا گیا ہے جس کی تفسیر و تفصیل حدیث مسند سے ہوتی ہے، علاوہ ازیں قرآن زبان عرب میں انجین اسالیب کلام و وجوہ بلاغت کی پابندی کے ساتھ نازل ہوا ہے جو عربوں میں موجود تھا مثلاً مجاز و کنایہ، تشبیہ و استعارہ، سب کچھ اس میں پایا جاتا ہے بہت سے ایسے الفاظ ہیں کہ اگر ان کے ظاہری مدلول سے تجاوز کیا جاوے تو معنی غلط ہو جائیں، لیکن بہت سے ایسے بھی مقامات ہیں جہاں ظاہر معنی سے تجاوز کر کے تاویل کرنا ضروری ہے ورنہ

فلو انما اعتبرنا الاستواء هنا على العرش كاستواء
الملوك على عروشهم الخ جنانی تشبیه الله بالناس
والی ان العرش یمتوی الله ولقد اشار الامام علی
الی ذلك صریحاً فی اثناء خطبه الاولى فی
هذه البلاغة عند الکلام علی تنزیه الله فقال
..... ومن قل علی امر؟ فقد اخلی منه
ومعنی ذلك اننا اذا قبلنا ظاهر المعنی من الابیة
لزمنا ان نعتقد ان الله فوق العرش فقط ولین
ایضا عن یمینه و یساره وتحتہ

(عقربۃ العرب صفحہ ۳۰ و صفحہ ۳۱)

مراد قرآن کے سمجھنے میں صرف خطا ہی نہیں بلکہ بدعت و کفر و
فتن کی حد تک پہنچنا پڑیگا، اس قسم کے آیات قرآن میں کم نہیں
ہیں جن میں تاویل ضروری ہے سمجھ لیں ان کے آیت استواء ہے
”ثم استوی علی العرش“ یا ”الرحمن علی العرش استویاً“
کیونکہ اگر ہم یہاں پر ”استوی“ کے وہی معنی میں جس طرح
ملوک اپنے تخت پر بیٹھتے ہیں، کا استواء الملوك علی
عرشہا ”تو ہم خدائے پاک و برتر کو انسانوں کے مشابہ
کردیں گے، اور یہ کہ عرش خدا کو گھیرے ہوئے ہے، اسی امر
کی طرف حضرت علیؑ نے نبی البلاغہ کے پہلے خطبہ میں اشارہ
فرمایا ہے جس میں آپ نے خدا کی تسبیح کو بیان فرمایا ہے
..... اور جس نے کہا خدا کس چیز پر ہے تو اس نے گویا اس جگہ کے علاوہ دوسرے مقام کو اس سے خالی کر دیا۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ ہم اگر آیت استوی کے ظاہر معنی کو مراد لیں تو پھر خدا عرش پر رہ گیا اور اس کے سوا کہیں نہیں،

علیؑ بطبع منطق تھے ارطو کی منطق تھی اور امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب کے خطبات میں علم کلام کی انجلیں موجود ہیں وہاں یہ بھی ثابت
کے محتاج نہ تھے

ہو کہ نبی البلاغہ میں جو پہلا خطبہ تنزیہ باری و خلقت زمین و آسمان کے متعلق ہے وہ حضرت علیؑ کا خطبہ ہے اور یہی اصل مطلب
جس کو اس محل پر میں ثابت کر رہا ہوں اسی خطبہ کے متعلق مشکلیں یہ دہم کرتے ہیں کہ اس میں منطقیانہ انداز استدلال ہے اور اس
میں علم کلام کے مسائل ہیں، یہ مشکلیں اس کو تو دیکھتے ہیں لیکن اس طرف نہیں متوجہ ہوتے کہ خود علم منطق کی ایجاد سے پہلے ایک مفکر
صحیح استدلال کرتا تھا اور انھیں اصول کو دیکھ کر جو صاحبان فکر استعمال کرتے تھے علم منطق اس قابل ہوا ہے کہ صحیح استدلال کے شرائط
مقرر کرے، ترتیب مقدمات جو اصطلاح میں صغری و کبری کہلاتے ہیں اور اس سے نتیجہ اخذ کرنا، یہ فطرت مستقیمہ و فکر صحیح
رکھنے والا انسان برابر کرتا رہتا ہے، اس کا تعلق کتاب فن سے نہیں ہے محتاج فن تو وہ ہیں جو استخراج نتائج کی فطری صلاحیت
نہ رکھتے ہوں لیکن جو فطری صلاحیت کی بنا پر جو باطبع منطقی واقع ہوئے ہیں وہ اس فن کے محتاج نہیں ہوتے، یورپ کا
مشہور مفکر و بلند مرتبہ مصنف لاک (Locke) نے کیا خوب بات کہی ہے کہ ”ایسا بھی کیا غضب ہے کہ خدا انسان
کو فقط دو سیر والا جانور بنا کر چھوڑ دیتا اور ان کو دانش مند بنانے کا کام ارطو (موجد منطق) کے سپرد کرتا،“

سے پہلے علیؑ ہی نے مسائل توحید کو علی بن ابی طالب کے خطبات و اقوال پر نظر کر دو تو معلوم ہو گا کہ وہ ایک ایسے مفکر ہیں جو اپنی
علمی انداز میں بیان فرمایا فطرت مستقیمہ سے باطبع منطقی واقع ہوئے ہیں علیؑ کے ہر کلام میں منطقیانہ استدلال پایا
جاتا ہے عام اس سے کہ آپ کا کلام کسی موضوع سے کیوں نہ متعلق ہو دراصل یہ علی بن ابی طالب ہی ہیں جنہوں نے سب
پہلے مسائل توحید کو علمی انداز سے دلائل کے ساتھ بیان فرمایا ہے،

خلفائے مطالب قرآن پر غور و فکر سے روکا، دکتور عمر فروغ کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن میں بہت سی ایسی آیات ہیں
جن میں تاویل بہت ضروری ہے، لیکن اس کے باوجود صحابہ و تابعین میں بکثرت ایسے لوگ ملتے ہیں جو تاویل و درایت و
عقل سے گذرہ کش ہو کر ظاہر معنی کو مراد لیتے ہیں اور خدا کی تجسیم اور اس کی رویت کے قابل ہو جاتے ہیں اور اصل یہ نتیجہ
اس کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں کو شیخی کے ساتھ قرآن کے معانی و مطالب کو سمجھنے سے روکا گیا تھا،

جو قرآن کے مطالب کو سمجھنا چاہتا تھا اس کو سزا دی جاتی تھی چنانچہ خلیفہ دوم کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے نامی مذہب آیا اور
آیات مشابہات قرآنی کے متعلق معلومات ہم ہو گئی تھیں یہ خبر جب حضرت عمرؓ کو ہوئی تو آپ نے اسے بلا بھیجا اور
پہلے سے اس کے لیے محل خرمائی سنیاں فراہم کر لی تھیں اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا خدا کا بندہ صبیح ہوں میں نے
ہم آپ نے سنٹی اٹھائی اور دھڑا دھڑا مارنا شروع کیا اور فرماتے جاتے تھے کہ تو خدا کا بندہ صبیح ہے اور میں خدا کا بندہ عمرؓ ہوں

اسے اتنا مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور خون جاری ہو گیا، اس نے کہا اے امیر المومنین بس کچھ اپنی سزا کو پہنچ گیا، اسی روایت کو دوسرے
عنوان سے نافع مولیٰ عبد اللہ نے بیان کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ انا مارا کہ صبیح کی پشت اہولمان ہو گئی پھر اسے چھوڑ دیا اور اسے
دولت نظر کرنا کہ زخم پشت اچھے ہو جائیں اور پھر بلا کے مارنا شروع کیا پھر بیٹھ زخمی ہوئی پھر چھوڑا، پھر زخم اچھے ہوئے پھر بلایا
زخم نے کھلا بھیجا کہ اگر مجھے آپ قتل ہی کرنا چاہتے ہیں تو قتل جمیل کا حکم دیجئے اس روز روز کی زد و کوب سے نجات
پاؤں اور اگر بلا کے میرے زخم دیکھنے ہیں تو اب میں اچھا ہو گیا ہوں، نیز حضرت عمرؓ نے درگزر کیا اور اسے اس کے وطن جاتے
کی اجازت دے دی مگر ابو موسیٰ اشعری کو جو اس سرزمین کے گورنر تھے حکم بھیج دیا کہ اس شخص کا جس کا نام صبیح ہے بائیکاٹ
کیا جاوے اور کوئی شخص اس کے پاس نہ آئے بیٹھے اور نہ اس سے راہ و رسم رکھی جائے اس کا نام صبیح ہے بائیکاٹ
صبیح کے متعلق لوگوں نے خلیفہ عمرؓ کو اطلاع دی کہ وہ بصرہ سے آیا ہے اور تفسیر قرآن لوگوں سے پوچھا کرتا ہے آپ نے
بعض غضب فرمایا، اے اللہ ایسا کہ صبیح میرے ہاتھ لگے اور میں اس پر قابو پا جاؤں، چنانچہ ایک روز صبیح غلام و عبا اپنے
ہوئے آگیا اس وقت لوگ کھانا کھا رہے تھے یہ بھی دسترخوان پر بیٹھ گیا جب کھانے سے فارغ ہوا تو حضرت عمرؓ کے مہمان
صبیح نے کہا اے امیر المومنین یہ تو بتلائیے ”قرآن میں“ ”فی الزاریات نزلاً فالعالمات وقرآن“ کے کیا معنی ہیں اور اس کا کیا
مطلب ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا دے ہو تجھ پر تو دہی ہے (اچھا لے بتائے دیتا ہوں) یہ کہہ کر آپ نے آستین چڑھائی اور اس
پر کوڑوں کا سینہ برسانے لگے، یہاں تک کہ اس کا عامہ سر سے اتر گیا اور اس کی دوڑ لپٹیں لہرانے لگیں آپ نے کہا کہ اگر تیرا سر
نہ اترتا تو تجھے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا جب وہ ادھر مرا ہوا تو اسے ایک مکان میں بند کر دیا اور روزانہ اس کو نکال کر کوڑے مارا
کرتے تھے پھر اسے بالان تیر پر بٹھا کے بصرہ بھیج دیا اور ابو موسیٰ کو حکم دیا کہ اس سے کوئی بات چیت نہ کرے اور اس کا بائیکاٹ کیا
جائے اور کبھی یہ کوئی خطبہ کسی جمع میں نہ پڑھنے پائے چنانچہ یہی کیا گیا باوجودیکہ وہ سردار قبیلہ تھا لیکن کس مہر سی میں مرا

سنن الداری جلد ۱ ص ۵۵، تاریخ ابن عساکر آفاق المیثی جلد ۲ ص ۵۵، کنز العمال جلد ۲ ص ۲۹۹، نقل عن الداری و نصر المقدسی و الامامی
والناباری و اللاکافی و ابن عساکر، در المنثور جلد ۱ ص ۵۵، فتوحات الاسلام جلد ۲ ص ۵۵، ازالت الخلفاء و الشاہ ولی اللہ
مقتدر دوم صفحہ ۸۲، ۱۹۹

ابو العباس بیان کرتے ہیں کہ ہم خلیفہ دوم عمر بن خطاب کی خدمت میں تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا ”الحج الکثیر“
کسے؟ یہ سن کر عمرؓ نے اس تیر کو جو ان کے ہاتھ میں تھا سائل کے عامہ میں اس طرح چھوڑ دیا کہ اس کا عامہ سر سے گر پڑا اور یہ کہنے
لگے کہ کیا تو حورری ہے؟ ”الذی نفس عمر بن الخطاب ببیدہ لی حد تک محفل قالاً یحیت القمل عن رأسک“ کنز العمال جلد
۲ ص ۲۹۹، در المنثور جلد ۱ ص ۵۵، حضرت عمرؓ کا یہ عام حکم تھا کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہ کرو، جیسا کہ کتب السنن میں ہے،

عن عمرانہ قرأ قوله تعالیٰ فانشاء فیہ فاکھة افی قوله حضرت عمرؓ نے ایک روز یہ آیت فانشاء فیہ فاکھة.....
واتا ثم قال مال الالب ثم قال هذا العری هو التکلف..... وایا تک پڑھی پھر فرمایا کہ یہ آیت کیا چیز ہے، پھر خود
نحن وایہا الناس ما ابین لکم فمافرقتم فاعلموا ہم ہی فرمایا اپنی زندگی کی قسم یہ تکلف سے یہ تکلف ہے (یعنی
تکلف کی زحمت میں کون پڑے) پھر حکم دیتے ہیں لوگو جو کچھ

تھیں قرآن میں بیان کیا گیا ہے اور جس کو تم نے جان لیا ہے اس پر تم عمل کرو اور جس کو نہیں سمجھے اس کو خدا کے علم کے خواہ کر دو سمجھنے
کی کوشش نہ کرو (مستدرک امام حاکم جلد ۲ ص ۵۵، تاریخ بغداد خطیب بغدادی جلد ۱ ص ۵۵، تفسیر کشاف زحشری جلد ۲
ص ۲۵۴، ریاض النضرہ لحدیثی جلد ۲ ص ۵۹، سیرت عمر بن الخطاب ابن ابی حاتم ص ۱۳، الموافقات ابن ابی حاتم جلد ۱ ص ۲۵۴،
تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۴، تفسیر خازن جلد ۲ ص ۳۴، در المنثور السیوطی جلد ۱ ص ۵۴، کنز العمال جلد ۲ ص ۲۹۹، تفسیر ابو اسود
رحمۃ تفسیر الرازی جلد ۸ ص ۳۸۹، ازالت الخلفاء و الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی

خلیفہ دوم کا یہ حالت تھی کہ جو کوئی موصوفت سے ”فاکھة وایا“ کے معنی پوچھتا تھا آپ اس پر کوڑا اٹھاتے تھے (فتح الباری جلد ۱ ص ۵۵)
جلد ۱ ص ۵۵، در المنثور جلد ۱ ص ۵۵، ان حالات میں تدبیر و تفکر سے کون کام لیتا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ لوگ تو غور و فکر کی
صلاحیت ہی کو سمجھتے اور کچھ لوگ مبتلائے شکوک و اداہام ہو گئے، یہ حالت عموماً مدینہ کے باشندوں کی تھی جہاں صحابہ تابعین بند کر دیا

معنی قرآن
پوچھنے پر سزا
عمر حاکم
قرآن کو
سمجھنے کی
کوشش نہ کرو

کی اکثریت تھی، امام غزالی نے صاف الفاظ میں حضرت عمر کے متعلق یہ لکھا ہے، "وعمہ ہوا الذی سدد باب کلامہ والجدلہ" عمری وہ ہیں جنہوں نے کلام و جدل کے دروازہ کو بند کر دیا (ایضاً العلوم جلد ۱ ص ۳۳) علی نے فہم قرآن کی طرف بلایا لیکن امیر المومنین علی بن ابی طالب نے اپنے زمانہ میں عقل و فکر پر جو پہرہ بٹھایا تھا اس کو بٹھایا اور آپ نے اعلان فرمایا،

انما مثل بیکم مثل لسانہ فی الظلمۃ لیتضی بہ من ولجھا فاسمھوا ایھا الناس و عوا احضرا اذان قلبکم بکم تفھموا، ہر وقت اپنے گوش و جوش کو دار کھنا تاکہ سمجھ سکے، آپ نے قرآن مجید کے متعلق ارشاد فرمایا،

وہذا القرآن انما هو خط مستور بین الدفتین لا یبطن بلسان ولا بدلہ من ترجمان و انما یطوق عند الرجال، یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان چھپی ہوئی تحریر ہے جو بولنے کے لیے زبان نہیں رکھتا اس کے لیے ایک ترجمان کی ضرورت ہے قرآن کی طرف سے کچھ لوگ ہیں جو کلام کرتے،

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :- و حضرت مرتضیٰ فرماتے کہ میں قرآن قسم آن صامت است ومن قرآن ناظمم (ازانہ انفا و جلد اول ص ۱۰۳) یہ امیر المومنین علی بن طالب ہی ہیں جو ترجمان قرآن و قرآن ناطق کی حیثیت سے قرآن صامت کے علوم و معارف کی نشر و اشاعت کرتے رہتے تھے اور تفسیر و تاویل و قرآن پر روشنی ڈالتے تھے، بتلائے ہوئے علوم و معارف سے انکار کرنا اصل قرآن سے انکار ہے، جہوں مند و ستان کے درمیان مشہور مفسر و عالم اہلسنت مولانا ابوالکلام آزاد تحریر فرماتے ہیں :-

"اگر یہ سچ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خوارج و منکرین کے مقابلہ میں فرمایا تھا کہ میں قرآن ناطق ہوں تو میں اس کی تصدیق کے لیے تیار ہوں اگرچہ حقیقت بات اس طبعیت سے جھٹی ہے کہ یہ بہت بڑا دعویٰ تھا، یقیناً یہ بڑا دعویٰ تھا جو کوئی انسان نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر حضرت امیر نے کیا تھا تو غلط نہ تھا اگر ان کی مقدس زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اموہ حسنہ کا ایک کامل عکس تھا اور ان کے اعمال کی روشنی سراج منیر رسالت ہی سے ماخوذ تھی تو کیوں انہیں یہ حق نہ تھا کہ وہ اپنے تئیں "قرآن ناطق" کہیں جو کتاب الہی مابین الدفتین حروف و نقوش کے شکل میں تھی اس کی سببی ناطق تھی جو اعمال حضرت مرتضیٰ کے اندر سے پکارتی تھی کہ یہ علی بن ابی طالب کی آواز نہیں ہے بلکہ "القرآن الحکیم" کی صدائے الہی ہے اور چونکہ القرآن کی آواز ہے اس لیے یقیناً خود منزل القرآن کی آواز ہے" کنت سمعہ الذی یسمع بہ و لسانہ الذی یتکلم بہ" (بخاری) لمعات صداقت حصہ اول مجموعہ صفائیں

ابوالکلام آزاد ص ۱۳۴ طبع لاہور ۱۳۴۴ھ سرزمین عراق "علی" کے مقاصد کے لیکن اصحاب تابعین اور جماعت قریش اپنے اقتدار حکومت کی فکر و سازشوں میں ایسے قبائلیہ پسے بہترین جگہ تھی کہ وہ علوم و معارف کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہیں پاتے تھے بلکہ بعض حیثیتوں سے علی کی دعوت فکر و تدبیر فی القرآن ان کے سیاسی مصالح کے خلاف تھی، اس کے لیے آپ کو عراق کی سرزمین موافق و ہموار نظر آئی کیونکہ تمدن و مہذب قوموں کا یہ محل درو و دہوئے کی وجہ سے یہاں کے لوگ علم ناس و تمدن و حضارت سے قریب تر تھے، عباس محمود العقاد لکھتے ہیں :-

وقد كانت غلبة الامام في الكوفة، وكانت متابة الغادرين والناجين من انباء الحضارات المعروفة في العالم بامره ومن المسلمين الذين عاشوا بها او عجزوا عنها فکانوا انظرولن في كتب الفرس و یحییون حکمتہا، حضرت کا دار الحکومت کوفہ ایسا مرکز تھا جہاں تمام مہذب و تمدن دنیا کے آنے جانے والوں کا اجتماع رہا کرتا تھا اور جو مسلمان کوفہ یا اس کے قریب جو اہل عرب رہا کرتے تھے وہ ایسے تھے جو ایران کی کتابوں کو پڑھتے تھے اور اس کے مضامین حکیمہ کی قدر کرتے تھے، عبقریۃ الامام شش طبع مصر

غرض کہ یہ مقام تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہ چکا تھا اور جس کے تعلقات نہ صرف ایران بلکہ دنیا کے دوسرے مہذب تمدن اقوام سے رہ چکے تھے، مورخ مسعودی نے اس کی تشریح کی ہے کہ کائنات تتقدم هذا مع فنون الصنایع والھند

نزل الی ملوک الحبش (مرج الذہب جلد ۱ ص ۱۹ طبع مصر) ملوک حبشہ کے پاس بندر گاہ حیرہ (جو پشت بخت میں تھا) پر حبش و ہندستان کے جہاز برابر آیا جاتا کرتے تھے اب حضرت جن لوگوں کو خطاب کرتے تھے وہ بہ نسبت حجاز والوں کے زیادہ ہوش مند و فہم تھے یہ لوگ مہول اسلام کو عقل کی کوٹی پر کھینچنے کے لیے حضرت سے مختلف قسم کے سوالات کرتے رہتے تھے، مختلف مذاہب و اقوام کے علماء و مفکر اسلام پر ایسا دگرتے تھے اور آپ ہر ایک کو جواب دینی دیتے تھے مسلمانوں کے اندر کی وہ جانتیں جو آپ کی مخالف تھیں اور جو مختلف آراء و رجحانات رکھتی تھیں ان کے خیالات کی اصلاح و ترویج آپ فرماتے رہتے تھے، عباس محمود العقاد لکھتے ہیں :-

نکل خط من انماط کلامہ شاهد له بالملکۃ الموهوبۃ فی قدرۃ الوعی و قدرۃ التعبير، فھو لا شذ من انباء ادم الذین علما الاسماء و اولو الحکمۃ و فصل الخطاب (عبقریۃ الامام ص ۱۹ طبع مصر) حضرت کے اصناف کلام کی صفت اسلام کا ثبوت ہے کہ خدا نے آپ کو ایسا ملکہ عطا کیا تھا جس کی وجہ سے آپ کسی امر کو سمجھانے اور اس کو بیان کرنے میں اچھی طرح سے قادر تھے اس میں کوئی شک نہیں آپ ان فرزند آدم میں سے ہیں جن کو خدا نے اسما کی تعلیم اور حکمت و فصل خطاب عطا کیا ہے

علی کے کلام میں پیغمبرانہ شان بانی حجازی ہے حضرت کے کلام میں صرف حکیمانہ انداز ہی نہیں ہے بلکہ پیغمبرانہ شان بھی موجود ہے، الاتاد العقاد لکھتے ہیں :-

وقد قال النبی علیہ السلام علماء امتی کا بنیاء بنی اسرائیل فلھذا الحدیث الشریف اصدق ما یکون علی الامام علی فی حکمتہ تقارن بحکمہ اولئک الانبیاء فی من طراز الحکمۃ اما قولہ عن استھم اولئک الانبیاء بالمثل السائر وھو سلیمان بن داؤد و بنید علیہا انھا ابدع فی التعبير واد فر نصیباً من ذوق الجمال، (عبقریۃ الامام ص ۱۸) رسول اللہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہماری امت علماء بنی اسرائیل کی مثال ہیں، اس حدیث شریف کی صداقت یوں ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت علی علم و حکمت میں ان پیغمبروں کے مقابلہ میں نظر آتے ہیں آپ کا حکیمہ کلام سلیمان بن داؤد کے مانورہ کلمات حکیمہ شان و انداز کا ہے جو پیغمبروں میں سب سے زیادہ اس امر خاص میں شہرت میں رکھتے ہیں، بلکہ دراصل حضرت کا کلام قدرت و عنایت و تادیبہ تعبیر کے لحاظ سے سلیمان پیغمبر کے کلام سے بھی زیادہ بلند و

رہی وجہ ہے کہ وہ لوگ بھی جو حضرت کے منصب کو مثل منصب نبوت کے نہیں سمجھتے ہیں وہ بھی آپ کو امامت کے اس بلند مرتبہ پر فائز سمجھتے ہیں جہاں تک کسی دوسرے کی رسانی نہیں ہے الاتاد العقاد لکھتے ہیں :-

وخاصۃ اخرى من خواص الامامۃ ینفرد بها علی ولا یجاریہ فیھا امام غیرہ وھی اتصالہ بكل مذهب من مذاہب الفرق الاسلامیۃ منذ وحدث فی صدر الاسلام وھو منشئ ہذا الفرق و قسطھا الذی تدور علیہ و ندرت فرقۃ فی الاسلام انہیں علی معلما لھا منذ نشأتھا اولئک من موضوعا و محورا لمباحثھا، تقول و تردد علی قائلین و قد اتصلت الخلقات بینہ و بین علماء الکلام و التوحید کما اتصلت الخلقات بینہ و بین علماء الفقہ خصوصیات امامت میں سے ایک خصوصیت ایسی بھی ہے جو صرف امیر المومنین علی ہی کی ذات و الاصفات میں پائی جاتی ہے کوئی دوسرا اس میں آپ کا شریک نہیں ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ صدر الاسلام سے آج تک کوئی اسلامی فرقہ اور مذاہب ایسا نہیں ہے جس کا اتصال آپ کی ذات سے نہ ہو دراصل حضرت کی ذات ہی امت میں سے یہ مذاہب نکلتے اور مثل قطب کے ہیں جس کے گرد آسیدہ اسلام گردش کرتا ہے، کوئی ایسا اسلامی فرقہ نہیں ہے جس کے معلم اول حضرت نہ ہوں اور مباحث اسلام کا کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جس کا تعلق آپ کی ذات سے نہ ہو

کوفہ کے قریب بندر حیرہ میں حبشہ کے جہاز لگے آتے تھے

الراشدین ان دور میں

والشریعة و علماء الادب والبلاغة فهو استاذ
هو لاء جميعا بالسند الموصول فالامام الحق لقب
به وهو الحق الامجة بلقب الامام

عقبة الامام

۱۵۵ھ

عالم اسلام میں سب سے پہلے علی ہیں جو
معلم حکمت و فلسفہ ہیں علامہ ابن ابی احدید کہتے ہیں :-

واما الحكمة والبحث في الامور الالهية فلم يكن من
فن احد من العرب ولا نقل في جهازا كابرهم واصغرهم
شي من ذلك اصلا هذا فن كانت اليونان و
اوائل الحكماء واساطين الحكمة ينفردون به واول
من خاض فيه من العرب علي بن ابي طالب ولما اتجد
المباحث الدقيقة في التوحيد والعدل مشقة عنه
في فرض كلامه وخطبه ولا تجد في كلامه احد
من الصحابة والتابعين كلمة واحدة من ذلك ولا
تصورونه ولو فسموه لم يفهموه والى العرب ذراع
ولهم ان نسب المتكلمون الذين لمجوف في جوار المعقول
اليه خاصة دون غيره وسموه استاذهم ورائسهم
واجتد بته كل فرقة من الفرق الى نفسها الا ترى
ان اصحابنا يتقنون الى واصل بن عطاء واصل
تلميذ ابی هاشم ابن محمد بن الحنفية وابو هاشم
تلميذ ابيه محمد بن محمد تلميذ ابيه علي بن ابي طالب
فاما الشيعة من الامامية والزيدية والكيانية
فانتماء هم اليه ظاهر واما الاشعرية فانهم
باخرة يتقنون اليه ايضا لان ابی الحسن الاشعري
تلميذ شيخنا ابی علي بن ابي طالب والى علي بن ابي طالب
ابو يعقوب النخعي و ابو يعقوب التميمي ابی الهذيل
والهذيل تلميذ ابی عثمان الطويل بو عثمان الطويل
من عطاء فعاد الامراء انتهاء الاشعرية الى علي
عليه السلام واما الكرامية فان ابن الهيثم ذكر
في المعرفت كتاب المقالات ان اصل معتقدهم و
عقيدتهم يتقنون الى علي بن ابي طالب من طريقين
احدهما انهم يسمون ان اعتقادهم عن شيخهم
شيخنا ابی ان يتقنون الى سفيان الثوري ثم قال و
سفيان الثوري من الزيدية ثم سأل نفسه

علاء کلام
علی ہی کے
شاگرد ہیں
اور آپ ہی
علوم ہلوی
کے امام تھے

چشم حکیمین
و علم علی
کے شاگرد
ہیں

علمائے متکلمین اور توحید و عدل پر بحث کرنے والوں کے جس قدر
بھی گروہ ہیں ان سب کا سلسلہ آپ کی ذات پر ختم ہوتا ہے جس
طرح فقہاء و علمائے شریعت اور علماء ادب و بلاغت کا سلسلہ آپ
کی ذات سے متصل ہوتا ہے اور اصل حضرت ہی ان سب کے استاذ ہیں
پس آپ کی ذات سب سے زیادہ احق ہے امام کہلانے کی

یہ سب سیکھا ہے اور یہ سب سب آپ ہی کے خوشہ چیر ہیں

حکمت و فلسفہ اور مسائل الہیات پر بحث و نظر کرنا یہ عربوں کا
فن نہ تھا اور نہ ان کے بڑوں اور چچوں سے اس موضوع پر
کچھ منقول ہے، یہ فن تو مخصوص تھا یونانیوں اور اہل حکما سے
اور ایسے اگلے لوگوں سے جو حکمت کے ستون تھے اہل عربوں میں جو
سب سے پہلے حکمت و فلسفہ میں در آیا وہ علی بن ابي طالب ہی ہیں
یہ توحید و عدل کے دقیق مسائل آپ کے باطلام خطبہ میں
پھیلا ہوا ہے اور صحابہ و تابعین کے یہاں اس موضوع پر ایک
کلمہ بھی نہیں پایا جاتا اور نہ ان لوگوں کے کلام میں اس کا تصور ہی کیا
جاسکتا ہے اگر وہ اس کو کچھ سمجھ سکتے ہوں تو سمجھا نہیں سکتے، عربوں
کو اس سے کیا تعلیق، اسی بنا پر وہ متکلمین جو بجایا معقولات کی شایان
کرنے والے ہیں وہ خصوصیت سے حضرت ہی کی طرف منسوب ہو
نہ آپ کے غیر کی طرف اور ان متکلمین نے حضرت کو اپنا استاد و سربراہ
پویش کیا ہے اور متکلمین کے ہر فرقہ نے حضرت کو اپنی طرف
کھینچا ہے (یعنی یہ کہ اس فرقہ کو حضرت سے خاص تعلیق ہے ذکر اس
کے غیر کو) کیا نہیں دیکھتے ہو کہ ہمارے اصحاب معتزلہ منسوب ہیں اصل
بن عطاء کی طرف، اور اصل شاگرد ہیں ابو ہاشم بن محمد حنفیہ کے اور
ابو ہاشم شاگرد ہیں اپنے باب محمد حنفیہ کے اور محمد حنفیہ شاگرد ہیں
اپنے پیر بزرگ ابو علی بن ابي طالب کے لیکن شیعیہ امامیہ زیدیه
کیا نہیں ان فرقوں کی حضرت تک انتہا ہونا وہ بالکل ظاہر ہے
رہے اشاعرہ ہیں اشعری فرقہ بھی بالآخر حضرت ہی تک پہنچی
ہو تا ہے اس لیے کہ ابو الحسن اشعری شاگرد ہیں ہمارے شیخ ابی
کے اور ابو علی شاگرد ہیں ابو یعقوب شحام کے اور ابو یعقوب شاگرد
ہیں ابو ہذیل کے اور ابو ہذیل شاگرد ہیں ابو عثمان طویل کے اور
ابو عثمان طویل شاگرد ہیں واصل بن عطاء کے تو اس سلسلہ سے ہجرت
فرقہ ہیں حضرت علی تک پہنچی ہو جاتا ہے لیکن "کرامیہ" تو اس
فرقہ کے متعلق ابن ہشیم نے کتاب المقالات میں ذکر کیا ہے کہ ان
کے اصل عقائد و مقالات و طریقوں سے حضرت تک پہنچی ہوئے
ہیں اول یہ کہ یہ لوگ نہ دیتے ہیں اپنے اعتقادات کی ایک شے سے

نقال اذا شيخكم الا ابا عبد المذی تنقون اليه
كان زيدا فاما بالكم لا تكونون زيدا و احباب
بان السعفيان الثوري رحمة الله تعالى
وان اشهر عنه الزيدية الا ان تزيد ه
انما كان عبارة عن موالات اهل البيت
وانكار ما كان بنو امية عليه من
الظلم و احبال زيد بن علي و
تغيبه و تصوينه في احكامه و
واحواله ولم ينقل عن سفيان
الثوري انه طعن في احد من الصحابة
الطريق الثاني انه عدم مشايخهم و احبال الواحد
حتى انتهى الى علماء الكوفة من اصحاب
علي كسلمة بن كهيل و حبة العرفي و سالم بن ابي الجعد
والفضل بن حكيم و شعبة و الاعمش و علقمة و
وهبيرة بن مريم و ابی اسحق الشيبی وغيرهم ثم
قال هؤلاء اخذوا العلم من علي بن ابي طالب عليه السلام
فهو ليس لجماعة يعني اصحابه واقوالهم منقولة عنه
وما خذوه منه واما الخوارج فانتماء هم اليه ظاهر ايضا
ممن طعنهم فيه لانهم كانوا اصحابه و عنه مرقوا بعد
ان تعلوا عنه واقبلوا منه و هم شيعة النصارى بالجل و الصغين
ولكن الشيطان ران قلوبهم و اعمى بصائرهم
(شرح ابن ابی احدید المجلد الثاني ص ۱۵ مطبوعه دار الكتب العلمية)

دوسرے شیخ کی طرف یہاں تک کہ نہ پہنچی ہو تی ہے سفيان ثوري تک
اور سفيان ثوري زیدي تھے
اس کے بعد ابن ہشیم نے اپنے لفظ سے ایک سوال کیا ہے کہ جب تمہارا
شیخ ابی زیدي ہے تو تم سب کیوں نہ زیدي کہتے جاؤ پھر اس سوال
کا جواب خود یہ دیا ہے کہ سفيان ثوري خدا ان پر رحمت کرے اگرچہ
مشہور بہ حیثیت زیدي ہونے کے ہیں لیکن ان کا زیدي ہونے سے
مراد موالی الہییت ہونا، بنی امیہ کے نظام کی وجہ سے بنی امیہ
سے مخالف ہونا اور زید بن علی کی تعظیم و احترام اور احکامات و
احوالات شریعت میں زید کا محفوظ و مصون سمجھنا ہے سفيان ثوري
کے متعلق کہیں نہیں پایا جاتا کہ کسی ایک صحابی پر بھی طعن کیا ہو،
دوسرے یہ کہ ابن ہشیم نے شایع کر امیہ کو ایک کے بعد ایک کو کہے
گناہ ہے یہاں تک کہ ان علماء کو فہم تک پہنچے ہیں جو صحابہ کرام ہیں
علی سے تھے جیسے سلمہ بن عقیل حجة النبی، سالم بن ابی جعد،
فضل بن حکیم، شعبة، اعمش، علقمة، ہبیرہ بن مريم.....
ابو اسحق شيبی وغیرہم اس کے بعد یہ کہتا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں
جنہوں نے علی بن ابی طالب سے براہ راست علوم کو حاصل کیا ہیں
حضرت ہی رئیس جماعت علماء ہیں اور ان علماء کے اقوال حضرت ہی
سے منقول و ماخوذ ہیں لیکن خوارج ان کی نسبت بھی حضرت کی طرف
ظاہر ہے اگرچہ ان لوگوں نے حضرت پر طعن کیا ہے یہ لوگ حضرت
کے اصحاب ہیں تھے حضرت سے علم حاصل کرنے کے بعد دین سے
نکل گئے اور شیطاں نے ان کے دل پر قہقہہ کر لیا اور یہ اپنی بصیرت
کھو بیٹھے

ان حقائق کے بعد کیونکر یہ کہنے کی جرأت ہوتی ہے کہ علی کے بعض خطبات میں مضامین علم کلام ہیں اس لیے ان کی نسبت حضرت
کی طرف مشکوک ہے

جس وقت عالم اسلام میں علوم کا فقدان تھا اور اصل آپ ہی سے علم کلام کی ابتدا ہوتی ہے، جب دوسرے سلطنت و مملکت کی خواہشات
علی اس کی اشاعت کرتے تھے آپ دنیا کے سامنے اپنے سرمایہ عقل و فکر کو لٹانے کی فکر میں تھے

عباس محمود العقاد کہتے ہیں :-

وقد لبث علي بن ابي طالب زهاء ثلاثين
سنة منقطعاً او يكاد يتقطع عن جهاد الحكم
والسياسة متفرغاً او يكاد يتفرغ لفنون البحث
والدراسة يتأمل كل ما سمع ويراجع كل ما
قرأ ويعرف كل ما يعرف ممن يلقاه ويستطلع
الابعاد والمراعاة وقضاياها، فهو ما يكن قسط
الثقافة العالمية قليلاً في بلاد الاسلام
على تلك الايام، فقيه ولا ريب الكفاية للعقل

تیس سال تک علی بن ابی طالب حکومت و سیاست سے الگ رہے
اور مختلف علوم و فنون کی تعلیم و تدريس اور بحث و نظر میں مشغول
رہے، جو سنتے تھے اس پر غور کرتے تھے اور جو پڑھتے تھے اس پر
تدبر کرتے تھے اور درک حقائق کی طرف برابر متوجہ رہتے تھے اور
ہر قسم کے خیالات و محالات و قضايا پر مطلع رہا کرتے تھے اگرچہ
اس زمانہ میں مالک اسلامیہ میں علوم و معارف کی کمی تھی
بے شک عقل بیدار و بصیرت تام کی رہبری اور اس کو سمجھنے کے
لیے اتنا بہت کافی ہے جو امام نے اپنے فہم و ہوشمندی سے سمجھا

البیضاء والبصیرة الراعینان تفہم ما فیہ الامام
وان ینبت ما ینبتہ نہج البلاغۃ من الخواطر
والاحکام

اتحاد العقاد دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

فقی کتاب نہج البلاغۃ فیض من آیات التوحید و
الحکمة الالہیۃ تستع بہ دراستہ کل مشتغل
بالعقائد واصول التالیۃ وحکمتہ التوحید
درمیان تشکک الباحث فی نسبہ بعضہا الی الامام
لغلبۃ الصنیعۃ الفلسفیۃ علیہا وامتزاجہا بالاشراۃ
والمصطلحات التی اقتبت بعد ذلک من ترجمۃ
الکتب الافریقۃ والاعجمیۃ ولا یمکن الکلام علی الاضداد
والطبائع والعدم والمحدود والصغۃ والموصوفات
ولکن الذی یقراک الباحث ولا یشک فی نسبہ الی الامام
او فی جواز نسبہ الیہ قسطا وان لم یحقق رأی القائلین
بسبق الامام فی مضامیر علم الکلام واعترا ف
المعترفین لہ بالاستاذیۃ الرشیدۃ لکل من یحیی بہ
من اصحاب الاراء والمقولات وهو علی
جملۃ خیر ما یعرف المؤمن من ربہ
و ینزہ بہ الخالق فی کمالہ

(عقیدۃ الامام ص ۱۸)

خدا کے متعلق اسلامی نظریہ کی سب سے بالاتر عقائد مصری نے فلسفۃ الہیات اور تاریخ خدات نامی کے موضوع پر ایک
اثر اعلیٰ مثال علی کا خطبہ ہے
کے متعلق جو مختلف تصورات و نظریات ہیں اس پر فلسفیانہ انداز سے ایک تاریخی بحث کی ہے، اسی ہتہم بالثان کتاب میں وضو
نے خدا کے متعلق اسلام کا جو بلند نظریہ ہے اس کی مثال میں امیر المؤمنین کے اس مشہور و معروف خطبہ کو جو نہج البلاغہ میں خطبہ اول
کی حیثیت سے موجود ہے پیش کیا ہے، اس وقت میرے سامنے عقاد کی اصل کتاب نہیں بلکہ اس کا فارسی ترجمہ ہے، جس کا نام "خدا ہے"
اس لیے بجائے عربی عبارت کے اس کا ترجمہ پیش کرتا ہوں، عقاد مصری لکھتے ہیں :-

"خداوند عالم کے متعلق اسلامی نظریہ کی بلند و برتر مثال نہج البلاغہ کا وہ خطبہ ہے جس میں صفات کو معنی تمثیل
(معنی کے ساتھ) ذات خداوندی نہ معنی اسماء حسنی بیان کیا گیا ہے اس لیے کہ اسماء حسنی قرآن میں موجود ہے جس سے
سلمانوں میں کوئی نہیں ہے، اب میں اس مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کا کچھ حصہ پیش کرتا ہوں
الحمد للہ الذی لا یبلغ مدحتہ القائلون — الی — ولا حیکۃ احد ثلھا ولا ہامۃ نفسا ضطرب فیہا
الی اخر الخطبہ" کو یہ خیال ہے پورا خطبہ میں نے نہیں نقل کیا ہے، اس خطبہ کے بعد مجھ کو اس کا حق ہے
کہ میں یہ کہوں کہ خدا کے متعلق یہ ایک ایسا نظریہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے" (اتحاد عقاد ص ۱۸)

یہی وہ خطبہ ہے جس کو دیکھ کر منکرین، متوجہ و مضطرب ہو کر شک کرنے لگتے ہیں لیکن عقاد ساناقد و ادیب مورخ و محقق حکیم فیلسوف
اس میں شک کی گنجائش نہیں پاتا بلکہ اس کو امیر المؤمنین کا کلام ہونے کی حیثیت سے تمام دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، اور یہ بتاتا ہے

خداوند عالم کے متعلق اسلامی نظریہ کی یہ ایک سب سے اعلیٰ مثال ہے۔

مسلمانان عہد رسالت کے دلوں میں شکوک تھے جو لوگ بعد عہد رسالت کی تاریخ پر دقیق نظر رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگرچہ عربوں میں ظاہری
جنگ علی نے اپنی تقریروں و خطبوں سے دور کیا اسلام تھا لیکن دراصل وہ اصول دین و عقائد میں مستحکم نہ تھے وہ اسلام کے خلاف ہر شکل اور
اعتراض کو اپنے دل میں جگہ دینے کو تیار تھے، وہ اسلام کے خلاف ہر مخالف آواز کو نہ صرف سننے ہی کے لیے آمادہ تھے بلکہ اس کو قبول
کرتے تھے، اس نازک موقع پر برخلاف خلفاء مابقی کے کہ وہ لوگوں کو سوچنے، سمجھنے اور چون و چرا کرنے پر ان کا گلا گھونٹتے تھے حضرت
نے عقلی استدلال سے مستضعفین کے ایزاد و مستضعفین کے شکوک کو رفع فرمایا،
الان ذلک شیخ عبد اللہ العلامی لکھتے ہیں :-

دیجسن بنان نشیرہنا الی ان کتاب نہج البلاغۃ
اذر منہا دراستۃ نقدیۃ نفع فیہ علی مایوں
ہذا الظن، ففیہ خطب کثیرۃ و محالہ کثیرۃ تدد
علی مسائل من اصول الدین کان الناس لا یفتنوا و
یسالونہ عنہا و یسألون بہا فیما بینہم من مسائل
تتعلق بالذات الالہیۃ فی اغلب الاحیان کمثل خطبۃ
الاشباح وھی من جلائل خطبہ وکان سألہ سائل
ان یصف اللہ حتی کانہ یراہ عیاناً فخصب الامام
وعظم بیزۃ اللہ، وخطبۃ فی ابتداء خلق السموات
والارض وخطبۃ فی تنزیہ اللہ واجوبۃ فی الحریۃ
الادبیۃ او الارادۃ الخزیۃ (معضلة القضاء والقدر)
عماد لنا علی ما ہو متحکمہم من حیرۃ حقیۃ فان
الاسلام زعم انہ وضع حداً لحد الحقیقہ بما فرض
من مثل و تعالیم، عادت فظہرت علی اشکال سئلۃ
و بالاخص بعد عملیۃ المزج الکبریٰ التی ادی الیہا
الفقہ السریع، فدخل ذوی الدیانۃ الاخری
فی الاسلام والامم لا تغیر دیاناً تھا کما تغیر تو اھا
ثبت ہذا الحقیقۃ او انماھا و لکنہ اعطاھا شکل الجحش
الدینی (تاریخ تحبیل ۱۱۵، ۱۱۶ طبع بیروت)

مناسب ہے کہ ہم اس طرف بھی اشارہ کریں کہ نہج البلاغہ کا مطالعہ
اگر ہم ذرا وقت نظر سے کریں تو اس سے بھی ہمارے خیال کی تائید
ہوتی ہے اور ہمارا مقصود حاصل ہوتا ہے (کہ اس وقت کے لوگ اپنے
عقائد میں پختہ نہ تھے) اس لیے کہ نہج البلاغہ میں بہت سے خطبہ اور
تقریریں ایسی ہیں جن میں اصول دین کے مسائل پر بحث کی گئی ہے، معلوم
ہوتا ہے کہ لوگ امیر المؤمنین سے برابر ان مسائل کو دریافت کرتے رہتے
تھے یا خود آپس میں اس زمانہ کے لوگ ان مضامین پر بحث و مباحثہ
کیا کرتے تھے، یہ مسائل زیادہ تر ذات الہی سے متعلق ہیں، مثلاً خطبہ
اشباح کے جو حضرت کے جلائل خطبہ میں سے ہے، ایک مرتبہ ایک
سائل نے حضرت سے عرض کیا کہ خدا کے صفات اس طرح بیان
فرمائیے کہ گویا اسے آنکھوں سے دیکھا، یہ سن کر آپ غضبناک ہو
اور خدا کی تشریح کو آپ نے بیان فرما کر اس کو چھوڑ دیا، اسی طرح
آپ کا وہ خطبہ جو زمین و آسمان کی خلقت کے متعلق ہے، اور
وہ خطبہ جو خدا کی تشریح کے متعلق ہے (یعنی خطبہ توحید) اور آپ
کا وہ جواب جو حریت اخلاق و ارادہ جزیہ (یعنی مسئلہ شکر)
قضاء و قدر کے متعلق ہے۔ امیر المؤمنین کے یہ سب خطبے اور جو آپ
اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے دلوں کے اندر عقائد کے متعلق
ایک پوشیدہ حیرانی (تذبذب و شک) موجود تھی اور وہ ذات العقیدہ
نہ تھے اگرچہ اسلام نے اپنی تعلیمات سے اس حیرانی و تذبذب کی
روک تھام کی، لیکن یہی تذبذب و شک ایک اسلامی شکل میں دوبارہ ظاہر ہوا خاص کر سرعت فتوحات کے بعد جب دوسری قوموں
سے زبردست میل جول ہوا اور دوسرے دین و مذہب کے لوگ جب حلقہ گوشت اسلام ہوئے کیونکہ تو میں اپنے دینی عقائد کو یوں سامانی سے
نہیں بدلتی ہیں جس آسانی سے وہ اپنا لباس تبدیل کرتی ہیں اس لیے یہ تذبذب دینی اور عقائد کا شک باقی رہا بلکہ اس میں ترقی ہوئی

لیکن اب یہ اجتہاد دینی کی شکل میں ظاہر ہوا (یہ اشارہ ہے خوارج، مرجعہ، وجہیہ عقائد و رجائات کی طرف)
بہر حال نہج البلاغہ کے خطبات میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اسی طرح یہ بھی عجیب اعتراض ہے کہ "خطبہ نفاس" میں
خطبہ کا خطبہ طاووس میں جن جانوروں کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں ان میں بہت ہی وقت نظر سے کام لیا ہے اور کمال مصوری کا
مظاہرہ ہے اس لیے یہ امیر المؤمنین کا کلام نہیں ہے، اس اعتراض پر معترض کی بکلی عقل پرستی معلوم ہوتی ہے، اعلیٰ سادہ و دقیق نظر
و غائر فکر، جو نفاس فطرت ہو وہ ان جانوروں کے ظاہر حالات پر غور کر کے ان کی صحیح تصویر کو اپنے الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا
عربوں کے کم سن اور ناچھچھو میں بھی یہ صلاحیت موجود تھی کہ وہ اپنے الفاظ میں صفات کو اس طرح بیان کر دیتے تھے کہ اصل موصوف کی

تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی تھی، شاعر محض حسان بن ثابت، انصاری کے صنیر السن کے کا شہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ بھڑنے اس کو کاٹ لیا وہ روتا ہوا باپ کے پاس آیا کہ مجھ کو ایک جانور نے کاٹ لیا ہے، حسان نے جانور کا نام پوچھا، بچہ نام سے واقف نہ تھا حسان نے پوچھا اس کی صورت کیا تھی بچے نے بتلایا "کائنات ملتفت بہدی حیرۃ" یعنی گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ غلط چادر میں لپٹا ہوا ہے، حسان کے نگاہوں کے سامنے بھڑکی تصویر آگئی اور وہ یہ سمجھ گئے کہ بھڑنے کاٹ لیا ہے، بچے کی باریک بینی اور الفاظ کے ذریعہ تصویر کشی کرنے پر وہ خوش ہو کر کہنے لگے "واللہ صارا بنی الشاعر" بخدا میرا بیٹا شاعر ہو گیا،

وہ علی جوینا پر روایات اہل سنت جانوروں کی بولیوں کو بھی سمجھنے والے تھے وہ جانوروں کے ظاہر حالات و کیفیات کی مصوری اپنے الفاظ میں نہیں کر سکتے تھے، علامہ تعلی نے اپنی کتاب العرائس میں بضمن تذکرہ اصحاب کہف صفحہ ۲۵۸، ۲۵۹ (مطبوعہ مصر) لکھا ہے کہ خلیفہ دوم کے دربار میں علماء یہود کا ایک گروہ آیا تھا جس نے خلیفہ وقت سے چند سوالات کیے تھے اور یہ کہتا تھا کہ اگر صحیح جواب دو گے تو ہم اسلام قبول کر لینگے، خلیفہ تو جواب دینے سے عاجز ہو گئے تھے اور حضرت علی سے یہ کہہ کر "یا ابا الحسن انت لکمل معضلة وشدۃ قدی" اسے علی آپ ہر مشکل مسئلہ و مصیبت کے وقت پکارے جاتے ہیں اس وقت امیر المومنین نے علماء یہود کے ہر سوال کا جواب عنایت فرمایا تھا، ان سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا،

ما یقول الدلیح فی صیاحہ
وما یقول الدلیح فی صراخہ
وما یقول الغرس فی صہیلہ
وما یقول الضفدع فی نعیقہ
وما یقول الحمار فی نہیقہ
وما یقول القبرة فی صفیرہ

حضرت نے اس سوال کا جواب بھی دیا تھا جن کو سن کر علماء یہود نے یہ تسلیم کیا تھا کہ یہ صحیح جواب ہے اور اسلام لائے تھے اس صورت میں امیر المومنین نے بعض حیوانات کے اوصاف کے بیان کرنے میں دقیق نظری سے کام لیا تو کیا حیرت ہے علی نے طاؤس کو کہاں دیکھا؟ یہ بھی ایراد کیا گیا ہے کہ حضرت علی نے طاؤس کو کہاں دیکھا تھا اور وہ بھی اس کے جوڑے کو؟ اس کا جواب ابن ابی الحدید نے دیا ہے،

قلت لم یشاہد امیر المومنین علیہ السلام الطائر بالمدينة بل بالکوفة وکانت یومئذ تخی الیہا ثمرات کل شئی وناک الیہا ہذا الملوک من الافاق ومرتبة المسافدة مع وجود الذکر والانثی غیر مستعدة (ابن ابی الحدید جلد دوم ص ۵۵۵ مطبع مصر)

میں عرض کرتا ہوں کہ ابن ابی الحدید کی تائید مورخ مسعودی کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ چین و ہندستان کے چاروں حیروں کے بندرگاہوں پر لنگر انداز ہوتے رہتے تھے اور عباس محمود العقاد نے بھی یہی بتلایا ہے کہ حضرت کے عہد میں کوفہ میں غیر ممالک کے آنے والوں کا اجتماع رہتا تھا

خود امیر المومنین کی خدمت میں ہندستان کے جانور کا بار آیا ہو بھی پایا تھا کتاب الرجال لکھنؤ صرف یہی نہیں بلکہ عراق میں قدیم زمانے سے ایک ایسے فرقہ کا وجود بھی پایا جاتا ہے جو شیطان و طاؤس کی پرستش کیا کرتا تھا، کوئی وجہ نہیں کہ وہ فرقہ جو طاؤس کی پرستش کرتا ہو اس نے اس پرندے کی نسل کی حفاظت نہ کی ہو، کیا تعجب ہے کہ وجہ کے کنارے پر جو مشہور رہا طاؤس تھا اس کی شہرت اس نام پر صرف اسی بنا پر ہوئی کہ وہاں طاؤس کثرت سے پائے جاتے ہوں،

طاؤس کی شہرت اس نام پر صرف اسی بنا پر ہوئی کہ وہاں طاؤس کثرت سے پائے جاتے ہوں،

اس لیے یہ خطبہ حضرت علی کے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس عہد میں طویل خطبے نہیں ہو سکتے تھے، یہ ایراد بھی انتہائی پوچھ دیکھ سے طویل خطبہ وہ دیگا جس کو علم و ادب پر قدرت حاصل ہوگی اور مضامین عالیہ کو بیان کرے گا۔ خلفاء ماضی کو یہ بات کہنا نصیب تھی۔ بے شک رسول اللہ نے ایسے خطبے ارشاد کیے مثلاً خطبہ الوداع، خطبہ الغدير اس قسم کے آپ کے دوسرے خطبے بھی ہیں لیکن قوم نے ان کی جیسی حفاظت کر لی چاہیے تھی نہ کی، مشہور خطیب سحبان وائل جو زمانہ جاہلیت میں یہ ایراد اور مادہ کے زمانہ میں ۵۵ھ میں مرا، اس کے خطبے عموماً طویل ہی ہو کر تے تھے، خود عمر کے کئی طویل خطبے کا یہ ایراد بھی لے دیا ہے، وہ لکھتا ہے،

وقال ليجاز في كتاب النبیان والتبيين لم يكن عمر من اهل الخطب الطوال وكان كلامه قصيرا واما صاحب الخطب الطوال علی ابن ابی طالب علیہ السلام وقد وجدنا ان عمر خطباً فیها بعض الطول ذکرها ابن جعفر محمد بن جریر الطبری فی التاريخ (ابن ابی الحدید جلد سوم مطبع مصر)

اس کے بعد ابن ابی الحدید نے ان خطبوں کو نقل کیا ہے، یہ خطبہ تاریخ طبری جلد سوم مطبوعہ مصر کے صفحات ۲۸۲-۲۸۳ پر موجود ہے ابن ابی الحدید نے جو حوالہ دیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "انما صاحب الخطب الطوال علی بن ابی طالب علیہ السلام علی بن ابی طالب طویل خطبے ارشاد فرماتے میں شہرت و امتیاز رکھتے تھے، جس کا اقرار علامہ جاحظ سائق بصیر کو بھی ہے جاحظ اپنی ایک دوسری تالیف "کتاب فضل ہاشم علی عبد شمس" میں امیر المومنین کی اس خصوصیت امتیاز کو ان الفاظ میں لکھتا ہے،

وان کان الى الفقه والعلم بالتاویل ومعرفة التنزیل والی القیاس السدید والی الاُسنة الحداد والخطب الطوال فمن مثل علی بن ابی طالب

مجموعہ رسائل الجاحظ راجعہ فی فضل ہاشم ورتبہ علامہ ابن ابی طیب اول

در اصل خطب و رسائل مقتضائے حال کی بنا پر ہو کر تے ہیں، کبھی حالات کا تقاضہ ایسا ہوتا ہے کہ طویل دیا جائے اور کبھی اختصار ہی کی ضرورت ہوتی ہے، امیر المومنین کا ہر کلام اسی مناسبت سے ہے، وکتور زکی مبارک اپنی کتاب النثر الفني فی القرن الرابع میں لکھتے ہیں:-

ان مسألة الاجاز والاطناب كانت تجری فی الغالب علی مقتضى الحال فكان الکاتب یوجز تارة ویطنب اخرى وفقاً للظرف والى بکتاب فی ہمار سالنہ، وکان من الخطباء من یطل وکان منہم من یوجز ولا یرجعون فی ذلک الى قاعدة غیر المناسبت التي توجب الکلام قسفی مرة بالاطناب وتقضی حیناً بالاجاز، وسحبنا وائل الذی عرف بالتطویل و بانه کان یخطب احیاناً نصف یوم انثرت عنه الخطب القصیرة الموجزة وذلک یدل علی ان الصطرة كانت غالباً علی ذلک العصر وان القاعدة المطردة

طویل و اختصار کا مسئلہ ایسا ہے جس کا تقاضا مقتضائے حال سے ہے، اکتب جس چیز پر لکھتا ہے اس کو خیال کرتے ہوئے اجاز سے کام لیتا ہے اور کبھی اطناب سے خطبہ میں بھی بعض خطیب طولانی خطبے دیتے ہیں اور بعض مختصر اس کے لیے کوئی خاص قاعدہ قانون نہیں مقرر تھا جس کی طرف وہ رجوع کرے یا اس پر وہ پابند ہو، سوائے مناسبت حال کے اس لیے خطبے کبھی طولانی ہوتے تھے اور کبھی مختصر، سحبان وائل جو طولانی خطبے دینے میں مشہور ہے اور جو آدھے آدھے دن تک خطبے دیا کرتا تھا اس کے مختصر اور چھوٹے خطبے بھی ملتے ہیں، ہر امر اس بات کی دلیل ہے کہ اصول نفرت کی پابندی کا زیادہ لحاظ اس زمانہ میں کیا جاتا تھا کوئی خاص

لم تكن شيئاً آخر غير مراعاة الظروف و مسائل على بن ابي طالب و خطبه و وصاياہ و عہودہ الی ولاتہ تجری علی حدائق الفطریہ و یطیل حین یکتب عہداً یباین فیہ ما یجب علی الحاکم فی سیاسۃ القطر الذی یرعاه و یوجز حین یکتب الی بعض خواصہ فی شان معین لا یقتضی التطویل (المنزل الغنی الجزء الاول ص ۵۹ طبع مصر)

ہیں کیونکہ وہاں طول و اطراف کی ضرورت نہیں ہے۔ عہد نامہ مالک اکثر بھی مقتضائے حال کی بنا پر طویل ہے حضرت کا وہ مشہور و معروف عہد نامہ جو مالک اکثر کے نام سے اس کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ یہ طویلانی ہے، دستور کی مبارک کی تقریر سے یہ ایراد بھی برطرف ہو رہا ہے۔ نتیج البلاغہ میں موجود ہے، اور تفسیر رضی سے پیشتر کے مصنفات میں بھی یہ پایا جاتا ہے چنانچہ اس کو شیخ اجل ابن عربی علی بن شیبہ احمادی المتوفی ۳۳۵ھ نے نہ تمام و کمال اپنی کتاب فتح العقول میں درج کیا ہے۔ عہد نامہ کے مضامین علی کے زمانہ سے ارفع و بلند ہیں؟ اربابہ امر کہ ایسا بہت نشان دستور عباسی امیر المومنین کی طرف کیوں اس اعتراض کا شیخ عبد اللہ علی کی طرف سے جواب منسوب ہو سکتا ہے، جب کہ اس کے مضامین عالیہ علی کے عہد سے ارفع و اعلیٰ ہیں اس کا جواب شیخ عبد اللہ علی کی زبان سے سنئے۔

وہذا یوصلنا الی ان التنظيم الکامل لم یتم فی عہد الخلفاء الاھم لم یستقر و فی حیاتیہ مدنیہ خالصہ تدعوہم الیہ علی انھم قطعوا امثالاً طاً فی سبیل التنظيم العامہ لا یتوہمون متوہم حینما تکلم عن النظام انما نفسی الناحیۃ الشرعیۃ الی کلک بالقرآن و انما نعمیۃ من الناحیۃ العلمیۃ الاجرائیۃ ای من ناحیۃ التشکیلات والتراتب خاصۃ و ان الواقع علی الکتب الی عنیت ہذا فی الناحیۃ من الدس لکن ماوردی المرسوم بالحکام السلطانیۃ یقع علی تجربات تقنینیۃ و محاولات تنظیمیۃ تحت فی عہد الخلفاء الا انھام تجاوز ہذا فی الصعقۃ ای لم تسق علی وجہ لیسیم لنا باطلاق اسم النظام علیہا الا فی تسع و عجاذیق و ہذا فی المحاولات و التجربات الھمت ذوی العقولیات القضاشیۃ العمیقۃ ان یقدموا دستور النظام العام بکافۃ ما یلزم منہ، و ما الاریب فیہ ان علیا کان صاحب الکتب علیہ قضائیۃ نظامیۃ فی ہذا العہد فہو قد استفاد من

اس عہد نامہ کا ذکر رضی نے بھی کیا ہے۔ اس کے مصنفات میں موجود ہے۔

دور نظام میں مکمل نظام سلطنت کا دور تھا

کل ما مر بالحکم العربی الاسلامی من اشکال و ایضاً المس حاجۃ المجمع من وجہ و محاسن و مساوی المحاولات الی حوالہا الخلفاء قبلہ من وجہ آخر تقدم دستور التنظيم علی نظام فی عہدہ الی الاشتراک الخلفاء بعد الاختیار والامتحان الواقعی و ہذا العہد لیشاہ فیہ بعض الباحثین مستندین الی ان الافکار النظامیۃ الی یجری علیہا لا تسمج باضافۃ الی عصمتی و ہذا ذکرنا لندبہن بانہ لا محل للشک لان علیا مہوہوب فی القضاء والادارۃ ہما فی ذلک شک، حتی قیل قضیۃ ولا ابا حسن لہا۔

وقد اهتم المشترون بعد ذلک بجمع اقصیہ واحکامہ و تنظیماتہ فالف الترمذی کتاباً فی مجلدین دعاہ، "اخصیۃ علی" و الف ابن قیم الجوزی کتاباً فی "السیاسۃ الشرعیۃ" ملاک باقصیہ، ہذا یدلنا علی ان علیا کان یتنازل بعقلیۃ نادرۃ فی القضاء المتصل بالتنظیم و لان المحاولات الی صدارۃ من الی بکرجاء فحور فیہا و عمر کان اکثر تشبہاً بالتنظیم و میلا الیہ فکثر فی عہدہ التشکیلات لوعا فام جاء عثمان فاقونظما و غیر نظام و استحدث مثل ذلک و علی یرقب کل ہذا التطور النظامی و متصل بالشعب یری مقلد رضیہ عن ہذا الترتبات فاستفاد من ہذا المحاولات الی موت بہ الی ما عندہ من فطرۃ قضائیۃ خارقۃ، ان الذی استطاع ان یطابق باین امانی الناس و بین النظم الی تحکم جمہ و ان یعطى ایضاً شریعات اصلاحیۃ متصل بالاجتماع والسیاسۃ و النظام العام، فاذا کان النبی ہو المشرع القانونی فان علیا ہو المشرع النظامی، فہذا علی الی الاشتراک الخلفاء لیس فیہ ما یدعو الی الشک فیہ او استبعادہ عنہ و ہذا دستور حکومہ صمد رک سوم فی الاسلام و ینظھون من ہذا العہد فان علیا کان یرمی فی مدۃ خلافتہ الی احدث السعوب الاسلامی

عوام کے مطالبات و ضروریات کو اچھی طرح جانتے تھے اور اپنے ماسبق کے خلفاء کی طرز حکومت کی اچھی و برائی لکھنے کے سامنے تھے اس بنا پر ملت اسلامیہ کے ہر قسم کے امتحانات و تجربات کے بعد آپ نے ایک مکمل جامع و مانع دستور سلطنت و نظام حکومت کو عہد نامہ مالک اکثر کے نام سے امتداد کے سامنے پیش کر دیا۔ بعض لوگوں کو اس امر میں شک ہے کہ یہ عہد حضرت ہی کا ہے، اس لیے کہ اس میں جو نظام و دستور درج ہے، وہ محمد حضرت کے عہد کے بلکہ اس کے بعد ہے لیکن یہ شک درست نہیں ہے اور یہ دلیل بہت ہی کو در ہے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت علی میں انتظام سلطنت و تدبیر حکومت و تشکیل ادارہ کا علم خدا داد و فوہی ہے، قانون و دستور کے علم میں آپ محتاج تعلیم نہیں تھے، آپ ہی کے لیے یہ نقل مشہور ہو گئی ہے قضیۃ و لا ابا حسن لہا۔ اور بڑے بڑے علماء و شریعت نے آپ کے قضایا و احکامات و دستورات کو جمع کر کے کتاب لکھ ڈالی ہیں مثلاً ترمذی نے دو جلدوں میں کتاب اقصیۃ علی لکھی اور علامہ ابن قیم جوزی نے کتاب ایاتہ الشرعیۃ لکھی جو حضرت کے قضایا سے بھری ہوئی ہے یہ دلیل ہے اس امر پر کہ حضرت علی علم نظام حکومت و قانون ریاست و احکام سلطنت میں اپنا جواب نہیں دیتے تھے خصوصاً ابو و عمر کی حکومت کی پالیسی اور عثمان کی نظم و غیر نظم سلطنت کو آپ اچھی طرح ملاحظہ فرما چکے تھے چونکہ آپ کو جمہوریت سے اتصال تھا اس لیے ان حکاموں میں عوام کی رضا و عدم رضا کے اسباب کو بھی اچھی طرح سمجھتے تھے اس لیے آپ نے سیاسی و معاشی حالات سے اچھی طرح مطلع ہو کر اپنے خدا داد علم و مافوق العادۃ فطری قابلیت سے مفاد امت کے لیے ایک مکمل دستور لکھ دیا جو تدبیر حکومت و سلطنت و معاشرتی و سیاسی اصلاحات و ضروریات پر حاوی ہو پس اگر پیغمبر اکرم شارع شریعت اسلام ہیں تو علی کا قانون ساز حکومت اسلامی ہیں، عہد نامہ مالک اکثر میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے، بے شک وہ امیر المومنین علی ہی کا خود نوشتہ سب سے پہلا اسلامی دستور حکومت ہے جو فرمان نبوی کی معیت سے ایک گورنر کے نام سے صادر کیا گیا

علی کا تخت انکار کی حکومتوں کو دیکھا اور ایک خاندان اور خراج پر مطلع ہو

عہد حضرت کا صلح نہ کرے بلکہ نہ کرے حضرت علی نہیں

علی محتاج تعلیم نہیں آپ میں خدا داد ہے صلاحیت انتظام سلطنت کی تھی

علی اسلام کے لیے تھے آپ کے قضایا کو جمع کیا ہو

آپ کو نہ حکومت کا اچھا علم تھا

پیغمبر اسلام شارع ہوا ہر دور علی اول حقین اسلام ہیں

عہد نامہ مالک اکثر میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے

الذی رکب با شمل من الامم المختلفة بعلم تشیدی
عظیم وکان علماً موفّقاً جلاً و نظماً جلیلاً لانه الطوب
بادواع المجتمعات من النواحي التشريعية و لكن
الثورة الداخلية التي اثبتت عليه وادرت
حول شخصیه، اعجلته وواقفت كل حركة
الاصلاحية التي ابتدأها بحزم وشدّة
(تاریخ احمین نقد و تحلیف صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۲ طبع بیروت)

اس فرمان سے یہ بات ابھی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت علیؑ
اپنے زمانہ خلافت میں مختلف قوموں و نسلوں سے مرکب
پائی ہوئی امت اسلامیہ کی اصلاح و فلاح و استحکام کے لیے
ایک زبردست اسکیم میں لانا چاہتے تھے، حضرت کا یہ نازیکی
ویاسی پروگرام اگر اجراء ہوتا تو بہت ہی مفید ہوتا اس میں
ملت کے ہر فرد کا درماں تھا لیکن اندرونی شورش و بغاوت نے
(حکیم ملت و صلح اعظم کے) ان اصلاحات کے نفاذ کا موقع ہی
نہ آنے دیا۔

علاوہ ان میں عہد نامہ مالک اشتر کا اسلوب، انداز بیان، سبک تحریر
و طرز عبارت خود اپنے مقام پر ایک زبردست ثبوت ہے کہ اس کا لکھنے والا امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب کے علاوہ اور کوئی
دوسرا نہیں ہے، اسی بنا پر دکتور احمد رفاعی اپنے ”المقدمہ“ میں اس کو نقل کرنے سے پہلے اس کی طرف ان الفاظ میں توجہ
کرتے ہیں: **والیک محمد امیر المومنین الامام علیؑ کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ** لاشتر الغنی و ارضوا ان
تذکر اسلوب علیؑ و اثره (المقدمہ صفحہ ۱۷۷ طبع مصر)

صاحب حماة الاسلام علامہ مصطفیٰ کتب خبیثہ فی مصری اس عہد نامہ کو حضرت علیؑ کا کلام سمجھتے ہیں علامہ مصطفیٰ کتب خبیثہ فی مصری، حماة الاسلام میں لکھتے ہیں۔
نواصلت دعوة من النفوس فاسدھان داوت مرصھا
لکان دعوتہ رضی اللہ عنہ فی صلاح حال مسلمین
جلیل الاثر ولو ساعد الدھر لارتقت الامة العربیة
فی عہد احمی شقت الغلات بار تغاٹھا و نافت
بواسطتہ الامم فی کل شیء و ناھیک بمن جمعت
بعض حکمہ فعاقت بہا الا سفار و نیت بعض مجتہد
بلاغتہ فزلزلت علی لبھا ما استخرج من الارواح، ای
و جدان لطیف ہو مخاطب الناس بما یعینھم و
یعتھم و یرقی جمہم بسلم البرھان الی الکمال، تتعلق
بالا نکار دون الایمان بمثل عہدہ رضی اللہ عنہ
الو شتر الغنی الذی مالاہ بالادامر الصادقة والرفا
الراذعة و طالب الناس بالطاعة علیہ و جملھم باتباع
مانیہ، ہواول قانون سیر العمال فی الامۃ الاسلامیہ
(حماة الاسلام جلد اول صفحہ ۱۲۵ طبع مصر)

یہ سب سے پہلا دستور قانون ہے
الاشتر الغنی النضر (بیروت) حیات علیؑ بن ابی طالب کی فصل سی ام میں بعض آثار ادبی امیر المومنین لکھتے ہیں۔
خطب امیر المومنین دربر ایگفتن مردم و توصیف الطوائف مختلفہ رنگی
ان عصر و محین نامہ اپنے اوج و بد و دستور اور کردار اور
آپ کے بے مثال حکیمانہ کلام کا تعلق نفی و تدبیر اور انسانی فہم و تدبیر
سے ہے جیسا کہ آپ کا وہ عہد نامہ جو مالک اشتر کے نام ہے جو حیات انسانی میں کام آنے والے اور دلوں میں سمجھانے والے اور ادماء و انسا
کا نمونہ ہے جس پر حال اور کار بند ہونے کے لیے نور انسانی کو دعوت دی گئی ہے دراصل امت اسلامیہ میں کارگذاران حکومت کے
لیے سب سے پہلا دستور قانون ہے

کثر بیاک اشتر از مجرات ادبی عرب محبوب می شود
(ترجمہ فارسی زندگانی علی بن ابی طالب عمر ابو النضر صفحہ ۱۲۵)
کروٹا کیا یہ سب کے سب معجزات ادب عربی میں شمار ہوتے ہیں۔
الات و احمد حسن الزیات نے تاریخ الادب العربی میں لکھا ہے:-
و خطبہ فی البحث علی الجھاد و مسائلہ الی معاویہ
و وصفہ الطائوس و الخفاش و الدنیا و کھلا للاشتر
الغنی ان صمم تعد من معجزات اللسان العربی و بدائع
العقل للبشری (تاریخ الادب العربی طبع مصر)

الات و العلامہ السید احمد الہامی کہ مصری نے اپنی کتاب ”جوہر الادب فی ادبیات و انشاء لغتہ العرب“ میں اس عہد نامہ کو امیر المومنین
کے کلام کی حیثیت سے قبول کر کے بہ تمام و کمال وارد کیا ہے (جوہر الادب الفضل الجاد صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۵ طبع مصر)
سیحی علامہ ادا باہی عہد نامہ کا اعتراف کرتے ہیں یہاں تک کہ غیر مسلم سیحی ادا باہی اس عہد کو امیر المومنین کے آثار میں سمجھتے ہیں اور اس
کی عظمت کے متعلق ہیں، چنانچہ عہد المسیح الانطاکی مدیر جریہ العثمان مصر لکھتا ہے:-

وفی هذا العهد من ضروب السياسة وفنون الحكمة
من سياسة الرعية فایخانی بہ ان یکتب بہ علی
الواح الذهب و یعلق علی جدران دورا الحکما
لیتأدوا بآدابہ و یعملوا بہ لتسعد الرعية و تعمد
البلا و هو وحده یشھد لسیدنا امیر المومنین
بانه افضل من حکم الناس و خیر من جاء للحکم
بالقسط و احکم من سطر الیاسة الحکمیة
علی صفحات القوطاس (العقیدۃ العلویۃ لعبد المسیح
الانطاکی صفحہ ۳۷۹ مطبوعہ رئیس خالہ مصر)

وہ علماء اہل سنت جنھوں نے عہد نامہ کی مستقل شرح کی صرف یہی نہیں بلکہ بعض علماء نے عہد مالک اشتر کی مستقل شرحیں لکھی ہیں جو ان
عمومی شرح کے علاوہ ہیں جو بعض نوجوانوں نے علماء و اہل سنت کی یہ شرحیں خاص بہت
کھتی ہیں، سچ تجر عہدہ کی شرح (مقبسہ) یا سہ جو سلسلہ میں مصر سے طبع ہوئی اور الاتا ذوق الفکیکی کی شرح (الرائی والریۃ)
تیسرے ملک و سیاست کے متعلق حضرت کی دوسری تحریریں امیر المومنین کا صرف یہی ایک سیاسی ”صحیفہ“ نہیں ہے جس میں اصول جہاد و
کی تعلیم دی گئی ہے بلکہ حضرت نے جس قدر رسائل فرمائیں اپنے گورنروں کو تحریر فرمائے ہیں وہ سب سب تدبیر مملکت و سیاست
کی تعلیمات سے پر ہیں، اسی قسم کا عہد حضرت نے محمد بن ابی بکر کو بھی تحریر فرمایا تھا جس کو محمد بن عاص نے محمد بن ابی بکر کو قتل
کرنے کے بعد ان کے سامان سے حاصل کر لیا تھا اور اس کو معاویہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید نے اس فقرہ کو لکھا کہ لا خطہ ہو
(غزوات ابن ابی الحدید جلد دوم مطبع مصر) ابن ابی الحدید کہتے ہیں:-

ان یکنی کتاب الذی کان معاویۃ ینظر فیہ و یحب
منہ و یفتی بہ و یقضی بقضایا و احکامہ و
هو کھد علی علیہ السلام الی الاشتر فانه سیمج
وحدہ و منه تعلم الناس الاداب و القضا یا و
الاحکام و الیاسة و هذا العہد صار الی معاویہ
لما سار الاشتر و مات قبل و صولہ الی مصروف کان

وہ کتاب جس کو معاویہ حیرت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھ کر اٹھتا
اور جس کے مطابق احکامات و فیصلے صادر کرتا تھا اور فقہ دیتا
تھا وہ امیر المومنین کا وہ عہد نامہ ہے جس کو آپ نے اشتر غنی کے
لیے تحریر فرمایا تھا کیونکہ اس کا اسلوب و طرز ایک ہی ہے
در اصل حضرت ہی سے لوگوں نے ادب سلطنت تقاضا کی تھی
و احکام سیاست کی تعلیم حاصل کی ہے اور یہ عہد نامہ معاویہ کو اس

علامہ احمد سیحی
عہد نامہ کو
قبول کرتے
ہیں

عہد المسیح
انطاکی کا
اعتراف

عمر بن الخطاب
عہد نامہ
خود تحریر
کرتے ہیں

علی کا بیان
و طرز عبارت
کراچی کمال
کتاب بیجا
لکھا ہے

ترجمہ
عہد نامہ
کا قانون

شعار و
ادب و
الفاظ و
کلام و
تذکرہ

مثل عہد نامہ
مالک اشتر
ادب تحریر
کے لیے بہت
کھن

ينظر فيه ويعجب منه وحقيق مثله ان يقتنى في
خزان المذوق (ابن ابی احمد جلد دوم طبع مصر)
وقت ملا ہے جب کہ اشترخی کو مصر پہنچنے سے پہلے ہی راہیں
زہر سے ہلاک کر دیا گیا ہے اور ان کے سامان سے یہ عہد نامہ

اس مقام پر ابن ابی احمد کو دھوکا ہو رہا ہے۔ اس لیے کہ جب مقام عرب میں معاویہ کی خفیہ سازش سے مالک اشتر کو نہ ہر دیا گیا ہے تو ان
کا سامان لوٹا نہیں گیا، وہاں تو معاویہ کا مقصود صرف یہ تھا کہ خفیہ طریقے سے علی کے سپہ سالار کو زہر سے ختم کر دیا جاوے تاکہ دنیا یہ سمجھے کہ وہ
طبعی موت سے مرے، اس لیے ان کے سامان سے تعرض نہیں کیا جاسکتا تھا، کیونکہ اس سے افشاء کے راز کا خوف تھا علاوہ ازیں مالک اشتر کے
خالق نہیں ہو بلکہ حضرت کے صحابی اصبح بن نباتہ مجاشعی کے پاس مدون و محفوظ تھا (سبح المقال) ان حضرت کا وہ فرمان جو آپ کے صحابہ کے
پاس محفوظ نہ تھا اور ضائع ہوا وہ وہی ہے جو آپ نے محمد بن ابی بکر کے نام لکھا تھا جس کے متعلق حضرت نے محمد کی شہادت کے بعد اٹھائے فرمایا
ان استعملت محمد بن ابی بکر علی مصر فکتب الیہ
انہ لا علم لی بالسنة فکتب کتابا فیہ ادب و سنت
فقتل واخذ الکتاب
جب میں نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا تو انھوں نے مجھ کو
لکھا کہ مجھ کو سنت (تعلیمات نبوی و اسلامی طین مجاہد) کا علم نہیں
پس میں نے ان کو آداب حکومت و تعلیمات پیغمبر کو لکھ بھیجا مگر انھوں نے
ان کو قتل کر کے اس کتاب کو ضبط کر لیا۔

عہد نامہ
محمد بن ابی بکر
کو معاویہ ۲
میں کر لیا تھا

یہ محمد بن ابراہیم اشقی کی روایت ہے جس کو کہ اس نے عبد اللہ بن محمد المدائنی سے نقل کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ فرمان وہ نہیں ہے جو
مالک اشتر کے نام لکھا گیا تھا، وہ اصل جب محمد بن ابوبکر فسطاط مصر میں عمرو عاص کی فوج سے شکست کھا کر قتل کیے گئے ہیں تو ان کے سامان کو کبھی
دشمنوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا جس میں حضرت کا یہ مکتوب بھی تھا جو معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا تھا اور جس کے لیے معاویہ نے ولید بن عقبہ سے
کہا تھا کہ میں لوگوں سے یہ کہوں گا کہ یہ ابوبکر صدیق کی تحریر ہے جو ان کے بیٹے محمد کے پاس تھی، امیر المومنین کو اس کا انقد و تحریر کے ضائع ہونے
کا انوس بھی تھا جیسا محمد بن ابراہیم اشقی بیان کرتا ہے۔

معاویہ نے
امیر المومنین
کو حکایت کیا
کہ ابوبکر کی
تحریر منسوب
کرنا چاہا

فلما بلغ علیا علیہ السلام ان ذلک الکتاب صار الی
معاویۃ اشتد علیہ حزنا (ابن ابی احمد جلد دوم ص ۲۵۵)
آپ کو اس پر بہت افسوس ہوا۔

تاریخ کی اس شہادت کے بعد اب متعرض کا یہ اعتراض کیا وقت رکھتا ہے کہ آپ نے مالک اشتر کی کو ایسا دستور کیوں عطا فرمایا، محمد بن ابی بکر
کو جب کہ وہ مصر کے گورنر تھے کیوں نہیں عطا کیا گیا تھا،
رسالہ المقتطف کا فریب ۲۵۵ء کے بعد لیکن ان حقائق و دلائل کے بعد اس کو ان اور قلیل اسٹیڈیز لندن یونیورسٹی کے پروفیسر غلامی ایک
عہد نامہ مالک اشتر کا اضافہ ہوا
متعصب سبھی رسالہ "المقتطف" ماہ مارچ ۱۳۵۵ء مطابق ۲۵ رجب الاول ۱۳۳۵ء جلد ۱
ہر ایمان لے آئے ہیں اور آپ اس کے صفحہ ۴۸ کو دلائل و حجت کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، اس رسالہ میں "عبد الامام علی و کتاب السلطان
باز یہ اشقی کے زیر عنوان یہ لکھا گیا ہے کہ سلطان بایزید ثانی متوفی ۱۴۵۲ء کا نسخہ عہد نامہ مالک اشتر جس کی کاپی ۱۵۵۵ء میں
پتہ تخت سے بمقام اس عہد نامہ مالک اشتر کے جو نسخہ البلاغہ میں درج ہے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ زیادتی ۱۵۵۵ء سے زمانہ طبع
نسخ البلاغہ مطبوعہ مصر و بیروت ۱۸۵۵ء کے درمیان میں واقع ہوئی، یہ دلیل ایسی ہے جس سے بچوں کو بھی ہنسی آئے کہ لندن یونیورسٹی
کا پروفیسر آنا سادہ کوٹ سے لیکن ایک ہوش مند اس پر روئے گا، بریں عقل و دانش یا نیک گریٹ!

نسخ البلاغہ
کے تمام نسخوں
میں عہد نامہ
موجود ہے
فقط اس کا
نسخہ مذکور

اس لیے کہ اگر ہمیں مکتب است و انما ملا کار غفلاں خراب خوابد شد
سلطان بایزید ثانی سے تقریباً ساڑھے چار سو برس پہلے دنیا جانتی ہے کہ سید رضی نسخ البلاغہ کی تالیف سے رجب ۱۰۵۵ء میں فارغ ہوئے
نسخ البلاغہ کی تدوین مولیٰ جس کے تمام نسخوں میں عہد نامہ موجود ہے، میں جیسا کہ آخر کتاب میں سید رضی نے خود اختتام سال تالیف کو درج فرمایا ہے
جو طبع و مخطوطہ نسخ البلاغہ کے ہر نسخہ میں موجود ہے اس کے بعد علماء و ادبا و اس پر کتاب برابر متداول و مشہور رہی شارحین اس کی
تصحیح کرتے رہے اگر اس میں بعد میں زیادتی ہوئی تو کوئی شاعر اس پر ضرور تنبیہ کرتا نسخ البلاغہ کے مخطوطات بھی یہ کثرت محفوظ ہو کر
دیکھیں کہ یہ نسخہ کون لکھا ہوا ایک نسخہ البلاغہ نجف میں موجود ہے اس کے علاوہ ایک نادر مخطوطہ شہر جرجس کے مدرسہ
"حسن اشا" میں ہے جو محلہ "راعیہ" میں واقع ہے، یہ نسخہ درج تحریر پر قدیم رسم الخط میں نہایت خوش خط قلمی ہے جس کے خوانی

انگوں سے مزین ہیں، ان انگوں میں لا جو روی رنگ کو خاص خصوصیت ہے جلد سیاہ ہے اور اس پر نقش و نگار بنائے گئے ہیں
خاص خصوصیت یہ ہے کہ یہ نسخہ دولت بنی عباس کا مشہور کتاب "یا قوت المستعصمی" کا لکھا ہوا ہے، کا تب نے ان الفاظ کے ساتھ
لکھے نام کو لکھا ہے "کتبہ العبد العقیل الی رحمة الله تعالى یا قوت بن عبد الله الکاتب النوری" یہ امر ضرور قابل توجہ ہے
کا تب نے اپنی عادت کے مطابق اپنے کو "خلیفہ مستعصم باللہ العباسی" کی طرف منسوب نہیں کیا ہے بلکہ بجائے "مستعصمی" کے
"نوری" لکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے،

شہر موصل میں
یا قوت مستعصمی
کا لکھا ہوا
نسخ البلاغہ
جس کا کاتب
۱۰۵۱ء
کے بعد لکھا

قد صرح النقل عن بعض الثقات ان قدوة الکتاب
یا قوت المنسوب الی المستعصم بالله اخرا الخلفاء
العباسیۃ بعد ان قتل المستعصم لم یسب نفسه
الیہ حذراً واحتیاطاً بل کتب بذلك المستعصمی
"النوری" نسبة ارادته وارتباطه الی ابی الحسین
النوری الذی هو من خلفاء المجتهد البخداوی
قدس سره
یا قوت المستعصمی نے خلیفہ مستعصم باللہ کے قتل کے بعد بسبب
خوف و احتیاط کے اپنے نام کے ساتھ مستعصمی لکھنا ترک کر دیا
تھا اور ابو الحسین النوری جو جنید بغدادی کے خلفا میں سے
تھے کے ساتھ ارادت و عقیدت رکھنے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ
نوری لکھنے لگا تھا
(مخطوطات الموصل تالیف وکتور داؤد الجلی الموصلی ص ۱۲۸
و ۱۲۹، طبع مطبع فرات بغداد ۱۳۲۷ء)

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ یا قوت نے صفر ۴۵۵ھ کے بعد اس نسخہ کی کاتب کی ہے اس لیے کہ ۴۵۵ھ کو مستعصم
قتل ہوا ہے، لکھا ہوا ایک نسخہ خطی بخط عرب کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ میں موجود ہے جس کی کاتب محمد بن حسین معروف ہے
برہان نظامی لکھی نے کی ہے جو علمائے اہلسنت سے ہیں، موصوف نے صرف کاتب ہی نہیں فرمائی ہے بلکہ حاشیہ پر محل لغات اور
تشریحات و افادات کا اضافہ بھی فرمایا ہے جس کی حیثیت ایک مستقل شرح کی ہو گئی ہے، اس نسخہ میں از ورق ۱۱ تا ورق ۱۰۷
ہر تمام و کمال عہد نامہ مالک اشتر موجود ہے، ورق ۱۰۷ کے حاشیہ پر نفس عہد نامہ کے متعلق یہ افادہ فرمایا ہے۔

۴۶۴ھ
کا مخطوط

قائدہ - هذا العهد کانت عامة شایعة لجميع المسلمين
وان لم یکن الا شریعاً به فانه توفی به عن قلیل بعد ذلک
ورق ۱۳۰ پر تاریخ کاتب ان لفظوں میں درج ہے :-
وقع الفراغ من نسخة یوم الثالث والرابع والعشرين
من ذی الحجة وهو یوم المباهلة ونعم فوافق اتمام
المختار کلام الامام المقدم للمناصلة والممدوح
للمباهلة یوم المباهلة سنة اربع وسبعین و
ستائة هجرية بخط العبد المذنب الضعیف و
المجرم النجیف محمد بن الحسین المعروف بابی
النظامی الکجی حاملاً ومصلیاً -
یہ عہد نامہ تمام مسلمانوں میں عام طور سے رائج و شائع رہا ہے اگرچہ
مالک اشتر اس پر عمل نہ ہو سکے کیونکہ صدر و عہدہ کے بعد ہی اکی و فادان ہو گیا

۵۱۰ھ
کا مخطوط

اس سے قدیم نسخہ جو شاہ کا لکھا ہوا ہے ممتاز العلماء سید محمد تقی صاحب کے مکتب خانہ شہر لکھنؤ میں موجود ہے جس کا خط بہت
ہی پاکیزہ ہے، اس سے بھی زیادہ قدیم مخطوطہ نسخ البلاغہ جو تقریباً ۱۸۵۵ء کا تحریر کیا ہوا ہے لیٹن لائبریری سلیم یونیورسٹی
علیگڑھ میں موجود ہے جو بعض مکتب ادب نمبر ۳ پر محفوظ ہے، لیکن ان میں سے کسی قدیم ترین نسخے کو میں نے ۲۹ ستمبر ۱۹۲۵ء
مطابق ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ یوم دو شنبہ کو طر ان میں وکٹر سید صدر الدین نصیری کے محفوظات مخطوطات میں دیکھا ہے یہ نسخہ ۱۹۲۵ء
کا لکھا ہوا ہے جو علامہ سید رضی متوفی ۱۳۴۶ھ کے انتقال کے ۸۰ سال بعد کا تحریر کر دیا ہے، اس کے کاتب نے اپنے نام اور سال
کاتب کو ان الفاظ میں لکھا ہے :-

۲۹۲ھ
کا مخطوط

فرغ من کتابہ فضل اللہ بن طاہر بن مظہر الحسینی
فی الرابع من رجب سنة اربع وتسعين واربعمائة
اس کی کاتب نے فضل اللہ بن طاہر بن مظہر حسینی نے جو تھی اگرچہ
۲۹۲ھ میں فراغت حاصل کی۔

حیرہ (کوئٹہ کے قریب پشت پردہ تھا) کے بندرگاہ پر چین و ہندستان سے جہاز آکر تے تھے (مروج الذهب جلد ۱ ص ۱۱۰ طبع مصر) ان حالات میں چین سے کوئٹہ میں کاغذ نہیں پہنچ سکتا تھا؟

ذرا غور تو کیجئے کہ جس زمانہ میں عہد نامہ مالک شتر کو حضرت نے تحریر فرمایا ہے انہیں ایام میں جیسا کہ کبھی بتلایا جاتا ہے کہ حضرت نے "رفع مصاحف" کا واقعہ دنیا کے سامنے آیا جس میں معاویہ کے لشکر میں پانچ سو کی تعداد میں قرآن نیزوں پر بلند کیے گئے تھے معاویہ کے لشکر میں جن کو دین سے اتنا لگاؤ نہ تھا قرآن کی یہ تعداد ہے اب اسی سے اندازہ لگایا جائے کہ خود امیر المومنین کے لشکر میں قرآن کس زیادہ تعداد میں رہے ہونگے علاوہ ازیں جب جنگ کی حالت میں بحالت سفر ایک لشکر میں اتنے قرآن تھے تو عام اسلام میں مسلمانوں کے پاس کتنے کثیر قرآن رہے ہونگے آخر قرآن ایسی ضخیم کتاب کے لکھنے کے لیے کس پیپر پر لکھے گئے کاغذ کی سیلائی کی تھی اس تاریخی شہادت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں قرطاس و کاغذ کا قحط نہ تھا بلکہ عام طور سے دستیاب ہوتا عام لشکر والوں کو تو ایک ضخیم کتاب لکھنے کے لیے کاغذ دستیاب ہو جاتا ہے لیکن امیر المومنین علی ابن ابی طالب جو تمام عالم اسلام کے سلطان ہیں وہ اپنے گورنر کو دستور حکومت لکھنے کے لیے کاغذ نہ پاسکیں ان ہندوستانی عجائب یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت کے عہد سے ایرانی طرز پر دیوان و دفتر کی تاسیس ہوئی اس کے لیے بھی تو قرطاس و کاغذ کی حاجت تھی اس ضرورت کیونکہ پورا کیا جاتا تھا؟ ظاہر ہے کہ اندرون ملک یا بیرون ملک جہاں سے بھی ممکن الحصول ہوگا اس کو براہ راست لایا جائے گا یہ ضرور ہے کہ اس خرچ کا بار بیت المال پر کافی پڑتا ہوگا امیر المومنین نے اپنے زمانہ حکومت میں یہ ضرور کیا کہ ان کے زیادہ صرف ہونے سے جو بار اسلامی بیت المال پر پڑتا تھا اس کو کم کیا چنانچہ حضرت نے اپنے اہل و عیال حکومت و اہل و عیال کو یہ فرمان بھیجا ان امیر المومنین کتب الی عمالہ اذ قد اقلنا لکم وقاربوا بین سطورکم واحد فوا من فضولکم واقصدوا قصد المعانی وایاکم والا کثارفان اموال المساکین لا تحتل الاضمار

مطلب یہ ہے کہ اصل مقصد و مراد کے تحریر کرنے سے تقلیل ہوگی جو اقتضا دے فضول عبارت تحریر کرنے سے اور بے حروف و فاصلہ دے کر لکھنے سے روٹن فی و کاغذ بیکار ضائع جائے گا جس سے اسلامی بیت المال کا نقصان ہے اقتضا اس کے حل کرنے والے دیکھیں کہ آج اقتصاد کی مشکلات میں پڑنے کے بعد موجودہ حکومتیں جن امور پر عمل کر رہی ہیں وہ دراصل امیر المومنین کے نافذ کردہ احکامات ہیں۔

ہاں جس شے کو لکھا جائے اس کی اہمیت و عظمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کو اختصار کے لیے باریک لکھنا مناسب نہیں ہے بلکہ اس کو روشن و جلی خط میں لکھنا چاہیے چاہے کاغذ زیادہ کیوں نہ صرف ہو جاوے جیسا کہ امیر المومنین علی السلام کا ارشاد ہے کہ مصحف کو باریک قلم سے لکھ کر چھوٹا نہ کرو (کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۳۱) اسی طرح جو عہد نامہ آپ نے مالک شتر کے نام تحریر فرمایا جو کہ دستور حکومت ہونے کی وجہ سے اس کی افادیت و اہمیت بہت زیادہ تھی اس لیے حضرت نے اس کو تفصیل کے ساتھ بہت ہی شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا اور یہاں پر کاغذ کے زیادہ خرچ ہونے کا لحاظ رکھنا غیر ضروری سمجھا۔

پانچواں شبہ

شیخ البلاغہ میں تصوف کی جھلک جو حضرت کے عہد کا مذاق نہیں ہے بلکہ آپ کے بعد یہ مذاق پیدا ہوا اسی طرح اس میں غیب کی خبریں بھی پائی جاتی ہیں علی کو غیب کی خبروں سے کیا واسطہ؟

جواب

یہ اعتراض بھی عجیب ہے جو جہل مرکب کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، معترض نے دراصل حقیقت تصوف کو نہیں سمجھا ہے

یہ ساری تصوف کو یونان کا فلسفہ سمجھے ہیں جس سے بہت دلوں کے بعد عرب روشناس ہوئے، غالباً اسی وجہ سے ابن عربی و دیگر مشائخ نے تصوف کو فلسفہ (پیردیس) اور بیات عربی و فلسفہ اسلام بیروت یونیورسٹی نے اپنی کتاب "التصوف فی الاسلام" کے شروع میں جو پہلا جملہ لکھا ہے وہ یہی ہے کہ "لیس التصوف فلسفۃ" تصوف فلسفہ نہیں ہے، بہر حال اگر یہ سمجھا جاوے کہ تصوف کیا ہے تو معترض کو محل شک نہ رہے گا سنئے حقیقت تصوف یہ ہے۔

در اصل التصوف العکوف علی العبادۃ والانتقطاع الی اللہ تعالیٰ والاعراض عن سرخرف الدنیا و زینتها والزہد فی ما یقبل علیہ المجہور من لذۃ و مال و جہا و الاغتراف عن الخلق فی الخلوة والعبادۃ یہی تعریف علامہ ابن خلدون مغربی نے بھی کی ہے (المقدمہ ابن خلدون ص ۲۷) جلیلہ نبدادی سے جب تصوف کے لیے سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا۔

تصفیۃ القلب
اخلاق انسانیہ سے علیحدگی
بشریت کے صفات کو مٹانا
خوہشات انسانیہ سے پرہیز
روحانی صفات کو حاصل کرنا
علوم حقیقیہ سے تعلق رکھنا
تصفیۃ القلب عن موافقۃ البریۃ
و مغارۃ الاخلاق الطبیعیۃ
و اخلاص صفات البشریۃ
و جہاۃ الدعاۃ النفسانیۃ
و منالۃ الصفات الروحانیۃ
و التعلق بالعلوم الحقیقیۃ
و استعمال ما ہو اولی علی الابدیۃ
و النصیح لجمیع الامۃ و الوفاء للہ علی الحقیقۃ
و اتباع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی الشریعۃ

کتاب التمرین لہذہہ اصل التصوف علامہ ابو بکر محمد بن اسحاق البخاری الکلبا بادی المتوفی ۳۸۰ھ مصحف پر دیکھئے۔ جے آر بری (پیردیس جلد ۱ ص ۱۱۰ طبع مصر)

ایک دوسرے سائل کے جواب میں حقیقت تصوف پر جنید نے یوں روشنی ڈالی ہے
اسم جامع لعشرۃ
التقلیل من کل شئی من الدنیا عن التکاثر و فیضا
و الثانی اعتماد القلب علی اللہ عز و جل من السکون
الاثبات
و الثالث الرغبۃ فی الطاعات من التطوع فی
وجود العوائق
و الرابع الصبر عن فقد الدنیا عن الخیر الی المثلثۃ
و الشکوی
و الخامس التفرغ فی الاخذ عند وجود الشی
و السادس الشغل باللہ عز و جل عن سائر
الاشغال
و السابع الذکر الخفی عن جمیع الاذکار
و الثامن تحقیق الاخلاص فی دخول لوسوسۃ
۱۔ تصوف ایک ایسا اسم جامع ہے جو دس معنوں پر مشتمل ہے
۲۔ دنیا کی ہر چیز میں کمی کرنا اور زیادتی سے بچنا
۳۔ خدا کے سوا قلب کو کسی پر اعتماد نہ حاصل ہو
۴۔ خدا کے عفو کو مانتے ہوئے اطاعت و فرماں برداری کے ساتھ طاعات خدا کی طرف متوجہ رہنا
۵۔ دنیا کے وجود ہونے پر اس کو باقی رکھنا کہیے اور کیا نہ لے
۶۔ دنیا کے اشتغال ترک کر کے خدا کے شغل میں مصروف رہنا
۷۔ تمام ذکروں کو ترک کر کے خدا کا ذکر خفی کرنا
۸۔ دل میں دوسرے پیدا ہونے پر تحقیق اخلاص کرنا

تصوف
لفظ نہیں
ہے

حقیقت تصوف

تصوف کی
تعریف
جنید بغدادی
کی
زبانی

جنید بغدادی
کی نزدیک
تصوف کی
حقیقت

والتاسع اليقين في دخول الشك
والعاشر السكون الى الله عز وجل من الاضطراب والوحشة

فاذا استجمع هذه الحاصل استحق بها الاسم
الاقصو كاذب (حلیۃ الاولیاء) ابو نعیم جلد اول ص ۲۲ طبع مصر
ابو بکر شبلی سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ جواب دیا
تعظیم امر اللہ وشفقة علی عباده اللہ

اس نے پوچھا کہ صوفی کون ہے؟ جواب دیا
قال من صفاء من الكدر، وخص من الفكر وامتلا
من الفكر وتساوى عند الذهاب والمدر

من صفاء قلبه فصغى وسلك طريق المصطفى صلعم
ورحم المنيخا خلف الفقا واذق الهوى طعم الجفعا
(حلیۃ الاولیاء) جلد اول

والنوع مصری صوفی کی تعریف یہ کرتے ہیں
من اذ الطق ابا نطقه عن الحقائق وان سكنت
نطق عنه الجوارح بقطع العلائق

امام جعفر صادق علیہ السلام صوفی کی تعریف فرماتے ہیں -
من عاش فی باطن الرسول فهو صوفی
حافظ ابو نعیم اس کی شرح کرتے ہیں -

واراد جعفر بیاض الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
اخلاقه الطاهرة واختياره للاخرة من تخلق
باخلاق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وتخير
ما اختار ورغب فيما فيه رغب وتكلم عما عنه
تكلم واخذ بها اليه نذب فقد صفا من الكدر
ومنى من العكر (حلیۃ الاولیاء) جلد اول طبع مصر

اسطین صوفیاء کرام کے نزدیک یہ ہے حقیقت تصوف، ان تعریفوں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ عناصر کیا ہیں جن سے
تصوف کی تخلیق ہوئی ہے، کیا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ان صفات کے مظہر اتم نہ تھے اور کیا آپ نے ان صفات
پر روشنی نہیں ڈالی، اسی بنا پر تمام صوفیاء کرام حضرت کو اپنا مرشد اول سمجھتے ہیں -
ابن ابی اکند یہ لکھتے ہیں -

ومن العلوم علم الطريقة والحقيقة واحوال
التصوف وقد عرفت ان ارباب هذا الفن في
جميع بلاد الاسلام اليه ينتمون وعند
يقفون وقد صرح بذلك الشبلي والجنيدي
وسرى والبريد البساطي وابو محفوظ معروف
الكرخي وغيرهم ويكفيك دلالة على ذلك الطريقة

اور نجد علوم کے علم طریقت و حقیقت و احوال تصوف بھی
اور انھیں یہ معلوم ہے کہ تمام بلاد اسلام میں جو بھی اس فن
کا جاننے والا ہے وہ اپنے سلسلہ تصوف کو حضرت تک شہن
کرتے ہیں اور وہیں پر رک جاتے ہیں اس امر کو صراحت
کے ساتھ شبلی، جنید، سری سقطی، ابو یزید بسطامی، ابو یوسف
سروہنہ کوفی وغیرہم نے بیان کیا ہے، اور اس کے ثبوت

التي هي شعارهم الى اليوم وكونهم ليسوا فلفها
باسناد متصل اليه عليه السلام

وقت
تصوف
مرشد اول
حضرت
ہیں

مصادر تصوف خالص اسلامی ہے ایک ایرادیہ بھی ہے کہ مصادر تصوف غیر اسلامی ہے مسیحی، یونانی، اور ہنود کے
تصوف پر اسلامی تصوف کی بنیاد ہے گویا اس نظریہ سے امیر المؤمنین سے اس کی نفی مطلوب ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے
تفقیں کو اس کا اعتراف ہے کہ مصادر تصوف خالص اسلامی ہے، دکتور عمر فروخ لکھتے ہیں -

ومصادر التصوف الاسلامي اسلامية
لاشك في ذلك فان التصوف الاسلامي
قد نشأ في بيئة الاسلام فالتصوف
الاسلامي مبني في اساسه على الاسلام

در اصل اسلامی تصوف کا اصل منبع و مصدر امیر المؤمنین کی ذات ہے، لیکن اس امر پر وہ ڈالنے کے لیے یہ بھی کہا
جاتا ہے کہ کابد تصوف کی اصل روح "حُب" ہے اور یہ چیز اسلامی تصوف میں غیائیت سے مانوڑ ہے جو
سجیت کے میل ملاپ کے بعد اسلام میں پیدا ہوا، حضرت علیؑ کے زمانے میں اسلامی فکر کبکیت حقیقت سے متاثر
ہوئی جس سے اس میں محبت کا ظہور ہوتا، یہ خیال بھی بالکل فاسد ہے، اس لیے کہ قرآن مجید میں "روح محبت" جلوہ
ہے، قرآن نے محبت کی طرف دعوت دی ہے "والذين امنوا واشتد حبائله" (۲-۲۶۵) "ان کنتم تحبون
اللہ فاتبون محبتکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم" (۳-۳۱) "فسوف یاتی اللہ بقوم یحبهم

یحیونہ" (۵-۲۵) لا اسئلكم علیه اجرا الا المودة فی القربی" اور خود امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کی ذات
مظہر محبت تھی جیسا کہ رسول اللہؐ نے غزوہ خیبر میں حضرت کے متعلق فرمایا ہے "لا عظیم الرایة غدا جلا جیب
اللہ ورسولہ وحبیبہ اللہ ورسولہ" یا حدیث طبرستان علی کے متعلق پیغمبر ارشاد فرماتے ہیں "اللہم اثنی
احب خلقک الیاء ولی لیا کل معی من هذا الطیر فجا علی فاکل معه"

یہ وہ صحیح و متواتر حدیثیں ہیں جن کو محدثین اسلام نے روایت کیا ہے میں نے اس وقت مناقب اخطب خوازم
سے نقل کیا ہے، یہ علیؑ کی کمال محبت کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت کے لیے ارشاد فرمایا ہے "انہ
میسوس فی ذات اللہ" انہ لاختیشن فی ذات اللہ (حلیۃ الاولیاء) حافظ ابو نعیم جلد اول ص ۲۲ طبع مصر اس لیے
علیؑ سے اگر حقیقی تصوف کا ظہور ہو تو کیا حیرت ہے

علیؑ کی ذات سے عناوین تصوف کی تطبیق کا حافظ ابو نعیم نے تصوف کی متعدد عناوین سے تعریف کر کے امیر المؤمنین
کی ذات سے اس کی تطبیق کی ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ احوالات تصوف حضرت سے شہرت پذیر ہوئے ہیں
جن مختلف عناوین سے تطبیق کی ہے وہ یہ ہیں -

- (۱) ان التصوف مرادقة المودود ومصارمة المحدث
 - (۲) ان التصوف اسلام الغیوب الی مقلب القلوب
 - (۳) ان التصوف الرغبة الی المحبوب فی درک المطلوب
 - (۴) ان التصوف الارتقاء فی الاسباب الی المقدرات من الابواب
 - (۵) ان التصوف البروز من الحجاب الی رفة الحجاب
 - (۶) ان التصوف السلو عن الاعراض بالسمو الی الاغراض
- اعمال قلب یا اعمال باطن کا تعلق علیؑ کی ذات سے اسلامی تصوف میں اعمال قلب پر کافی زور دیا گیا ہے، اعمال قلب
یا اعمال باطن سے مراد، ایمان، معرفت، توسل، محبت، رضا، تقویٰ، خوف، رجا و صبر وغیر ذلک ہے کتاب
الغنی فی التصوف تألیف ابو نصر السراج الطوسی ص ۲۳ طبع لندن ۱۹۱۲ء

امیر المؤمنین متذکرۃ بلا صفات کے منظر اتم ہیں جس کا اقرار بغیر کسی اختلاف کے تمام مسلمانوں کو ہے اور آپ ہی نے ان اعمال قلب کو عمل و قولاً ہر طرح سے واضح و روشن فرمایا ہے، حقیقت تصوف کو سمجھنے کے بعد اسی روشنی میں علامہ عبدالوہاب الشعرانی کی کتاب لوائح الانوار فی طبقات الاخیار المشہور بہ کتاب الطبقات الکبریٰ میں حضرت کے مختصر حالات صفحہ ۱۷ پر پڑھے جائیں اس سے معلوم ہو جائے گا کہ علی بن ابی طالب کا تصوف میں کیا حصہ ہے اس کتاب کا مؤلف یہی ہے، جیسا کہ خود علامہ شعرانی لکھتے ہیں:-

”ہم نے اس میں مختصراً ایسے اولیاء خدا کے طبقات کا تذکرہ کیا ہے جن کی پیروی کی جاتی ہے، صحابہ و تابعین سے لے کر قرن عاشرتک کے اولیاء کا ذکر کیا ہے، اور مقصد اس تالیف کا یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ سکیں کہ تصوف و آداب مقامات و احوال میں ان کا کیا طریقہ تھا اور اس سلسلہ میں ان کے عیون و وجوہ کلام کا ذکر کیا ہے، اور حال کے سلسلہ میں وہی حالات بیان کیے ہیں جس سے مریدین میں کیفیت نشا ط پیدا ہو، جیسے شدت جوع بیداری گمنامی کو دوست رکھنا اور شہرت سے بچنا وغیرہ“ (طبقات الکبریٰ الشعرانی صفحہ ۳ طبع مصر)

علامہ العارف ابو بکر محمد بن اسحق الکلبا بادی لکھتے ہیں:-

”من نطق بعلومهم وعبر عن مواجہہم ونشر مقاماتهم ووصف احوالهم قولاً وفعلاً بعد الصحابة رضوان الله عليهم على بن الحسين ۴ زين العابدين وابنه محمد بن علي الباقر وابنه جعفر بن محمد الصادق رضي الله عنهم بعد علي والحسن والحسين رضي الله عنهم“

اس لیے اگر منہج البلاغہ میں خالق تصوف و جمال روحانیت جلوہ نما ہو تو کیا حیرت ہے، اس کا عباس محمود العقاد لکھتے ہیں:-

”وتلتقى سيرته عليه رضوان الله بالفكر كما تلتقى بالخيال والعاطفة، لانه صاحب اراء في التصوف والشرعية والاخلاق سبقت جميع اراء في الثقافة الاسلامية ولانه اجمي الخلقاء الراشدين ان بعد من اصحاب المذاهب الحكمية بين حكماء العصور ولانه اوتي من الذكاء ما هو أشبه بذكاء الباحثين المنقبين منه بذكاء السياسة المتخيليين فهو الذكاء الذي تحسه في الفكرة والمخاطرة قبل الفتح في نتيجة العمل ويجري الامور“

جو بااستعداد (ڈپلومٹ) ہیں پس وہ زکات اسی ہے جس کی صحت کا اعتراف ہماری عقل و فکر اس سے قبل کرے گی کہ تم معاملات نتائج اور امور کے عواقب پر نظر کر کے پہنچو،

بیشک علی بن ابی طالب کو اس تصوف سے کوئی لگاؤ نہیں جو صوفیان شوم کے لباس میں دنیا میں ظاہر ہوا اور دراصل جس کی تائید بحیثیت ایک ادارہ الہییت رسول کی مخالفت میں اموی و عباسی حکومتوں کے زیر سایہ ہوئی، اور جن کے ذہل و فریب کے مرتکب ابن جوزی نے تبیین الایمان میں پیش کیے ہیں:-

منہج البلاغہ اور اخبار غیبیہ یہ شہدہ کہ منہج البلاغہ میں غیب کی خبریں بھی پائی جاتی ہیں، آخر قبل از وقوع ان ہونے والے واقعات کو قرآن کی گواہی دے گا کہ انہی نے کیسے بتلایا، یہ شہدہ اسی کے دل میں پیدا ہو گا جو حقیقت نبوت محمدیہ سے بے خبر ہے، قرآن میں ارشاد ہوا ہے خدا ایسا نہیں ہے کہ تمہیں غیب کی باتیں بتا دے مگر ہاں اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے غیب پر مطلع کر دیتا ہے پس خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا امرہ (ابن ۲۷) رسولی ناموسین و محمدین اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ بغیر کو علم غیب تھا، اور قیامت تک ہونے والے واقعات سے آپ باخبر تھے، پیغمبر کے مشہور صحابی حذیفۃ الیمانی بتلاتے ہیں:-

اعلمہ رسول الله صلى الله عليه واله وسلم لیساکان و ما یكون الی یوم القیمة (صحیح مسلم کتاب الفتن، مستدرک امام احمد بن حنبلہ جلد ۲ ص ۹۳، تیسرے اصول جلد ۲ ص ۲۴، خلاصۃ التہذیب ص ۶۳، احباب ابن حجر جلد ۱ ص ۲۱۱، التقریب ص ۲۷)

یہ نہیں بلکہ رسول اللہ نے قیامت تک کے ہونے والے واقعات کو اپنے اصحاب سے بیان فرمایا ہے، بخاری، مسلم، ابوداؤد اپنی کتب صحاح میں حذیفہ سے روایت کرتے ہیں:-

فام فیما رسول الله مقاماً ما ترون شیئاً یكون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعة الا حدث به حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ (وافظ البخاری) ما ترون شیئاً الی قیام الساعة الا ذکرہ (ابن جریر) کو بخاری نے ”یرواہ الخلق“ میں اخراج کیا ہے اور صحیح مسلم و صحیح ابوداؤد میں کتاب الفتن میں ہے (صحیح بخاری میں عمر فاروق سے روایت ہے:-

يقول قادم فينا النبي صلعم مقاماً به فاحبنا عن بلد الخلق حتى دخلنا هل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ونسيه (بخاری بدء الخلق) صحیح مسلم میں عمر بن خطاب انصاری سے روایت ہے:-

قال صلى بنا رسول الله صلعم يوماً الفجر وصعد على المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر فلما فصل ثم صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت العصر ثم فصل ثم صعد المنبر حتى غربت الشمس فآخبرنا بما هو كائن الی یوم القیمة قال فاعلمنا (حفظنا) صحیح مسلم کتاب الفتن) آداب غروب ہو گیا پس دو دن خطبہ میں خبر دی ہم کو ان چیزوں کی جو قیامت تک ہونے والی ہیں، عمر بن خطاب کہتے ہیں میں زیادہ جانتے والا ہوں وہ ہے جس نے اس کو یاد رکھا:-

قال صلى بنا رسول الله صلعم يوماً صلوة العصر (ابن ۲۷) ایک روز ہم لوگوں کو رسول اللہ نے عصر کی نماز پڑھانے کے

وقت میں نماز پڑھا، اس کے بعد منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا اور منبر پر سے اتر کر نماز ظہر پڑھ کر پھر منبر پر گئے اور خطبہ میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا اور پھر منبر پر سے اتر کر نماز عصر اور آداب کے بعد منبر پر جا کر خطبہ کے سلسلے کو جاری فرمایا یہاں تک کہ غروب ہو گیا پس دو دن خطبہ میں خبر دی ہم کو ان چیزوں کی جو قیامت تک ہونے والی ہیں، عمر بن خطاب کہتے ہیں میں زیادہ جانتے والا ہوں وہ ہے جس نے اس کو یاد رکھا:-

قال صلى بنا رسول الله صلعم يوماً صلوة العصر (ابن ۲۷) ایک روز ہم لوگوں کو رسول اللہ نے عصر کی نماز پڑھانے کے

قرآن کی گواہی دے گا کہ انہی نے کیسے بتلایا، یہ شہدہ اسی کے دل میں پیدا ہو گا جو حقیقت نبوت محمدیہ سے بے خبر ہے، قرآن میں ارشاد ہوا ہے خدا ایسا نہیں ہے کہ تمہیں غیب کی باتیں بتا دے مگر ہاں اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے غیب پر مطلع کر دیتا ہے پس خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

جو کچھ کہہ چکے ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں وہاں ہے رسول اللہ کو ان سب کا علم تھا، (صحیح مسلم کتاب الفتن، مستدرک امام احمد بن حنبلہ جلد ۲ ص ۹۳، تیسرے اصول جلد ۲ ص ۲۴، خلاصۃ التہذیب ص ۶۳، احباب ابن حجر جلد ۱ ص ۲۱۱، التقریب ص ۲۷)

یہ نہیں بلکہ رسول اللہ نے قیامت تک کے ہونے والے واقعات کو اپنے اصحاب سے بیان فرمایا ہے، بخاری، مسلم، ابوداؤد اپنی کتب صحاح میں حذیفہ سے روایت کرتے ہیں:-

فام فیما رسول الله مقاماً ما ترون شیئاً یكون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعة الا حدث به حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ (وافظ البخاری) ما ترون شیئاً الی قیام الساعة الا ذکرہ (ابن جریر) کو بخاری نے ”یرواہ الخلق“ میں اخراج کیا ہے اور صحیح مسلم و صحیح ابوداؤد میں کتاب الفتن میں ہے (صحیح بخاری میں عمر فاروق سے روایت ہے:-

يقول قادم فينا النبي صلعم مقاماً به فاحبنا عن بلد الخلق حتى دخلنا هل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ونسيه (بخاری بدء الخلق) صحیح مسلم میں عمر بن خطاب انصاری سے روایت ہے:-

قال صلى بنا رسول الله صلعم يوماً الفجر وصعد على المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر فلما فصل ثم صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت العصر ثم فصل ثم صعد المنبر حتى غربت الشمس فآخبرنا بما هو كائن الی یوم القیمة قال فاعلمنا (حفظنا) صحیح مسلم کتاب الفتن) آداب غروب ہو گیا پس دو دن خطبہ میں خبر دی ہم کو ان چیزوں کی جو قیامت تک ہونے والی ہیں، عمر بن خطاب کہتے ہیں میں زیادہ جانتے والا ہوں وہ ہے جس نے اس کو یاد رکھا:-

قال صلى بنا رسول الله صلعم يوماً صلوة العصر (ابن ۲۷) ایک روز ہم لوگوں کو رسول اللہ نے عصر کی نماز پڑھانے کے

بہار تہ قام خطیباً فلم یبدع شیئاً یلکون الی قیام الساعة کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا جس میں قیامت تک ہونیوالی باتوں کی خبر دی
 غرض کہ صحاح اہل سنت میں کثرت ایسی احادیث موجود ہیں جن سے رسول اللہ کا عالم غیب ہونا اور قیامت تک کے ہونے
 والے واقعات کا بیان کرنا ثابت ہوتا ہے، علامہ شیخ منصور علی ناصف اکتفی من علماء الازہر نے ان تمام احادیث و اخبار
 منیبات کو جو صحاح ستہ میں وارد ہوئی ہیں اپنی کتاب التاج الاصول فی احادیث الرسول اجزاء انجاس کے کتاب الفتن والمناہج
 وعلامات الساعة میں شرح و بسط کے ساتھ جمع کر دیا ہے، ان تمام احادیث کی تعداد ۱۷۰ (ایک صد و ہفتاد) ہے (ملاحظہ ہو کتاب
 التاج جلد ۱ صفحہ ۱۹ تا ۳۸ طبع مصر) ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صحاب رسول نے قیامت تک ہونے والے واقعات
 کو رسول اللہ سے سنا، لیکن کچھ تو بھول گئے اور کسی کو زیادہ یاد رہا اور کسی کو کم،

حدیثیۃ الیمان کہتے ہیں :-
 واللہ انی کاعلم الناس بکل فتنة حق کائنۃ فیہا بخدا میں ان ہونے والے تمام فتنوں کو سب سے زیادہ
 سببی و بین القیامۃ) جانتا ہوں جو قیامت تک ہونے والے ہیں
 (مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۲۲ طبع مصر) کتاب التاج اصباح للاصول شیخ منصور علی ناصف جلد ۵ صفحہ ۳۲۲ طبع مصر
 جب حدیثیۃ الیمان رسول اللہ کے بتلائے ہوئے اور غیب پر مطلع ہیں تو امیر المؤمنین علی باب مدینۃ العلم کے عالم غیب ہونے میں
 کاشک رہ جاتا ہے علی ہی وہ ہیں جن کو رسول اللہ نے اپنے علوم کا حامل و محافظ بنایا ہے،
 علامہ ابن حجر مکی قرآن و الہییت کے متعلق لکھتے ہیں :-

سوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن رسول اللہ نے قرآن و الہییت کا نام تقیین رکھا ہے
 وعترتہ تقیین لان النقل کل لغیس خطیر کیونکہ نقل کہتے ہیں ہر نفیس گراں بہا، محفوظ چکر اور یہ
 مصون و ہذا ان کذلک اذ کل منہما معدن وہ توں ایسے ہی ہیں ان میں سے ہر ایک علوم لدنی کا معدن ہے
 للعلوم اللدنیۃ والاسرار والحکم اور ہر ایک اسرار و حکم عالیہ و احکام شرعیہ کا مخزن ہے
 العلویۃ والاحکام الشرعیۃ و لذلک احت صلعم اکیلیے پیغمبر نے ان کی اقتدار و تمک کے لیے امت کو انجاء
 علی لاقتلاء والتسمک بہم والتعلم منہم اور ان سے علم حاصل کرنے کے لیے برا بیگھتے کیا، اور الہییت
 ثم احق من یتسمک بہ منہما ما تمہم وعالمہم میں سب سے زیادہ اس کے حق ہیں کہ ان سے تمک و
 علی بن ابی طالب کہہ اللہ وجہہ لما قد منا من پیروی کی جاوے، وہ امام آل محمد و عالم الہییت علی بن
 مزید علمہ و دقائق مستنباطہ ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں اس لیے کہ آپ علم کی کثرت و
 (صواعق محرقة ابن حجر مکی صفحہ ۳۲۲ طبع مصر) زیادتی اور اس کے دقائق کے امتداد کرنے میں سب سے مقدم ہیں
 علامہ شہاب الدین احمد بن عبد القادر اکفطلی اجمالی الثانی فی کتاب "ذخیرۃ الماک فی شرح عقد جواہر اللال میں لکھتے ہیں

ان القطب الذی یدور علیہ اہل عالم الغیب و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی علیہ السلام قطب کی حیثیت
 علوم الباطن ہو علی رضی اللہ عنہ بعد وفاة رکھتے ہیں جس کے گرد اہل عالم غیب و علوم باطن
 المومن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گروہش کرتے ہیں
 اسی کا نتیجہ تھا کہ امیر المؤمنین کے متعلق خود اصحاب پیغمبر یہ بیان کرتے ہیں :-
 لم یکن احد من الصحابۃ یقول سلون الاعلیٰ اصحاب پیغمبر میں سوائے علی کسی نے یہ ادعا نہیں کیا کہ کچھ
 (صواعق محرقة ابن حجر مکی صفحہ ۳۲۲ طبع مصر) مجھ سے جو کچھ دریافت کرنا ہو

حضرت علی نے اگر عالم لدنی ہونے کے بعد آئندہ ہونے والے واقعات کو بتلایا تو اس سے انکار کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے
 علامہ الہییت کا اقرار علی نے غیب کی خبر دی، علامہ ایسے امور کا تذکرہ اپنے مصنفات میں کیا ہے جن سے امیر المؤمنین کا غیب
 بیان کرنا ثابت ہوتا ہے، علامہ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں :-
 و اخرہ عبد الرزاق عن جبر المرادی قال قال لی اخراج کیا عبد الرزاق نے جبر مرادی سے کہ جبر بن عدی نے

کیف بلغ اذا امرت ان تلحقی قلت او کائن ذلک قال نعم قلت فکیف اصنع قال العنی ولا یجوز لک انی
 قال فامر بنی یوسف اخوا الحجاج و کات امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان علی الیمان
 ان العن علیا فلعنوا لعنہ اللہ، فمافطن بھا ان العن ای لانه انما لعن الہامیر ولم یلعن علیا
 لھذا من کل مات علی و اخبارہ بالغیب

(صواعق محرقة صفحہ ۳۲۲ طبع مصر) میں ہاگور زخم اس نے مجھ کو حکم دیا کہ میں امیر المؤمنین علی پر لعنت کروں، میں نے تعمیل حکم میں یوں کہا کہ امیر نے مجھ کو علی پر لعنت
 کرنے کا حکم دیا ہے پس اس پر لعنت ہو، خدا اس پر لعنت کرے، میرے انداز کلام سے کوئی نہ سمجھ سکا سوائے ایک شخص کے جو
 یہ سمجھ گیا کہ دراصل میں نے امیر پر لعنت کی ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ واقعہ علی کے کرامات میں سے ہے اور ان خبروں میں سے
 ہے جن میں علی نے غیب کی خبر دی۔

غرض کہ مورخین و محدثین نے حضرت کے اخبار منیبات کو اپنے مؤلفات میں ذکر کیا ہے، علامہ ابن ابی الحدید نے بھی حضرت کے
 بعض اخبار منیبات کو بحوالہ روایات اہلسنت جمع کیا ہے، ملاحظہ ہو (ابن ابی الحدید جلد اول صفحات ۲۰۸ تا ۲۱۱ طبع مصر)
 اس لیے شیخ البلاغہ کے بعض خطب میں کوفہ و بصرہ کے آئندہ ہونے والے انقلابات، حجاج و ہاکو کے مظالم و یغوار ایسے امور
 کیا ذکر ہوتا ہے اس امر کا زبردست ثبوت ہے کہ یہ کلام امیر المؤمنین ہی کا ہے،
 ابن خلدون مغربی کا اقرار کہ الہییت علامہ ابن خلدون و المغربی اپنے مقدمہ کے فصل "ابتداء الدول والاکھد"
 صاحب کشف و کرامت ہیں میں الہییت سے علوم غیب کے ظاہر ہونے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں :-

واذا کانت المکرامۃ تقع لغیرہم فمما ظن بہم و اذا کانت المکرامۃ تقع لغیرہم فمما ظن بہم
 علماء دینا و اثاراً من النبوة و عنایۃ من اللہ سے ہوتا ہے تو پھر ان بزرگ مہبتیوں کے
 بالاصل الکرم تشہد لغرود الطیبۃ وقد متعلق تھا کیا خیال ہے جو کہ علم و تدوین کے
 ینقل بید اھل لبیت کثیر من ہذا الکلام اعتبار سے برتر تھے، اور اثار نبوت سے تھے اور یہ
 غیر منسوب الی احد (المقدمہ صفحہ ۳۲۲ طبع مصر) ایسے اصل کرم کی فرع طیب ہیں جس پر عنایت الہی
 مثال رہتی ہے اور الہییت سے اس قسم کے کلام بہت منقول ہیں جو کسی دوسرے کی طرف منسوب نہیں ہیں
 بھر لکھتے ہیں :-

ودفع - من اھل لبیت کثیر - اکثفت بما کانوا اور کشف و کرامات کا ظہور الہییت سے بہت ہوا ہے
 علیہ من الوکایۃ و اذا کان مثلاً لا ینکر من غیرہم کیونکہ یہ حضرات درجہ ولایت پر فائز تھے اور جب کہ اس
 من الاولیاء فی ذویہم و اعقابہم وقد قال قسم کی چیزیں اور اولیاء کے نسل و اعقاب میں بھی ہیں اور
 صلعم ان فیکم محدثین فھما ولی الناس حضرت پیغمبر صلعم نے ارشاد فرمایا ہے، "تم میں سے
 بہذا الرتب الشریفۃ و الکرامات الموهوبۃ (کچھ لوگ) رجال غیب ہیں جو فرشتوں سے بہکام ہوتے

ہیں، ظاہر ہے کہ اس رتبہ شریفہ و کرامات مہوبہ کے لیے اور کچھ مقابلہ میں زیادہ بہتر والیب (القد ابن خلدون صفحہ ۲۰۸)
 ان محدثین صاحب کشف والہام کا ہونا علامہ ابن خلدون اس عمل پر پیغمبر کی ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ حضرت نے ارشاد
 فرمایا ہے، "ان فیکم محدثین" یہ حدیث صحیح و مستند احادیث میں سے ہے اور کتب احادیث الہییت پر عام طور سے منقول ہو
 اور علامہ نے اس لفظ محدث کی تشریح بھی کی ہے۔ علامہ محی الدین ابو ذریا بھی بن شرف النوذی صحیح مسلم میں لکھتے ہیں :-
 و اکثرہم تفسیر العلماء محدثون، فقال ابن وہب محدثوں کی تفسیر میں علماء نے اختلاف کیا ہے ابن ابی

الہییت
بالغیب

میں قطب
نہایت
کے عالم
جس کا
ظہور
اہل غیب
میں ہوتا
ہے

قال ابن
خلدون

علامہ ابن
خلدون کا
بیان ہے کہ
محدثین
میں سے
کچھ لوگ
غیب کی
خبر دیں

ملہمون وقیل مصیبون اذا ظنوا انک انهم
حد ثوا بشئ فظنوه وقیل تکلمهم بالملکة
وجاء فی رواية متکلمون وقال البخاری یجری
الصواب علی المستکلم وفیه اثبات کراہات
الاولیاء

حافظ عبد الرزاق الطبری، ریاض النضرہ میں لکھتے ہیں

ومعنی محدثون ای ملہمون الصواب ویجوز
ان یحمل علی ظاہرہ وتحدیثہم بالملکة
لا یجوز وانما بما یطلق علیہ اسم حدیث
وتلاک فضیلة عظیمة (ریاض النضرہ جلد اول ص ۱۹۹)
علامہ عبد الرزاق المناوی تیسرے شرح جامع الصغیر میں لکھتے ہیں :-
وقال القرطبی "محدثون" بفتح الدال اسم
مفعول جمع محدث بالفتح ای ملہمون او صادق
الظن وهو من القی فی نفسه شیء علی وجه
الاحتمام والمکاشفة من الملاء الاعلی او من
یجری الصواب علی لسانہ بلا قصد او تکلمہ
الملائكة بلا نبوة فیظہر علی ما وقع له وھذا
کرامة یکرم الله بها من شاء من صالح عباده
ومنزلة جلیلة من منازل الاولیاء (جلد ۱ ص ۵۵)

مخصوص ہے اور یہ وہ بزرگی ہے کہ خدا اپنے نیک بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کو معزز و مکرم کرتا ہے
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :-

وقد کثر هؤلاء المحدثون بعد العصر الاول و
حکمتہ زیادة شرف هذه الامة لوجود
امثالهم فیہا ومضاہاة بنی اسرائیل
فی کثرة الانبیاء فلما جاءت هذه الامة
المحمدیة کثرة الانبیاء لکون نبیہم
خاتم الانبیاء عوضوا تکفیر الملہمین

جن پر الہام ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے شرف کم نہ ہو :-

کیا بخوبی صاحب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو ان لوگوں میں بھی شمار نہ کرینگے جن پر الہام ہوتا ہے اور حالات غیب کا
انکشاف ہوتا ہے، علمائے اہلسنت کے نزدیک تو اس درجہ پر رجال امت میں بکثرت لوگ فائز ہیں، علی کی ذات
قرآن سب کے اعلیٰ وارفع ہے

چھٹا شبہ

شیخ البلاغۃ کا اسلوب عبارت اور طرز نگارش حضرت کے عہد کا نہیں ہے کیونکہ اس میں محاسن کلام و سجع پایا جاتا ہے

اور یہ انداز جو ترقی صدی پوری کا ہے،

جواب

اس شبہ کی پہلی بات بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب اس عہد میں محاسن کلام و سجع کا وجود نہ ہو حالانکہ
ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دور جاہلیت و مختصر میں کے کلام میں یہ سب چیزیں پائی جاتی ہیں یہاں تک کہ خود قرآن احادیث رسول
میں محاسن لفظی و سجع سے خالی نہیں ہے، کیا، س، بلک، فکبر، میں صنعت قلب موجود نہیں، اور کیا "فاما الیوم فلا تقہر
واما السائل فلا تنصر" میں صنعت سجع نہیں موجود ہے، قرآن میں محاسن لفظی و معنوی دونوں پایا جاتا ہے کیا صرف
اس بنا پر کہ علم معانی و بیان و بدیع کی تدوین بہت عرصہ کے بعد ہوئی ہے اس لیے یہ فیصلہ کرنا درست ہوگا کہ قرآن بھی عہد
تدوین علوم و فنون کا کلام ہے۔ اس بنا پر سجع و محاسن کلام کی وجہ سے شیخ البلاغۃ کے متعلق شبہ کرنا کہ یہ امیر المؤمنین کا کلام
نہیں ہے بالکل غلط ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ ان علوم و فنون کے حصول و صدور ابط صدر اول یا اس کے قبل کے زمانہ ہی سے مانفوذ
ہوئے ان محاسن کلام کا وجود قبل زمانہ تدوین تھا، زمانہ مابعد میں ان کو صرف منضبط و مدقون کیا گیا، کیا زمانہ جاہلیت و صدر
اول کے اشعار میں مجرور و وزن کی پابندی نہیں ہے، بحروں کی ایجاد تو بہت بعد میں ہوئی ہے، کیا زمانہ جاہلیت و ابتدائے
اسلام کی مایہ ناز شاعری کو رد کر دیا جاوے گا۔ کیونکہ اس میں کسی نہ کسی بحر کی پابندی ضرور ہے جس کو بعد میں عروضیوں
نے ایجاد کیا ہے، جاہلیت کے کلام میں آپ کو قواعد صرف و نحو کی پابندیاں بھی نظر آدیں گی حالانکہ اس عہد میں اس کا نام
نشان بھی نہ تھا، اس لیے اس سرمایہ ادب سے بھی انکار کر دیجیے کہ وہ اس عہد کا نہیں ہے،
جاہلیت و صدر اول کے کلام میں محاسن کلام و سجع کا وجود اذوق سلیم اور فطری سلیقہ رکھنے والوں کے لیے اصول و قواعد اور
فن کی ضرورت نہیں ہوا کرتی، اس لیے جاہلیت اور صدر اول اسلام کے شاعر و خطیب اور ذوق سلیم رکھنے والوں کے
کلام میں محاسن کلام و سجع پایا جاتا ہے،

دوسرے کی مبارک اپنی کتاب الفرائض الغنی فی القرن الرابع میں لکھتے ہیں :-

السجع من سمایات البلاغة الفطریة
فھو فی اکثر اللغات یجری باضداد و المحکم
والامثال ویمكن المحکم بان امثال العامة
تقع غالباً مسجوعة وقد یجعی السجع علی
المعنی احياناً فی تعابیر الفطریة من اھل
البادية والریف، وفی ذلک دلالة علی ان
المصنعات اللغویة مما یقصدہ العوام
ولیس مما ینفرد بہ الخواص، وما جعہ
الرواة من خطب المجاہلین اکثرہ مسجوع
کخطبة قیس بن ساعدة الایادی وخطبة
الثامنة الذبیانی، ومع اننا نرتاب فی صحة
تلاک الخطب فاننا نری فی وضعها مسجوعة
علی فرض صحة الوضع دلیل علی ان الرواة
کافا یفہمون ان السجع من طبیعیة البلاغة
المجاہلیة وفہم الرواة لہ قیمة لانہم

سجع، ہونا فطری بلاغت کے خصوصیات و سمایات میں سے
ہے اور اکثر زبانوں میں یکساں طور پر نشی و موروثی حکم و انشا
کی صورت میں پایا جاتا ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ انشا
عامہ عموماً مسجوع ہوا کرتے ہیں، اور ایسے دوقافی و صحافی
جو فطرت سے قریب تر ہیں اپنے روزمرہ میں سجع بول جاتے
ہیں، محضات لفظی کا عوام کے کلام میں پایا جانا اس بات
کی دلیل ہے کہ اس کے استعمال کرنے میں صرف خواہش ہی
نہیں متفرد ہیں،

اور راویان کلام نے جو زمانہ جاہلیت کے خطبوں کو جمع
کیا ہے اس میں اکثر و بیشتر خطبے ایسے ہیں جو مسجوع ہیں
مثلاً قیس بن ساعدة الایادی و ثامنة ذبیانی کے خطبے جن میں
سجع پایا جاتا ہے اگرچہ ان خطبوں کی صحت نسبت میں ہم
کو شک ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی وضع
سجع کی پابندی کے ساتھ ہوئی ہے اس لیے اس کو مان
لینے پر بھی کہ یہ خطبہ موضوع ہیں یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ

زمانہ جاہلیت کے
اکثر خطبے
مسجوع ہیں
سجع بلاغت
جاہلیت کا
نقطہ میں
ہے

اقرب منا بمراحل طويلة الى ذلك العهد
لانهم كانوا يملكون من اصول الادب الجاهلي
الصحيح ما يمكنهم من الحكم على طرائق اهل
في التعبير ولو تركنا المشكوك فيه من الآثار
الجاهلية وعدنا الى نص جاهلي لا ريب فيه
وهو القرآن لرأينا السجع احدى سماته
الاساسية والقرآن نثر جاهلي كما اوضحنا
ذلك من قبل السجع فيه يجرى على طريقة
جاهلية حين يخاطب القلب والوجدان و
لا يكثر متعنت ان القرآن وضع للصلاة
والدعوات ومواقف التناء والخوف والرجاء
سور مسجوعة تماثل ما كان يرتله المتنبون
من النصارى واليهود والوثنيين
ومعنى هذا ان القرآن سجع لان السجع
كان فنا من فنون القول والدعا عند
الجاهلية والصلوات بطبيعتها الى لون
من الغن يفتل في السجع لان فيه استجابة
للموسيقى الواحدة انية في قلوب المتبتلين
والياك امثلة من سجع القرآن
"وكم ارسلنا من نبي في الاولين الى
..... وانا الى ربنا المنقلبون (سورة الزخرف)"
والسابقون السابقون اولئك المقربون
..... الى وفرش مرفوعة (سورة الواقعة)
وعند ملاحظة سجع القرآن نراه
يتخلف فجاءة في بعض الاحايين
كان تكون القافية نونية
فتخفى في وسط السياق فاصلة
مبينة وفي هذا برهان على
ان المعنى هو الاصل وان
السجع لا يراد به مطلق التوافق
في الحروف وانما يقصد به
التجانس والتنغيم لان
التغني بالحروف
مع بقاء الوزن لا يغير
من الرنة الموسيقية

9 نق

قرآن میں
سجع کا
برہان

وفي الاحاديث النبوية سجع مقصود
خلافا لما ظن السيوماسينيون ومن
امثلة "افشوا السلام واطعموا الطعام
وصلوا الارحام وصلوا بالليل والناس نيام
تدخلوا الجنة بسلام ونقل الغزالي في
باب الاستعاذات الماثورة عن الرسول"
"اللهم اني اعوذ بك من طمع يهدي
الى طمع ومن طمع في غير مطعم ومن
طمع حيث لا مطعم اللهم اني اعوذ بك
من علم لا ينفع وقلب لا يخشع ودعاء لا
يسمع ونفس لا تشبع واعوذ بك من الجوع
فانه يفسد الضجيع ومن الخيانة فانها
بست البطانة ومن الكسل والبخل
والجبن والهرمان اردد الى ازل العمر

(احياء العلوم جلد ۳ ص ۳۰)

ولنفيد ان السجع لا يطر في الحديث
كما لا يطر في القرآن فهو حلية تقصد
ولكنها لا تلزم لمافي التزاخما في
قهر المعاني على متابعة الالفاظ

وقد نجد في الاحاديث عبارات تجري مجرى
السجع من حيث مراعات الوزن وان لم
تراع فيها القافية كقوله عليه السلام
اللهم اني استألك رحمة من عندك لعلني
بها قلبى ويجمع بها شملى وتلم بها شعفى وتود بها
الفتى وتصلح بها دينى وتحفظ بها غائبى
وترفع بها شأهى وترزق بها عافى تبصق
بها وجهى وتلممضى بها رشدى وتعصمنى
بها من كل سوء (احياء العلوم جلد ۳ ص ۳۲)

"وهذا النوع من الوزن قريب من السجع
من حيث بناء الجملة وسنعود اليه بعد قليل"
ولومضنا نستقرئ خطب الصحابة
والخلفاء الراشدين لرأينا السجع
يلتزم في كثير من الاحيان

"وقد رأينا التوحيدى يخترع
حديث السقيفة ويرى من الغن

احاديث بنفیر میں بھی سجع مقصود پایا جاتا ہے بخلاف یوں
ماینیون کے جو غلطی سے اس کے خلاف سمجھ رہے ہیں
مثال ملاحظہ ہو "افشوا السلام واطعموا الطعام
وصلوا الارحام وصلوا بالليل والناس نيام" تداخل الجنة
بسلام امام غزالی نے استعاذات ماثوره
میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے نقل کیا ہے

احادیث بنفیر
میں سجع پایا

"اللهم اني اعوذ بك من طمع يهدي
الى طمع ومن طمع في غير مطعم ومن
طمع حيث لا مطعم اللهم اني اعوذ بك
من علم لا ينفع وقلب لا يخشع ودعاء لا
يسمع ونفس لا تشبع واعوذ بك من الجوع
فانه يفسد الضجيع ومن الخيانة فانها
بست البطانة ومن الكسل والبخل
والجبن والهرمان اردد الى ازل العمر

بے شک حدیث میں ہر جگہ سجع نہیں ہو سکتا جس طرح سے کہ
قرآن میں ہر جگہ نہیں رہتا اگرچہ وہ آرائش کلام کا ایک خوب
عنوان ہے لیکن اس کا التزام اس لیے نہیں جاری رکھا جا سکتا
کہ ایک گزنی میں معانی کو الفاظ کا تابع بنانا پڑے گا۔

احادیث میں ہم کو بہت سی عبارتیں ایسی ملتی ہیں جن کا انداز
وزن کی رعایت کے لحاظ سے سجع کا سا ہے اگرچہ اس میں قافیہ کا
لحاظ نہیں رکھا گیا ہے جیسے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے
اللهم اني استألك رحمة من عندك لعلني
بها قلبى ويجمع بها شملى وتلم بها شعفى وتود بها
الفتى وتصلح بها دينى وتحفظ بها غائبى
وترفع بها شأهى وترزق بها عافى تبصق
بها وجهى وتلممضى بها رشدى وتعصمنى
بها من كل سوء

اور جملہ کی بناوٹ کے لحاظ سے وزن کی یہ قسم سجع کے لگ
بھاگ ہے

"علاوہ ازیں اگر ہم صحابہ رسول و خلفاء راشدین کے خطبوں
کو ہم پڑھیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر و بیشتر ان میں سجع کا التزام
کیا گیا ہے"

"ہم دیکھتے ہیں کہ ابو حیان نوخیز نے حدیث سقیفہ کو وضع
کیا اور اس نے نئی خشیت سے یہ لازم جانا کہ صحابہ کی گفتگو کو

ان ينطق الصباية بكلام مسجوع لانه
كان يعرف لغتهم كذلك
ودقة المحاكاة ما رثنا التوحيد يحرص
عليه في حديث السقيفة من التسامح
في التزام السجع في بعض الفقرات ليوافق
المنهج الذي عرف في نظم القرآن والحديث
وخطب الصحابة والخلفاء الراشدين

علامہ ضیاء الدین ابوالفتح نصر اللہ محدث ابن اثیر بزرگى الموصلى الشافعى المتوفى ۷۴۷ھ اپنی "کتاب المثل السائر فی الادب" میں لکھتے ہیں :-

ان اکثر القرآن مسجوع حتی ان السورة لتاتي
جميعها مسجوعة وامنع ان ياتي القرآن
كله مسجوعا لانه سلك مسلك الايجاز و
الاختصار، والسجع كاليوتى في كل موضع من
الكلام اقوى من الاول ولذلك ثبت ان
المسجوع من الكلام افضل من غير المسجوع وانما
تضمن القرآن غير المسجوع لان ورود غير
المسجوع معجزا ابلغ في باب الاعجاز من
ورود المسجوع ومن اجل ذلك تضمن القرآن
القسمين جميعا (مثل السائر ص ۷ طبع مصر)

وقد ذمه بعض اصحابنا من ارباب هذ
الصناعة ولا ارى لذلك وجها سوى عجزهم
ان ياتوا به والافلوكان من موهما لورد
في القرآن الكريم فانه قد اتى منه بالكثير
حتى انه ليؤتى بالسورة جميعا مسجوعا كسورة
الرحمن، وسورة القمر، وغيرهما بالجملة فلم
تخل منه سورة من السور من ذلك
وامثال ذلك كثيرة وقد ورد هذا الاسلوب
من كلام النبي صلى الله عليه وسلم كثيرا ايضا من ذلك
ما رواه ابن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم استحيوا من الله حق الحياء قلنا اننا لنستحي
من الله يا رسول الله قال ليس ذلك ولكن
الاستحياء من الله ان تحفظ الراس وما وحى
واللحن وما حوى وتذكر الموت والبلى ومن
لما الاخرة ترك زينة الحياة الدنيا

قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ سجع پر مشتمل ہے یہاں تک کہ بعض سورے
تو ایسے ہیں جو از اول تا آخر صنعت سجع کے حامل ہیں جن بعض
مقامات پر سجع کا استعمال نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کلام
موجز و مختصر ہے اور سجع کی وجہ سے جن بعض مقامات پر ایجاز سے
ہٹنا پڑے گا نیز ہوگا تھا وہاں سے ایک دینی مصلحت سے نظر اٹا لیا گیا اور جو
صنعت ایجاز اس سے بھی زیادہ قوی ہے اسے اختیار کیا گیا، اس
سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ کلام جو سجع ہے وہ غیر مسجوع کلام سے
افضل ہے، قرآن میں غیر مسجوع کلام سجع کے عینان سے وار د کیا
ہے کیونکہ سجع کلام کے مقابلہ میں غیر مسجوع کلام باعتبار اعجاز زیادہ
مستحب ہے، اسی سبب سے قرآن میں دونوں قسم کے کلام موجود ہیں

بعض اہل ادب نے سجع کو مذموم سمجھا ہے میرے نزدیک اس کو بڑا
بکھنے کی اس کے سوا اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ بڑا بکھنے والے خود اس
پر قادر نہ تھے کہ اس صنعت کو استعمال کر سکتے اس لیے ان لوگوں نے
اپنی کڑوری کو پوشیدہ کرنے کے لیے یہ ضروری سمجھا کہ اس کو بڑا بکھیں
اگر دراصل یہ کوئی مذموم صنعت ہوتی تو قرآن کریم میں اس کا استعمال
کیوں ہوتا، قرآن میں بکثرت سجع موجود ہے، یہاں تک کہ بعض جگہ
تشریع سے آخر تک سجع میں جسے سورہ رحمن سورہ القدر وغیرہ
مختصر یہ کہ قرآن میں کوئی سورہ ایسا نہیں ہے جس میں سجع کی مثال نہ
مل جائے جو چند مثالیں ملاحظہ ہوں (اس کے بعد وہ آیات قرآنی
جس میں سجع ہے بطور مثال نقل کی ہیں جن کو لمجا طالعہ التاریخ کیا گیا)
قرآن میں سجع کی مثالیں بہت زیادہ ہیں، قرآن کے علاوہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں بھی یہ اسلوب (سجع) بکثرت پایا جاتا ہے، مسجوع
کے یہ ہیں کہ جن سورہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت
نے ارشاد کیا، خدا سے حیا کر جو حق ہے حیا کرنے کا، اصحاب نے
عرض کیا یا رسول اللہ ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا

ومن ذلك ما رواه عبد الله بن سلام فقال
لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم في الناس لا
نظرا ليه فلما تبينت وجهه علمت انه ليس بوجه
كذاب فكان اول من تكلم به ان قال ايها الناس
افشوا السلام والطعوا الطعام وصلوا بالليل
والناس نيام تدخلوا الجنة سبلاهم فان قيل
ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن عليه وقد
كله بكلام مسجوع اسجعا كسجع كهان ولولا
السجع مكره لما انكره النبي صلى الله عليه وسلم فالجواب
عن ذلك اننا نقول لو كره النبي صلى الله عليه وسلم
مطلقا لقال اسجعا ثم سكت وكان المعنى يد
على انكاره هذا الفعل لمكان، فلما كان اسجعا
كسجع كهان صار المعنى معلقا على مر وهو
انكار الفعل لمكان على هذا الوجه فعلم
انه انما ذم من السجع ما كان مثل سجع
الكهان لا غير وانه لم يذم السجع على
الاطلاق وقد ورد في القرآن الكريم وهو
صلى الله عليه وسلم قد نطق به كثير
من كلامه حتى انه غير الكلمة عن وجهها
ابتاعها باخواتها من اجل السجع فقال لا بن ابنته
عليها السلام اعين من الهامة والسامة وكل
عين لامة، وانما اذم لامة لان الاصل فيها
من الم فهو ملمة، ولكن ذلك قوله صلى الله عليه وسلم
ما زورات غير ماجورات، وانما اراد موزورات
من الموزر فقال ما زورات لمكان ماجورات
طلبنا للتوازن والسجع وهذا مما يدل على
فضيلة السجع، على ان هذا الحديث النبوي
الذي يتضمن انكار سجع الكهان عندى فيه
نظر فان الوهم يسبق الى انكاره يقال فما
سجع الكهان الذي يتعلق الانكار به ونفى
عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم والجواب عن ذلك
ان النبي لم يكن عن السجع نفسه وانما
النهي عن الحكم الكاهن الوارد باللفظ المسجوع
الانثري انه لما امر رسول الله صلى الله عليه وسلم
كسجع الكهان اى اتبع سجع كسجع الكهان

یہ نہیں ہے بلکہ خدا سے حیا کرنا ہے، ان تحفظ الراس
وما وحى، واللحن وما حوى، وتذكر الموت والبلى
ومن اراد الاخرة ترك زينة الحياة الدنيا
ارآں جملہ عبد اللہ بن سلام کی روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب
رسول اللہ کے سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو میں حضرت
کی زیارت کے لیے جمع میں نکلا جب حضرت کے روت مبارک پر
نظر پڑی تو مجھے اس کا یقین ہو گیا کہ عازا اللہ کسی کاذب کا چہرہ
نہیں ہے بلکہ حضرت اپنے دعوی رسالت میں صادق ہیں اس
وقت حضرت نے سب سے پہلے جو کلام ارشاد فرمایا وہ یہ تھا ایہا
الناس افشوا السلام والطعوا الطعام وصلوا بالليل
والناس نيام تدخلوا الجنة سبلاهم
اب اگر کوئی متعجب یہ کہے کہ حضرت نے ایک ایسے شخص سے جس نے
حضرت سے سجع کلام کیا تھا تو حضرت نے اس کو ناپسند فرما کر یہ
ارشاد کیا تھا یہ سجع تو مثل کابھوں سجع کے ہے، اگر سجع کو رسول اللہ
نا پسند نہ فرماتے تو یہ نہ ارشاد کرتے اس کا جواب یہ کہ اگر رسول اللہ
مطلق سجع کو ناپسند فرماتے تو یہ نہ ارشاد کر کے ساکت ہو جاتے کہ
"یہ تو سجع ہے" کیونکہ اس سے سجع کی ہر قسم سے انکار ناگوار ہی ہو جاتی
لیکن حضرت نے جب یہ فرمایا کہ "یہ سجع تو مثل کابھوں کی سجع کے ہے جو"
تو اس سے مطلق سجع کے انکار کا مفہوم نہیں پیدا ہوتا بلکہ ایک مخصوص
انداز سجع سے انکار ہی ظاہر ہو رہا ہے اور وہ مخصوص انداز کابھوں
کی سجع کا ہے نہ کہ سجع کی دوسری قسمیں، اس لیے کہ حضرت نے سجع
کی مطلقاً مذمت نہیں فرمائی ہے اور ایسا کیوں کر ہو سکتا تھا جبکہ
قرآن مجید میں سجع موجود ہے اور خود حضرت نے بھی کلام سجع
ارشاد فرمایا ہے یہاں تک کہ بعض سجع کو برقرار رکھنے کے لیے حضرت
نے اپنے کلام میں ایک کلمہ کو اس کی صورت سے بدل دیا تاکہ لفظوں
میں جو سجع کی مناسبت ہے وہ باقی رہے جیسا کہ آپ نے اپنے فرزند
دختر کے لیے یہ ارشاد فرمایا تھا "اعین من الهامة
والسامة وكل عين لامة" "لامۃ" کے بجائے
یہاں پر حضرت نے "ملمة" مراد لیا ہے کیونکہ اصل لفظ
"الم" سے یہ "ملمة" ہو گا اسی طرح حضرت کا یہ ارشاد
"ارجعن ما زورات غير ماجورات" یہاں پر بھی
حضرت کی مراد "موزورات" ہے جو "دزیر" سے ہے لیکن
حضرت ماجورات کی مناسبت سے ما زورات ارشاد فرماتے
ہیں تاکہ وزن و سجع دونوں قائم رہے اور یہ امر تم پر سجع کی
فضیلت کو ثابت کر دیتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ حدیث نبوی

احادیث
نبوی
میں سجع

مطلق
سجع کی
مذمت
نہیں ہو

آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم
نے سجع
کی اپنی
کلمے کے
کلمہ ٹکڑے
کر
بدل دیا

حدیث پیر
میں سجع
کا ہن
کی مذمت
سجع کی

خطبہ کے
کلام میں
سجع کا
ہونا

اگرچہ
قرآن
میں
سجع

حمد کہ
سجع پر
قدرت
تھی اس
کو بڑا
بکھنے

اگر ذمہ
ہوتا تو
قرآن کے
سجع
ذمہ

وكان الكهان الكهنة كلهم فانهم كانوا اذا سئلوا عن امر جازا ابدا لكلام مسجوعا كما فعل الكاهن في قصة هند بنت عتبة فانه قال لما امتحن قبل السؤال عن قصتها ثمرة في كمره فقيل له نريد بين من هذا فقال حبة برقي احليل مهنه قال عبد المسيح حياء الى سطم وهو موف على الضريح لرؤيا المؤمنان وارحنا اس الايوان واتم الكلام الى اخره مسجوعا والحكاية مشهورة ايضا فلهذا اختصرناها فالسجعة اذا ليس بمقتضى عنه وانما المنهى عنه هو الحكم المتبوع في قول الكاهن فقال رسول الله صلعم اسجعا كسجعة الكهان اي احكما كحكم الكهان به ذلك والا فالسجعة الذي اتى الرجل لابس به لانه قال اأدى من لا شرب ولا اكل ولا نطق ولا استهل ومثل ذلك بطل وهذا كلام حسن من حيث السجعة وليس بمكر لنفسه وانما المنكر هو الحكم الذي تضمنه في امتناع الكاهن ان يبدى الجحش بغزة عبد الله

اسی طرح علامہ ابو بلال حسن بن مبراشہ بن سہل العسکری الترمذی نے بھی قرآن اور حدیث پیغمبر میں سجع کا مواظبت کیا ہے اور کلام مسجوع کے سخن ہونے پر بحث کی ہے، ملاحظہ ہو: کتاب الصنائع الباب الثامن فی ذکر السجع والادب صفحہ ۱۹۹، ۲۰۰ طبع اول مطبعہ مصر ۱۳۲۰ھ

علامہ ابن ابی احمد اسحاق کلام مسجوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
واعلم ان السجعة لو كان عيبا لكان كلام الله سبحانه معيبا لانه مسجوع كله ذو فواصل وقراءات ويكفي هذا القدر وحده مبطلا لمذهب هؤلاء فاما خطبة رسول الله صلعم هذه وان لم تكن ذات سجعة فان اكثر خطبة مسجوع، لقوله "ان مع العز ولا وان مع الحياة موتا وان مع الدنيا اخره وان لكل شئ حسبا ولكل حسنة ثوابا

سجع ہے جس کا جو کلام میں کلمہ ہے

قرآن میں اس کے مواظبت

اس کا کلام

ولكل سلبية عقابا وان على كل شئ رقبيا وان لا بد له من قرين يدفن معك هوى وانت ميت فان كان كياها الكرمات وان كان ليثا اسلمك نعل لا يحشر الا معك ولا تبعث الا معه ولا تسأل الا عنه فلا تحمله الا الصالحا فانه ان صلم انت به وان فسلم تستوحش الامنه وهو علمك، فالكثر هذا الكلام مسجوع كما تراه ولكن لك خطبة الطوال كلها واما كلامه القصير فانه غير مسجوع لانه لا يحتمل السجعة ولكن لك القصير من كلام امير المؤمنين عليه السلام فاما قوله هم ان السجعة يدل على التكلف فان المذموم هو التكلف الذي يظهر ساجته ونقله، السامعين، فاما التكلف المستحسن فاي عيب فيه الا ترى ان الشعر نفسه لا بد فيه من تكلف اقامه الوزن وليس لطاعن ان يطعن فيه بذلك، واحق عاين السجعة بقوله عليه السلام بعضهم منكر اعليه، اسجعا كسجعة الكهان ولولا ان السجعة منكر لما انكر عليه السلام سجع الكهان وامثاله فيقال لهم انما انكر عليه السلام السجعة الذي ليس سجع الكهان امثاله لا السجعة على الاطلاق وهو صورة الواقعة، انه عليه السلام امر في الجحش بغزة فقال قائل اأدى من لا شرب ولا اكل ولا نطق ولا استهل ومثل هذا البطل انكر عليه السلام ذلك لان الكهان كانوا يحكمون في الجاهلية بالفاظ مسجوعة لقوله حبة برقي احليل هو وقوله هم عبد المسيح على جبل مشيم لرؤيا الموبدان وارحنا اس الايوان ونحو ذلك من كلامهم وكان عليه السلام قد ابطال لكهانة والتنجيم والسحر ونهى عنهما فلما سمع كلام ذلك القائل اعاد الاثكار و مراده به تأكيد تحريم العمل على قول الكهنة ولو كان عليه السلام قد انكر السجعة لما قاله وقد بينا ان كثيرا من كلامه مسجوع وذكرنا خطبته ومن كلامه عليه السلام المسجوع خبر ابن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ليس ذاك ما امر بكم به واما الاستعفاء من الله ان تحفظ الرأس وما وقى والبطن وما حوى وتذكر الموت والسبل ومن اراد الاخرة ترك زينة الحياة الدنيا

حضرت کے جس قدر طوائف خطبے ہیں وہ سب مسجوع ہیں، آپ کا کلام قصیر البتہ ایسا ہے جس میں سجع نہیں پایا جاتا اگرچہ ایسا کلام مسجوع کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اسی طرح امیر المؤمنین کے کلام قصیر میں بھی سجع نہیں ہے، ارباب متقاض کا یہ خیال کہ سجع تکلف و تصنع پر دلالت کرتا ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں اس لیے کہ مذموم دراصل وہ تکلف ہے جس کی قباحیت ظاہر ہو اور سننے والوں پر گراں گذرے لیکن تکلف مستحسن تو اس میں کون سا عیب آخر دیکھتے تو خود شعریں وزن کی پابندی کب تکلف سے خالی ہے لیکن اس پر کوئی مستحسن اعتراض نہیں کرتا، سجع کو بڑا سمجھنے والوں نے آنحضرت کے اس قول سے بھی احتجاج کیا ہے جو آنحضرت نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ سجع مثل کھنڈ کی سجع کہ ہے معتبر کا گمان یہ ہے کہ اگر سجع مذموم نہ ہوتا تو آنحضرت ایسا کیوں ارشاد کرتے، اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے کاتبوں کی سجع کو مکروہ و مذموم قرار دیا ہے نہ کہ مطلق سجع کو، واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے جنین کے متعلق جو ارشاد فرمایا تھا تو اس کو سن کر ایک شخص نے یہ کہا تھا "اأدى من لا شرب ولا اكل ولا نطق ولا استهل" ہذا البطل

پس حضرت نے اس انداز کلام کو ناپسند فرمایا، اس لیے کہ ان زمانہ جاہلیت میں سجوع الفاظ کے ساتھ حکم لگایا کرتے تھے جیسے کاتبوں کا قول ہے، "حبة برقي احليل هه" یا ان لوگوں کا یہ قول "عبد المسيح على جبل المشيم لرؤيا الموبدان وارحنا اس الايوان" وغیرہ وغیرہ آنحضرت نے کہا نت، سحر، علم نجوم رجوش وغیرہ کو باطل قرار دیا ہے، اس لیے کہ جب آنحضرت نے قائل کے مندرجہ بالا کلام کو سنا تو آپ نے اس کو ناپسند فرمایا۔ گویا حضرت نے اس طرح کاتبوں کے اقوال پر عمل کرنے کی حرمت پر تاکید فرمائی، اگر آنحضرت سجع کو برا سمجھتے ہوتے تو فرمایا استعمال فرماتے جیسا کہ آپ کے اکثر کلام میں موجود ہے اور ایک خطبہ کو مثلاً پیش کر چکا ہوں، خبر ابن مسعود میں بھی مسجوع کلام آپ سے منقول ہے، ان تحفظ الرأس وما وقى والبطن وما حوى وتذكر الموت والسبل والسبل والسبل

سجع تکلف و تصنع کی دلیل نہیں ہے

ابونصر اسمعيل بن حماد الجوهري وهذا سمي
 كتابه بالصحيح (المرحوم جلد اول ص ۹۹ طبع مصر)
 سبب و در کتب لغات کا تذکرہ کرنے کے بعد پھر لکھتے ہیں :-
 ولم يصل واحد من هذه الثلاثة في كثرة التدلي
 الى ما وصل اليه الصحاح ولا نقصت تربة الصحاح
 ولا شجرة بوجوه هذه وذلك لانها ماضية
 هوفى كتب اللغة نظير صحيح البخاري في كتب الحديث
 وليس المدا في الاعتماد على كثرة الجمع بل على
 شرط المصحة (كتاب الزهر جلد اول)
 اس لغت کی منزلت نہیں ہے بل اس بنا پر ہے کہ اس میں شہرت کے ساتھ لغات جمع کیے گئے ہیں اور یہ بات صرف صحاح جوهري ہی کا حاصل ہے
 يا قوت الجوهري بمجم الا وبارك في لغته :-

كتاب الصحاح هو الذي يابى يدى الناس اليوم و
 عليه اعتمادهم احسن الجوهري تصنيفه وجودة تاليفه
 صحاح جوهري کے بعد کسی دوسرے لغت کے حوالے کی ضرورت نہ تھی لیکن مزید اطمینان کے لیے ملاحظہ ہو / علامہ محمد بن ابوبکر بن القاسم
 الرازي اللغوي لکھتے ہیں :-

الاول مقدم يقال ازل في بعض اهل العلم ان اصل
 هذه الكلمة قولهم للقديم لم يزل نسب هذه اقل
 يستقيم الا باختصار فقالوا ايزل ثم ابدلت الياء
 الفاء لانها اخف فقالوا ازل كما قالوا في المرحم المنسوب
 الى ذي يزن ازل ونصل اثر بن (صحيح طبع مصر)
 شہور محدث لغوي محمد بن يعقوب فيروز آبادي قاسم میں لکھتے ہیں :-

لازل بالتحريك القوم وهو ازل واصله يزل منسوب
 الى لم يزل ثم ابدلت الياء الفاء لانه كما قالوا في المرحم
 المنسوب الى ذي يزن ازل

نیزہ کو ازل کہتے ہیں (قاسم جلد سوم باب الام فصل اليزه ص ۳۳ طبع مصر)
 علامہ ابو الفضل جمال الدين محمد بن مكرم المعروف بابن منظور الافريقي المصري، "لسان العرب" میں لکھتے ہیں :-

وازل بالتحريك القوم يقال اليوم منصور ومنه قولهم
 هذا شئ ازل اي قديم وذكر بعض اهل العلم ان اصل
 هذه الكلمة قولهم للقديم لم يزل ثم نسب اليها
 لام يستقيم الاختصار فقالوا ايزل ثم ابدلت الياء
 الفاء لانها اخف فقالوا ازل كما قالوا في المرحم المنسوب
 الى ذي يزن ازل ونصل اثر بن (صحيح طبع مصر)

الاول بالتحريك هو ما لا بد له في اوله كالقدم ولا
 ولا نهاية له في اخره كالقيام بجهد واجل وجوده
 ازل بالتحريك جي کی ابتدا نہ ہو بل قدم کے اور ابد جس کی انتہاء نہ ہو
 مثل بقا کے یہ واجب الوجود کی صفت ہے ۱۰۰۰۰۰

والا زل ام من القديم قال ابن فارس وادى كلمة
 التي لبيت مشهور واحب انهم قالوا للقديم
 لم يزل ثم نسب اليها هذا فلم يستقيم الا باختصار
 فقالوا ايزل ثم ابدلت الياء الفاء لانها اخف فقالوا
 ازل كقولهم في المرحم المنسوب الى ذي يزن اذل

(كليات ابو البقاء الكفوي فصل الالف الزاي ص ۲۲)
 یہ لفظ ازل و ازل کے متعلق المرحم لغویین کی تحقیق کوئی بھی اس کو مولد و خیل نہیں بتلا رہا ہے بلکہ خالص عربی لفظ ہے / ہاں مشہور لغوی ابن فارس
 نے ۳۹۹ھ کے قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لفظ زیادہ مشہور نہ تھا / عدم شہرت سے اس کی صحت میں کلام نہیں کیا جاسکتا ہے / بلکہ یہ ہو سکتا ہے
 کہ زیادہ مشہور نہ ہونے کی وجہ سے کچھ لوگ اس لفظ سے ناواقف ہوں جیسے صاحب اس زعمری اور صاحب ثغفار الغلیل خفا جی (یہ گیارہویں
 صدی جوهري کے بزرگ ہیں)

لفظ کیفیت و کیت بھی کتب لغات میں موجود ہے / اسی طرح "کیفیت" کا لفظ ہے / یہ بھی لغت عرب میں اسی معنوں میں موجود ہے جس معنی میں نفع البلاغہ
 میں وارد ہوا ہے / مولد ہرگز نہیں ہے / مشہور لغوی احمد بن محمد بن علی المقرئ القفوی اپنی لغت مصباح المنیر میں لکھتے ہیں "وکیفیت الشئ
 حالہ وصفتہ" (مصباح المنیر جلد دوم ص ۵۶ طبع مصر) / "کیفیت" کی طرح کیت کا لفظ بھی اہل لغت کے نزدیک صحیح ہے /
 فیروز آبادی قاسم میں لکھتے ہیں :-

كما اسم ناقص مبني على السكون او سوال عن العدد
 وقد جعل اسما تاما فصرف وتشد وتقول اكثر من
 الكم والكيت

جوهري نے بھی صحاح لغت میں ہی لکھا ہے /
 كما اسم ناقص مبني على السكون وله موزعت
 الاستفهام والخبر وان جعلته اسما تاما
 شددت اخره وصرفته فقلت اكثر من الكم و

في الكيت (صحيح جلد دوم ص ۳۳ طبع مصر)
 یہ عبارت لسان العرب میں بھی ہے "وان جعلته اسما تاما شددت اخره وصرفته فقلت اكثر من الكم وهو كيت" (لسان العرب جلد ۵ ص ۳۳ طبع مصر)
 یہاں جوهري نے کہا کہ اگر کسی عربی کے ان الفاظ کو اپنے کلام میں استعمال کیا جوتا اور اہل لغت ان کلمات کے متعلق خاموش ہوتے تو اس وقت بھی
 یہ الفاظ مولد نہیں کہے جاسکتے تھے / "کیت" عربیہ لفظ ہے / ان الفاظ کو استعمال کیا ہے / حضرت کے استعمال کے بعد اہل لغت کی شہادت
 کی ضرورت نہیں ہے / اگر اہل لغت ان کو نہ نقل کرتے تو یہ ان کے جہل کا ثبوت تھا /

امام محمد بن عبد الصمد مصری الفاظ مع البلاغہ کو / الاتاذ الاکبر والمصلح الاعظم والامام الادب شیخ محمد بن عبد الصمد مصری الفاظ مع البلاغہ کو کتب لغت کے مقابل میں قرار دیتے ہیں
 کہ ان کے مقابل میں جت قرار دیتے ہیں / چنانچہ علامہ محمد بن عبد الصمد مصری الفاظ مع البلاغہ کو کتب لغت کے مقابل میں قرار دیتے ہیں

"مکن ہے تم اس مسئلہ میں استواء امام محمد بن عبد الصمد کی رائے دریافت کرو جنہوں نے نفع البلاغہ کو خواب گنہامی سے بیدار کیا اور دعوت اطلاع
 اور بارگاہ نگاہی میں جن کا کوئی دوسرا مقابل نہ تھا اس سوال کا جواب یہ ہے کہ :-

بل هو يتجاوز هذا المقدار الى الاعتراف بان
 جميع الالفاظ صادرة عن الامام على ما هي
 مافي الكتاب حجة على معاجم اللغة اسمعيليه و
 هو يقول ص ۱۹ من هذه المطبعة (المواساة
 بالنسبة الاشتراك فيه قالوا والفصيح
 ہم لغویین کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو تمام کمال اور المومنین
 ہی کا کام سمجھتے تھے / صرف زبان ہی نہیں بلکہ خصوصاً الفاظ کو بھی حضرت
 علی کی زبان سے نکلا ہوا سمجھتے تھے / یہاں تک کہ وہ نفع البلاغہ کے نفع
 الفاظ کو لغت کی کتابوں کے مقابل میں نہ قرار دیتے ہیں / ملاحظہ ہو جلد ۵
 ص ۱۹ اس اڈیشن کا / وہ فرماتے ہیں "مواساة" کسی چیز میں دوسرے کو

ابن فارس
 لغوی کے
 نزدیکی لفظ
 ازل زیادہ
 مشہور نہیں

مصباح
 المنیر القفوی
 قاسم میں
 لکھا ہوا

کیفیت
 کیت

صحاح جوهري
 صحاح بخاري
 کتب

صحاح جوهري
 محل مستاد
 ہے

نفع البلاغہ
 لسان العربی

ازل

قاسم
 فیروز آبادی

لسان العربی
 ابن منظور
 افريقي

کتابت
 ابو البقاء

طبع نہ کر کے صفحہ ۳۱ پر ہے " نکاد بعض الناس ان یوتاب "

(۵) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ حجرات، باب قوله لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (طبع مذکور صفحہ ۱۵)

حدثنای عن ابن جریل النخعی قال حدثنای عن ابن عمر عن ابن ملیکہ قال کاد الخیران ان یهلکا ابابکر وعمر، رفعوا اصواتہما عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم، لیکن صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں "ان یهلکا یقیناً" موجود ہے، مگر بعض میں "غیر ان" کے بھی صرف "یهلکا" مذکور ہے جیسا کہ حاشیہ کے نسخوں (ن) سے واضح ہوتا ہے، چنانچہ علامہ محمد طاہر فتنی حنفی نے مجمع بحار الانوار میں لغت خیر کے تحت میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں بھی اولاً ان کے ساتھ ذکر کیا ہے اس کے بعد اختلاف نسخ کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے

"وفیہ کاد الخیران ان یهلکا، بتشدید تحتیۃ ای الفاعلان للخیر الكثير، ویهلکافی بعضها ای بعض النسخ" بخلاف نون بلا ناصب وجازۃ لغت، وہما ابوبکر وعمر، مجمع بحار الانوار جلد اول صفحہ ۳ لغت خیر، اختلاف نسخ کی یہ مثال بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ابلائے کے مختلف نسخوں میں میر المومنین کے اس قول میں ہے کہ بعض میں "یکاد صاحب ان یشیع منہ" ہے اور بعض میں یکاد صاحبہ تشیع منہ، بغیر ان کے ہے

(۶) صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین والبدع، (طبع مذکور صفحہ ۱۵) حدثنای عن ابن جریل النخعی عن نافع بن عمر عن ابن ملیکہ قال کاد الخیران ان یهلکا ابوبکر وعمر، اس مقام پر "ان" کا استعمال سب نسخوں میں ہے صرف اختلاف یہ ہے کہ بعض نسخ میں "ان یهلکان" ہے جیسا کہ حاشیہ پر اختلاف نسخ کے سلسلہ میں یہ تحریر کیا گیا ہے، لیکن واضح رہے کہ قواعد صرفیہ کے ماتحت یہ بھی غلط ہے کہ ناصب کے بعد ہر اور شبیہ کا نون بھی بغیر حذف کے موجود رکھا جاوے

(۷) صحیح مسلم شرح النووی جلد دوم کتاب صفات المنافقین، (طبع مطبع الفزاری و ملی / صفحہ ۳۳) عن جابر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سفرفلما کان قربت المدینۃ ہاجت ریحہ تکاد ان تدفن الواکب یہاں پر کسی قسم کا اختلاف نسخ نہیں بلکہ ہر نسخہ میں "تکاد ان تدفن الواکب" ہی ہے، (شراح علامہ نووی) لکھتے ہیں، قوله ہاجت ریحہ تکاد ان تدفن الواکب ہکذا ھو فی جمیع النسخ

(۸) صحیح مسلم شرح النووی، جلد اول، کتاب الصلوۃ، باب الدلیل لمن قال صلوۃ الوسطی، "صلوۃ العصر ۲۲ طبع مطبع الفزاری" عن جابر بن عبد اللہ، ان عمر بن الخطاب یوم الخندق جعل یسب کفار قریش وقلیل یرسل اللہ واللہ ملکوت ابن اصبغ العصر حتی کادت ان تغرب الشمس

(۹) صحیح مسلم شرح النووی جلد اول کتاب الایمان، باب تحریم قتل الانسان نفسه، (طبع مطبع الفزاری و ملی) عن ابی ہریرۃ قال قال شہد نافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنیناً فقال للرجل ممن یدعی بالاسلام ھذا من اھل النار فلما حضرا القتال قاتل الرجل قتلاً شديداً قاضیاً بوجاہۃ فقیل یرسل اللہ واللہ الرجل الذی قتلہ انھا لہ من اھل النار فاندۃ قاتل الیوم قتلاً شديداً وقد مات فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی النار، نکاد بعض المسلمین ان یوتاب فیہن ما ھم علی ذلک اذ قیل فاللہ امریت وکن بدجراً حاشاً شديداً فلما کان من البلیل لم یصد علی الجراح فقتل نفسه فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذلک فقال اللہ اکبر! شہد انی عبد اللہ ورسولہ ثم امر بالافنادی فی الناس انه لا یدخل الجنة الا نفس مسلمۃ فان اللہ یؤید ھذا الذی بالرجل المظفر

نکاد بعض المسلمین ان یوتاب فیہن ما ھم علی ذلک، جیسا کہ اصل میں حدیث میں ہے، ان یوتاب فانیت ان مع کاد ھو جائز کہ نہ قلیل، اس سے ثابت ہوا کہ کاد کے ساتھ ان کا استعمال جائز ہے، لیکن ایسا استعمال ہر جگہ درست نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی تفسیر صحیح بخاری میں ہے

وکاد لمقاربة الفعل ولم يفعل اذا لم یفعل ما نفی

فان تعدھا کقولک ما کاد یقوم کانت دالۃ علی القيام

لکن بعد بطو کذا نقلہ الواحدی وغیرہ عن العربی اللغۃ

(۱۰) الشیخ منصور بن ناصف من علماء الازہر، کتاب التاج الجامع للاصول فی احادیث الرسول، میں صحیح ترمذی و بخاری سے روایت کرتے ہیں: عن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ قال کاد الخیران ان یهلکا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما، رواہ البخاری والترمذی، (کتاب التاج الجامع للاصول فی احادیث الرسول جلد ۱ کتاب تفسیر سورۃ الحجرات صفحہ ۲۲ طبع مصر) مشکوٰۃ المصابیح للعلامة الشیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری، باب فی المعجزات، الفصل الاول صفحہ ۲۵ مطبوعہ مطبع نظامی و ملی، صحیح مسلم سے روایت ہے:-

"عن جابر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سفرفلما کان قربت المدینۃ ہاجت ریحہ تکاد ان تدفن الواکب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت ھذا الریح لموت منافق وقد مر المدینۃ فاذا عظیم من المنافقین قد مات رواہ مسلم

(۱۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب المعجزات صفحہ ۲۵ صحیح بخاری سے روایت ہے، "عن جابر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب استند الی جزیۃ نخلة من سواری المسجد فلما صنیۃ کہ المنبر فاستوی علیہ صاحت الخلة التي کان یخطب عندها حتی کادت ان تنشق فنزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اخذھا فضمھا الیہ فجعلت تان انین الصبی الذی یسکد حتی استقرت قال بکت علی ما کانت تسمع الذکر رواہ البخاری، اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ "کادت ان تنشق" بخاری میں بھی موجود ہے،

(۱۲) مجمع بحار الانوار علامہ محمد طاہر فتنی حنفی جلد اول صفحہ ۲۲، "لغت ذمیر ومنہ حدیث ابن صتیان اخذ فی منہ ذمیرہ حتی کاد ان یأخذ فنی بتشدید الیاء او علی الحاشیۃ لعلہ قول بن عمر حین تکلم معہ ابن صیاد فی طریق مکۃ" مجمع بحار الانوار علامہ محمد طاہر فتنی حنفی جلد دوم صفحہ ۱۳ لغت سلم، "ومنہ کاد امیۃ بن الصلت ان یسلم" "منہ" سے اشارہ کر مانی کی طرف ہے، اور اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:- "لما فی شعرہ من الاقرار بالوحدانیۃ والبعث

(۱۳) مجمع بحار الانوار محمد طاہر فتنی حنفی جلد سوم صفحہ ۲۵ لغت فقر، "کاد الفقران یكون کفرا" (۱۴) مجمع بحار الانوار محمد طاہر فتنی حنفی جلد سوم صفحہ ۲۶ لغت ولی، من النہایۃ قول ابن الحنفیۃ وکدت ان اکون السواد الخترم تشبہ کاد بعضی فادخل ان فی خبرھا

(۱۵) کتاب النہایۃ ابن اثیر بخاری جلد ۲ طبع قاہرہ ۲۲۶ لغت ولی، "ومنہ حدیث ابن الحنفیۃ، کان اذا مات بعض ولدہ قال اولی لی کدت ان اکون السواد الخترم تشبہ کاد بعضی فادخل فی خبرھا ان، کتاب احادیث اہل بیت میں اس کی بکثرت مثالیں ہیں، کہاں تک حوالہ دیا جاوے اس لیے من رجبہ بالاثوابہم راکتفا کرتا ہوں، کتاب اوس و تاریخ میں "کاد" کے ساتھ "ان" کا استعمال صرف احادیث اہل بیت ہی نہیں بلکہ عربی ادب علوم کی کتابوں میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں اس میں صرف چند حوالے دینا کافی ہیں ملاحظہ ہو

(۱۶) قاضی القضاۃ شہاب الدین احمد الخفاجی شرح درۃ النواہی میں لکھتے ہیں:- "رسم عفان بعد ما ذاقہ فی کاد من طول البلی ان یحصا یہلا مصر یوں بھی روایت کیا گیا ہے، "وبع عفان الذر طولاً فاعنی یشرع رؤیہ بن حجاج کے ارچوزہ میں سے ہے اور ثبوت ہے کہ "کاد" "عسی" کے ساتھ ہے اس امر میں اس کی خبر میں "ان" داخل ہوتا ہے (شرح درۃ النواہی فی اوہام الخواص صفحہ ۳۲ طبع قسطنطنیہ) وقد ذکرہ المرزوقی وغیرہ فی السواشی قال انصرم الفصحا مرزوقی وغیرہ نے عرضی میں ذکر کیا ہے کہ ارشاد فرمایا انصرم الفصحا

شراح مسلم علامہ نووی کا ارشاد کہ "کاد" کے ساتھ "ان" کا استعمال جائز ہے

مشکوٰۃ المصابیح میں استعمال

مشکوٰۃ المصابیح ک دو مری مثال

مجمع بحار الانوار میں مستعمل

کتاب النہایۃ ابن اثیر میں مستعمل قول برجینیہ

شرح درۃ النواہی میں استعمال

صلی اللہ علیہ وسلم کاد الفقران کیوں کفرا وان
کاد الحسد وان یغلب القدر وهذا معروف فی کلامه
العرب کقول ذی الرمة

وحدت فوادی کاد ان یتخفه
خلیع الہوی من اجل ما یتدکر
(شرح درۃ الخواص صفحہ ۱۳۳)

(۳۱) جواہر الادب فی ادبیات و انشاء لفظ العرب (الطبعة الخامسة عشر) (پندرہواں ایڈیشن) ۱۹۲۲ء مطبوعہ مصر / جواہر الادب فی ادبیات
استطاف تکریم جلیل التعمیم ص ۱۱۰ "فقد تبسم المقصم وقال، کاد واللہ یا قہیم ان یسبق السیف قد وھبت للصبیہ
وغفرت لك الصبوة، ثم امر بعت قیودہ وخلق علیہ"

(۳۲) عبد اللہ بن سلم بن قتیبة الذہبی المتوفی ۲۵۵ھ لکھتے ہیں :-
"وبکی معاویہ بن یزید حتی کادت نفسه ان تجرح وطان بکاوک" (کن اللہ وابیہ بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما ۱/۲۵۷)
شیخ الرئيس حکیم بر علی سینا کتاب الشفا کے تحت البیات میں لکھتے ہیں :-

ان روس الفضائل عفة وحکمة و شجاعة و مجموعها العدالة وهي خارجة عن الفضيلة النظرية ومن جمعت
لہ معها الحکمة النظرية فقد سعد ومن فاز معدلک بالخواص النبوية کاد ان یصیر رباً انسانیا وکاد ان یجلی
عبادته بعد اللہ وهو سلطان العالم الاخری وخليفة اللہ (البیات الشفا مخطوط)

(۳۳) خلوصی کے نزدیک دوسری غلطی یہ ہے

The preposition Ka is incorrectly used with a
pronoun in the following phrase: in nilastie Ka -
anta, I am not like you. (Nahj Vol 1, P 449) -

یہ عبارت میں حرف جار (کان) کا استعمال ضمیر کے ساتھ غلط ہے، جہاں پر حضرت نے فرمایا ہے "انی لست کانت" (نہج البلاغہ
جلد اول نمبر ۲۹۹ صفحہ ۴۴۹) میں ضمیر کے ساتھ حرف جار کا استعمال صحیح نہیں ہے

جواب

یہ اعتراض بھی پہلے ایراد کی طرح جس کا بھی جواب دیا گیا ہے معرض کی جہالت پر دال ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے
اس کو تسلیم کیا ہے کہ حرف جار کے ساتھ ضمیر کا استعمال ہوا ہے، مثلاً "جنت جبر ہے" اس کے ساتھ ضمیر کا استعمال ہوا، شاعر کہتا ہے

فلا والله لا یلتقی الناس

فتی حقائق یا ابن ابی زیاد

"جنت جبر ہے اس کے ساتھ ضمیر کا استعمال ہوا، شاعر کہتا ہے

واہی بیت و شینگ صدع اعظمتہ

و شینگ عظمیٰ انقذت من عطبتہ

اسی طرح "کانت" جو مصدر جبر ہے اس کے ساتھ ضمیر کا استعمال ہوا، شاعر کہتا ہے

خلی الذنابات شملاً لا کثلاً

وامراً و غلاً کھا او اھرباً

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ
(ملاحظہ ہو) شرح الامام ابن قیم علی القیام مالک ص ۱۹۲ مطبوعہ بیروت ۱۴۰۰ھ

اسی طرح حرف جار کانت، اس کا استعمال ضمیر کی جگہ کے ساتھ بھی ہوا ہے، شیخ جمال الدین بن ہاشم الانصاری النحوی (مغنی اللیبین لکھتے ہیں :-
وانت ضمیر مرفوع انیب عن المجور کما قولہم صرانا
اور عرب اہل زبان جو یہ کہتے ہیں "ما انا کانت" اس میں "انت"

کانت
بیٹا انہی میں ہے "وقد تدخل علی المرفوع نحو ما انا کانت" اور کبھی مرفوع پر حرف جار کانت داخل ہوتا ہے جیسے "ما انا کانت" (ملاحظہ ہو
مغنی اللیبین ص ۱۹۲) مسائل البھیہ میں ہے "ونزو اخش ضمیر مجرور است کہ موقع مرفوع شدہ در ما انا کانت" (اسا کہ ابھیہ فی قواعد البھیہ
صفحہ ۱۹۲)

اوضح المسالك شرح الفیہ میں ہے: کذا اجر الکاف المضارع الخائب :-
"کونانی قول العجاہ یصف حمارا وحشا
نحو: "کونانی قول العجاہ یصف حمارا وحشا
ما خلی الذنابات شملاً کثلاً وامراً و غلاً کھا او اقرباً
اسی طرح کہ: کھا، اکھ، کھن، اگرچہ ان کا استعمال کم ہے، اسی طرح ضمیر
المخاطب نحو انا کانت والمتکلم ما انت کی ومنہ قوله
انت کی، "شاعر عرب کہتا ہے: اذا تحرب شمرت لمرکن کی
اور اہل عرب کی بول چال ہے، "ما انت کانا"، "وما انا کانت"

اوضح المسالك شرح الفیہ بن مالک صفحہ ۲۰۷/۲۰۸ طبع کلکتہ ۱۳۳۵ھ
یہی شرح کافیہ بحث کاف جارہ و تشبیہ میں ہے "وقد یدخل فی السعة علی المرفوع، نحو ما انا کانت"
شرح جامی مذکور بحث حروف جارہ ص ۱۸۱ ہے

دیکھیں اسی الکاف بالظاہر ای بالاسم الظاہر عند المجہور فقال کہ استغناء عنه بيشل ونحوه / وقد
تدخل فی السعة علی المرفوع نحو ما انا کانت خلافاً للمبرور فانه ايجاز ذلک مطلقاً نظراً الى ملجاء فی اشعارهم
حاشیہ ۱۰۰ قوله ايجاز ذلک مطلقاً فی السعة والضروقه فی المرفوع والمنصوب والمجہور وفي الاسم الظاهر
والضامیر

قوله نظراً الى لاجل النظر و حال کونه ناظر الى ملجاء فی بعض الاشعار ملاحظہ کیا
نویسین یہ بتلا رہے ہیں کہ اہل زبان کی بول چال میں "کانت" جار ہے اور اس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا ہے اس لیے اگر
یہ نسخہ ابلاغہ میں دار ہے تو کیوں غلط ہوگا بلکہ اس کو غلط کہنے والا خود اپنی بے خبری اور جہالت کا ثبوت پیش کرتا ہے، عرب تو عموماً "وما
انا کانت" کہتے ہیں لیکن انھوں نے بعد رسول اللہ نے "انی لست کانت" ارشاد فرمایا کہ اس جگہ کو بلاغت کے بلند ترین درجہ پر پہنچا دیا ہے /
مذہبہ بلا شواہد سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس کے علاوہ "لست کانت" کی شواہد میں اشعار عرب کا مطالعہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نویسین
کی تصحیح موجود ہے کہ ضمیر مرفوع پر کانت جارہ و تشبیہ غیر اشعار میں داخل ہو کر تا ہے جس کے لیے لفظ "سعة" کا استعمال خاص طور سے کیا
گیا ہے لہذا امیر المؤمنین کے ارشاد "انی لست کانت" کی تمثیل یا شد میں محض اقوال شریعہ ہی عربوں کے پیش کیے جاویں گے جس کا
وجہ خود انھیں غلطی ادب اور نویسین ہی کی تحریرات سے یقینی طور پر ثابت ہے جیسا کہ صاحب مغنی اللیبین کی عبارت "وانت ضمیر مرفوع
انیب عن المجہور کما قولہم انی لست کانت" سے ظاہر ہے لیکن باوجود اس عدم ضرورت کے بھی حسب تحریر شرح جامی (نظراً الى ملجاء
فی اشعارهم) نیز حسب تصریح محشی (ناظر الى ملجاء فی بعض الاشعار) اشعار عرب میں بھی ایسا استعمال موجود ہے، بہر حال امیر المؤمنین کے
کلمہ "انی لست کانت" کی شد اور مثال میں عربوں کا یہی قول کافی اور دانی ہے کہ "ما انا کانت" اور کلمات اور یقیناً کی حیثیت سے
تمام کتب بول میں مذکور ہے اور "انی لست" اور "ما انا" میں کوئی فرق حقیقتاً نہیں ہے جو کہ بھی ہے وہ صرف ظاہری ہے معنی و مضمون کے
اعتبار سے دونوں بالکل ایک ہی ہیں اور پھر حوالہ موقوف جہاں کا یہ پہلا جزو عمل اعتراض بھی نہیں ہے کہ جس میں فرق کا ہونا کچھ حلج بھی لگھا
جا سکتا، اعتراض کا سورہ عمل جو کچھ بھی ہے وہ حرف آخر کا جزو ہے یعنی "کانت" کہ جس میں ضمیر پر کانت جارہ و داخل ہوا ہے اور یہ جزو
مفرد کے کلمہ اور عرب کے قول میں یکساں طور سے بغیر کسی فرق ظاہری و باطنی کے کما اللہ موجود ہے

یہی شرح کافیہ بحث کاف جارہ و تشبیہ میں ہے "وقد یدخل فی السعة علی المرفوع، نحو ما انا کانت"
شرح جامی مذکور بحث حروف جارہ ص ۱۸۱ ہے

دیکھیں اسی الکاف بالظاہر ای بالاسم الظاہر عند المجہور فقال کہ استغناء عنه بيشل ونحوه / وقد
تدخل فی السعة علی المرفوع نحو ما انا کانت خلافاً للمبرور فانه ايجاز ذلک مطلقاً نظراً الى ملجاء فی اشعارهم
حاشیہ ۱۰۰ قوله ايجاز ذلک مطلقاً فی السعة والضروقه فی المرفوع والمنصوب والمجہور وفي الاسم الظاهر
والضامیر

قوله نظراً الى لاجل النظر و حال کونه ناظر الى ملجاء فی بعض الاشعار ملاحظہ کیا
نویسین یہ بتلا رہے ہیں کہ اہل زبان کی بول چال میں "کانت" جار ہے اور اس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا ہے اس لیے اگر
یہ نسخہ ابلاغہ میں دار ہے تو کیوں غلط ہوگا بلکہ اس کو غلط کہنے والا خود اپنی بے خبری اور جہالت کا ثبوت پیش کرتا ہے، عرب تو عموماً "وما
انا کانت" کہتے ہیں لیکن انھوں نے بعد رسول اللہ نے "انی لست کانت" ارشاد فرمایا کہ اس جگہ کو بلاغت کے بلند ترین درجہ پر پہنچا دیا ہے /
مذہبہ بلا شواہد سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس کے علاوہ "لست کانت" کی شواہد میں اشعار عرب کا مطالعہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نویسین
کی تصحیح موجود ہے کہ ضمیر مرفوع پر کانت جارہ و تشبیہ غیر اشعار میں داخل ہو کر تا ہے جس کے لیے لفظ "سعة" کا استعمال خاص طور سے کیا
گیا ہے لہذا امیر المؤمنین کے ارشاد "انی لست کانت" کی تمثیل یا شد میں محض اقوال شریعہ ہی عربوں کے پیش کیے جاویں گے جس کا
وجہ خود انھیں غلطی ادب اور نویسین ہی کی تحریرات سے یقینی طور پر ثابت ہے جیسا کہ صاحب مغنی اللیبین کی عبارت "وانت ضمیر مرفوع
انیب عن المجہور کما قولہم انی لست کانت" سے ظاہر ہے لیکن باوجود اس عدم ضرورت کے بھی حسب تحریر شرح جامی (نظراً الى ملجاء
فی اشعارهم) نیز حسب تصریح محشی (ناظر الى ملجاء فی بعض الاشعار) اشعار عرب میں بھی ایسا استعمال موجود ہے، بہر حال امیر المؤمنین کے
کلمہ "انی لست کانت" کی شد اور مثال میں عربوں کا یہی قول کافی اور دانی ہے کہ "ما انا کانت" اور کلمات اور یقیناً کی حیثیت سے
تمام کتب بول میں مذکور ہے اور "انی لست" اور "ما انا" میں کوئی فرق حقیقتاً نہیں ہے جو کہ بھی ہے وہ صرف ظاہری ہے معنی و مضمون کے
اعتبار سے دونوں بالکل ایک ہی ہیں اور پھر حوالہ موقوف جہاں کا یہ پہلا جزو عمل اعتراض بھی نہیں ہے کہ جس میں فرق کا ہونا کچھ حلج بھی لگھا
جا سکتا، اعتراض کا سورہ عمل جو کچھ بھی ہے وہ حرف آخر کا جزو ہے یعنی "کانت" کہ جس میں ضمیر پر کانت جارہ و داخل ہوا ہے اور یہ جزو
مفرد کے کلمہ اور عرب کے قول میں یکساں طور سے بغیر کسی فرق ظاہری و باطنی کے کما اللہ موجود ہے

یہی شرح کافیہ بحث کاف جارہ و تشبیہ میں ہے "وقد یدخل فی السعة علی المرفوع، نحو ما انا کانت"
شرح جامی مذکور بحث حروف جارہ ص ۱۸۱ ہے

دیکھیں اسی الکاف بالظاہر ای بالاسم الظاہر عند المجہور فقال کہ استغناء عنه بيشل ونحوه / وقد
تدخل فی السعة علی المرفوع نحو ما انا کانت خلافاً للمبرور فانه ايجاز ذلک مطلقاً نظراً الى ملجاء فی اشعارهم
حاشیہ ۱۰۰ قوله ايجاز ذلک مطلقاً فی السعة والضروقه فی المرفوع والمنصوب والمجہور وفي الاسم الظاهر
والضامیر

۳۔ خصوصی صاحب فرماتے ہیں:-

*Itlaqa bi: to meet (Nahj vol II, P. 62) Itlaqa
does not take the preposition bi.*

خصوصی کا یہ ایراد امیر المؤمنین کے اس حکم پر ہے جو حضرت نے محمد بن ابی بکر کی شہادت کے بعد عبداللہ بن عباس کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا تھا، اس مکتوب کا یہ آخری جملہ ہے: "لا أحببت ان البقی مع هؤلاء یوماً واحداً ولا التقی بهم ابداً" (مخبر ابی عبد اللہ دوم ص ۱۱۱) اعتراض ہے کہ "التقی" حرف جارہ "ب" کو نہیں قبول کرتا اور یہاں باء جارہ کے ساتھ اس کا استعمال ہے لہذا غلط ہے!

جواب

یہ اعتراض بھی خصوصی کے جمل پر دلیں ہے، آخر کس اصول و قاعدہ کی بنا پر فیصلہ کیا جا رہا ہے کہ حرف جارہ "با" کا استعمال لفظ اتقی کے ساتھ صحیح نہیں ہے، جب "التقی" کے اصل حکم کے ساتھ حرف "با" کا استعمال برابر ہو تا ہے تو اس کے ساتھ بھی استعمال ہو سکتا ہے، ملاحظہ ہو "القاء بہ" "وقد تلاقوا بیہا" "ہم تلاقون بالقیۃ لہم" "القی بہ من یدک" (السان العرب ج ۱ ص ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴) یہ کماؤں سے کہ جس طرح متذکرہ بالا موارد استعمال میں اصل کلمہ لازم ہے اسی طرح "التقی" بھی لازم ہے اس لیے جواز کے لیے یہ قوی ثبوت ہے کسی خاص مثال کی ضرورت نہیں ہے!

۴۔ خصوصی صاحب فرماتے ہیں:-

Moutakif: devoted to prayers in a exclusive manner. It is used only in a religious sense. But the "Nahj" uses it in the sense of applying oneself to anything assiduously, in which case the kindred word 'akif' is the correct one.

مخبر البلاغہ میں "اہلہ معتكفون علی العصیان" (مخبر البلاغہ جلد اول ابن عبدہ صفحہ ۴۹۰) کے جملہ میں معتكف کا لفظ مطلق مواظبت و ملازمت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے حالانکہ لفظ معتكف میں ایک مذہبی (اصطلاحی شرعی) مفہوم پایا جاتا ہے، یہاں پر صحیح لفظ معاکف تھا جس کا استعمال کرنا چاہیے تھا!

جواب

یہ ایراد بھی غلط ہے اور صحیح ذوق ادب نہ رکھنے کا نتیجہ ہے، یہ بالکل غلط ہے کہ معتكف کے معنوں میں مذہبی مفہوم کا ہونا ضروری ہے، اس لزوم کی کیا دلیل ہے؟ مجھے تو کہیں بھی ایسا وجہ و لزوم اصطلاحات شرعیہ میں نہیں ملتا، ظاہر ہے کہ صلوٰۃ کی لفظ مصطلح اور منقول شرعی ہو جانے کے بعد، مذہبی اور شرعی مفہوم میں بہ نسبت خصوصیت مقررہ نازک کیلئے (جس میں قیام و قعود، رکوع و سجود، تشہد و سلام، نیت و تکبیرۃ الاحرام کا ہونا لازمی و ضروری ہے) خصوصیت ہو گیا ہے تو کیا مقررہ کے قول کے بموجب یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں کہیں بھی لفظ صلوٰۃ بولی جائے نازکی بہ نسبت کہ الیہ کا مفہوم بھی وہاں پایا جانا ضروری ہے، قطعاً غلط ہے! یہ ہرگز لازم نہیں ہے کہ جہاں کہیں بھی لفظ صلوٰۃ بولی جائے تو اس میں نازکی بہ نسبت کہ الیہ کا مفہوم بھی لازم رہے، اگر کچھ بھی اس کی اصلیت و حقیقت ہو تو پھر خداوند عالم اسی لفظ صلوٰۃ کو استعمال فرما کر غیر نازک کے مفہوم میں لے کر آئے سکتا تھا، کیا اس لفظ کے منقول شرعی اور اصطلاحی ہوجانے کے بعد خود قرآن مجید ہی میں "یصلون علی النبی" اور "وصلوا علیہ" وارد نہیں ہے، اور کیا وہاں پر بھی لفظ صلوٰۃ میں نازکی بہ نسبت

مفہوم ہے؟ یا ایہ مفہوم کے ہو سکنے کا امکان بھی ہے؟ اسی طرح تمام الفاظ اصطلاحیہ اور منقولہ شرعیہ، جو دوسرے معانی لغویہ میں خود قرآن ہی کے اندر استعمال ہوئے ہیں، وہ سب کے سب مقررہ کے خود ساختہ اس خیال لزوم کو قطعی طور سے باطل ٹھہرا رہے ہیں، مثلاً "وہذا الذی یفسدکم" ثنائی ہے، "وہذا الذی" اس لیے یہ ادعا قطعاً صحیح نہیں ہے کہ معتكف کا لفظ اصطلاح شرع کے اعتبار سے مخصوص نماز عبادت کے لیے مخصوص ہو گیا ہے اور "عاکف" کا لفظ اس کے مقابلہ میں عام مفہوم میں استعمال ہوتا ہے اس لیے اس لفظ کے لغوی معنوں کی طرف توجہ کرنا چاہیے کہ اہل لغت کیا کہتے ہیں، جو ہری صحاح اللغہ میں لکھتے ہیں

عکف عکفہ ای حبسہ ووقفہ یعکفہ وبعکفہ
عکفاً عنہ قولہ تعالیٰ والہدی معکوفاً یقال ما
عکفت عن کذا ومنہ الاعتکاف فی المسجد وهو
الاحتباس وعکف علی الشئ یعکف وبعکف
عکفوا ای اقبل علیہ مواظبا یقال فلان عاکف
علی فرج حرام و قال تعالیٰ یعکفون علی اصنامہم
وعکفوا حول الشئ استدار و یقال عکف الجوہری
فی النظم (اصحاح جلد دوم ص ۱۱۱ طبع مصر)
عکف عکفہ بمعنی اس کو بند کر دیا اور روک دیا والہدی
معکوفاً، کے معنی میں قربانی کے لیے روکا ہوا اور بندھا ہوا چاندی
"ما عکف عن کذا" اس امر نے تم کو اس سے روکا "الاعتکاف
فی المسجد" مسجد میں عبادت کے لیے اپنے کو روک لینا، وبعکف
علی الشئ کسی چیز پر قائم رہنا اور اس پر برابر عمل کرنا، قلان
عاکف علی فرج حرام، فلان نے حرام کاری پر اپنے کو روک رکھا،
قرآن میں ہے وہ لوگ اپنے قبول کی عبادت پر ڈٹے اور اسے ہونے
ہیں کسی شے کے گرد پھرنا جو ہری نے مونی کو ڈوسے میں ڈالا

محمد بن محمد المقرئ الفیومی لکھتے ہیں:-

عکف علی الشئ معکوفاً وبعکفاً من بابی قعد و ضرب لازمہ
وواضیہ وقری بہما فی السبعة فی قولہ تعالیٰ یعکفون
علی اصنامہم وبعکفت الشئ عکفہ وبعکفہ حبسہ
ومنہ الاعتکاف وهو افتعال لان محبس النفس
عن التصرفات العادیۃ وبعکفہ عن حاجتہ،
(اصباح المیزج جلد دوم ص ۱۱۵)

مسلمانہ زنجیری لکھتے ہیں:-

یعکفون علی اصنامہم وبعکفت الطیر علی القتیل
وہم علیہ عکوف، و یقال انک لتعکفی عن حاجتی
والہدی معکوفاً و ہونی معکفہ، (السان البلاغہ جلد دوم ص ۱۱۱ طبع مصر)
محمد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی لکھتے ہیں:-

عکفہ یعکفہ وبعکفہ عکفاً حبسہ وعلیہ عکفاً
اقبل علیہ مواظبا والیوم حوله استدار واولک
الطیر حول القتیل والیوم حوله استدار
وفی المسجد اعتکف وروی واصلاح وناشر و قوم
عکوف عاکفون، (قاموس جلد دوم ص ۱۱۱ طبع مصر)

یہاں عمومی کتب لغات جن سے یہ معلوم ہوا ہے کہ "عکف" کے معنی ہیں ایک چیز پر قائم رہنا، ٹھہرنا اور روک رکھنا، اور "الاعتکاف فی المسجد" کے معنی ہیں مسجد میں (عبادت کے لیے) خاص پابندیوں کے ساتھ ٹھہرنا اور رکنا، اور "بعکف وبعکفہ" کے معنی ہیں کسی چیز پر قائم رہنا و رکنا، اب لغات حدیث کو ملاحظہ کیجیے، امام راغب صفحہ ۱۱۱ اپنی کتاب مفردات میں لکھتے ہیں:-

عکف، العکوف، الاقبال علی الشئ و ملازمہ علی
سبیل التعظیم لہ، والاعتکاف فی الشئ هو
عکف، عکوف کے معنی ہیں کسی چیز پر قائم رہنا اور برناتے
تعمیر اس کو اپنے لیے لازم کر لینا اور اصطلاح شرع میں اعتکاف

معتكف
وعاکف
معنی لغوی

اصحاح جلد دوم

اصباح

السان البلاغہ

قاموس

لغات حدیث

من معتكف

عاکف کے معنی

وضاق الخیر و عی المصلح، فاللهدی خامل والعی
شامل، عقی الرحمن، انصار الشیطان وحذل
الایمان، فانهاد دعا عی و تکررت معالیه
و درست سجده و عفت شکره اطاعوا الشیطان
فما لکم من انک و در و اما طله بهم سارست
اعلامه و قام لواء فی فتنه و استقام باخفاها
و وطعهم باطلاقیها و قامت علی سنا بکها فهم
فیها تالیهون حارون جاهلون مغفونون فی
خیر دار و شر جیران

و بنوں کے بل کھڑا ہو گیا اب وہ اس میں سراسیمہ و حیران ہیں جاہل تھے اور فتنے کا شکار اس جگہ جو بہترین ہو گیا مگر اس کے ہمارے بدترین ہیں
اس خطبہ میں "خیر دار و شر جیران" مخصوص رسول اللہ کے الفاظ ہیں جب آنحضرت ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو اہل مدینہ نے شرف
بہشت کے حالات کا ذکر فرما کر یہ ارشاد کیا تھا کہ کنت فی خیر دار و شر جیران میں بہترین مقام اور بدترین مہمایہ میں تھا اس کے بعد
آپ نے قریش اور عقبہ بن ابی معیط کی ایذا رسانوں کا ذکر فرمایا تھا "حضرت کے اس خطبہ میں" خیر دار و شر جیران "سے مراد علمائے شیعہ
نے اختلاف احوال کو نقل کرنے کے بعد کہہ دیا کہ ہمارا دل لیا ہے، ملاحظہ ہو
علامہ ابن تیمیہ الحجازی کی شرح موصوف خیر دار کے متعلق یہ قول نقل کرنے کے بعد اسی کو "قول حسن" فرمایا ہے کہ اس سے مراد مکہ معظمہ ہے (غریب بن ہریرہ
جلد اول صفحہ ۱۷۱) حاج ملا محمد صالح قزوینی اپنی شرح میں لکھتے ہیں :-

"و بہترین سرانے یعنی خانہ کعبہ و حوالی آن و بدترین مہمایگان آن خانہ یعنی گمراہان قریش و عرب و جاہلیت و اول بہشت
(شرح ملا محمد صالح قزوینی صفحہ ۲۱۰ طبع تبریز ۱۳۲۵ھ)

فاضل معاصر حاج سید علی نقی فیض الاسلام معنیانی اپنے "ترجمہ شرح" میں لکھتے ہیں :-
"جنگی و اس سرگردان و حیران و نادان و گرفتار بود در بہترین محل دنیا مکہ معظمہ و میان بدترین مہمایہ با اہل مکہ (ترجمہ شرح
بجہ اللہ آقا فیض الاسلام جلد اول صفحہ ۱۷۱ طبع طہران)

شامین بہشت بھی ہیں مراد یہ ہیں چنانچہ محمد عبیدہ المصری لکھتے ہیں :-
"خیر دار می مکہ المکرمہ و شر جیران عبد الاوثان من قریش" (شرح پنج البلاغہ محمد عبیدہ جلد اول صفحہ ۲۱۰)

"یعنی خیر دار مکہ و شر جیران من حولها من عبد الاوثان الذین کانوا فی الجاہلیۃ و قبل البعثۃ" (شرح صغری
جلد اول صفحہ ۱۷۱ طبع دار الکتاب العربیہ مصر)
علامہ ابن ابی الحدید نے بھی اپنی شرح میں لکھا ہے

"قولہ خیر دار یعنی مکہ و شر جیران یعنی قریش" (ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۱۷۱ طبع مصر)

اس خطبہ میں علامہ الفاظ اور منطوق کے اعتبار حضرت نے مہم رسالت اور اس زمانہ کے مساندین و محاربین و منافقین و کافریں کا تذکرہ
فرمایا ہے لیکن مہم کے اعتبار سے اس کی تطبیق حضرت کے حالات سے ہو رہی ہے کہ جو حالت آنحضرت صلعم کی خیر دار مکہ میں "شر جیران"
اہل مکہ کی وجہ سے تھی وہی حالت امیر المؤمنین کی (سرسبز عراق کے) خیر دار کوفہ میں شر جیران کوفیوں کی ہے و فانی و غزالی کی وجہ سے تھی (کوفہ
کا ظاہر بھی اہل کوفہ سے ہے، ملاحظہ ہو (مجموعہ احادیث امیر المؤمنین جلد ۱ صفحہ ۱۷۱ طبع مصر)
اس میں قریشی آپ کو مخالفت اسلام کی وجہ سے بدترین لوگ تھے اگرچہ وہ لوگ بہترین مقام کے رہنے والے تھے، اسی طرح سرسبز عراق اگرچہ
اہل عراق کے تھے لیکن وہ آپ کے لئے اہل حق سے جنگ کرنے اور عادیہ کے لشکر میں اور اس کے حمایتی ہونے کی وجہ سے بدترین لوگ ہیں چنانچہ
نقل مذکور ہے کہ اہل عراق کی طرف اشارہ کیا ہے، بہر حال اس کے مراد لینے سے بھی کوئی قباحت نہیں ہو سکتی جو کہ خیر دار ارض مکہ

ارض کوفہ، ارض شام میں منوں مقامات ہیں اور ہر جگہ کے باشندے حق سے انحراف و باطل کی حمایت کرنے کی وجہ سے شر جیران ہیں،
۹۔ اسی طرح تاریخی عقید و تجربہ کے بعد جو دو سر باطل و عیب خواہی صاحب کو نظر آیا ہے وہ یہ ہے کہ بیخ البلاء میں الان
رجع الحق الی اہلہ کا جملہ جنگ صفین کے نتیجہ سے متعلق ہے حالانکہ یہ اس سے متعلق نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اس کو ابتدائی خلافت کے
زمانہ کے خطبہ سے متعلق ہونا چاہیے،

آخر میں
جواب

جواب

جنگ صفین سے واپس آنے پر جو خطبہ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا اس کو نقل کرنے کے بعد سید رضی نے "ومنکھا یعنی قومنا آخرین" کے
زیر عنوان حضرت کا جو کلام نقل فرمایا ہے اسی میں "الان رجع الحق الما اہلہ جو سید رضی کی یہ اتہانی دیات ہے کہ راویوں نے جس عنوان سے روایت
کیا ہے آپ نے دیا ہی نقل فرمایا ہے، اپنی طرف سے کچھ تصرف نہیں فرمایا، سید رضی نے جس عنوان سے اس کلام کو نقل فرمایا ہے اس
سے یہ قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کلام مابین خطبہ کا لازمی جزو ہی ہے، اسی لیے سید رضی نے اس خطبہ سے الگ نقل کیا ہے، اس
کلام میں حضرت فرماتے ہیں :-

ذر العفور و سقو الغرور و حصذوا الثبور
(بیخ البلاغہ جلد اول صفحہ ۲۱۰)

ابن ابی الحدید اپنی شرح میں لکھتے ہیں :-

و اشارتہ ہذا کیست الی المنافقین کما ذکرہ الرضی
رحمۃ اللہ تعالیٰ و انہا اشارۃ الی من تغلب علیہ
و حقد حقہ کعادۃ و غیرہ و لعل الرضی عرف ذلک
و کفی عنہ (ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۲۱۰ طبع مصر)
یہ اشارہ امام علیہ السلام کا منافقین کی طرف نہیں ہے جیسا کہ بعض
تبتلاتہ ہیں بلکہ امام نے اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے جنہوں
نے امام پر غلبہ حاصل کیا اور آپ کے حقوق کا انکار کیا مثل معاویہ
وغیرہ کے، اور غالباً سید رضی نے سمجھ بوجھ کر منافقین سے انہیں
لوگوں کا کیا یہ کیا ہے

بالفاظ سید رضی منافقین اور بالفاظ ابن ابی الحدید وہ لوگ جنہوں نے حضرت کے حقوق کا انکار کیا اور حضرت پر غلبہ حاصل کیا مثل معاویہ
وغیرہ کے، ان کا تذکرہ کرنے کے بعد حضرت "آل محمد" کے فضائل و مرتبے کو بیان فرماتے ہیں،

لا یقاس بال محمد صلی اللہ علیہ و آلہ من ہذا الہۃ
احد و لا یسوی جہم من جرت نعمتہ علیہ ابلاہم
اساس الدین و عماد الیقین الیہم یعنی العالی
و بہم یلحق التالی و لہم خصائص حق الولائیۃ
و فیہم الوحیۃ و الوراثۃ الان اذ رجع الحق
الی اہلہ و نقل الی منتقلہ

(بیخ البلاغہ جلد اول صفحہ ۲۱۰)

میں رہی اب حق خلافت جو اس کا اہل تھا اس کی طرف پٹا دیا گیا ہے اور جو اس کی جگہ تھی وہاں اسے پہنچا دیا گیا،
جامع بیخ البلاغہ نے اس کلام کو جس عنوان سے نقل کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راوی کلام اس کو اسی خطبہ کا جزو سمجھتا ہے جو حضرت نے صفین
سے واپس آکر دیا تھا، مگر بعض شارحین کا خیال یہی ہے کہ بیعت عامہ کے موقع پر آپ نے یہ کلام ارشاد فرمایا تھا،
علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں :-

واعلم ان ہذا الکلمات وہی قولہ علیہ السلاہ الان اذ
رجع الحق الی اہلہ الی اخرہا یبعد عندی ان تكون
جاننا چاہیے کہ "الان اذ رجع الحق الی اہلہ" سے آخر خطبہ
مک کے کلمات کچھ ایسے ہیں جو میرے نزدیک صفین کی واپسی پر حضرت

بقول عقب انصار علیہ السلام من صدقین لاف
انصر عتقا وقتل من مضطرب الامر من مشرا بحبل
یواقة التحکیم وکلیدة ابن الناصر واما لمرعادیة
علیہ من الاستعظہار واما شہادہ رافعی عسکرہ منی لکن لا
وہذا الکلمات لا تقال فی مثل ہذا الحال واخلق
بیہان حکون قیلت فی ابتداء بیعتہ قبل ان یخرج
من المدینت الی البصرہ وان الرضی رحمہ اللہ تعالی
نقل ما وجد وحکی ما سمع والغلط من غیرہ والوہم
سابق لہ (ابن ابی ائودہ جلد اول صفحہ ۱۷۷ مصر)

نہیں ارشاد فرمایا ہو گا کیونکہ واقعہ حکیم کے بعد حضرت کے معاملات
خلافت درست نہیں رہ گئے تھے، کوئیوں میں اضطراب و انتشار
پیدا ہو چکا تھا اور معاویہ کو استحکام حاصل ہو گیا تھا ایسے حالات و
مواقع میں اس قسم کے کلمات نہیں کہے جاتے بلکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت نے
اپنی ابتداء خلافت میں مدینہ سے بھرتے آئے سے قبل یہ کلام
ارشاد فرمایا ہو، دراصل سید رضی رحمہ اللہ نے بالکل اس طرح نقل
نہ کیا جیسا کہ موصوف نے پایا تھا اور جس طرح سنا دینے یا
نہ سنا دینا یہ غلطی سید رضی کے علاوہ دوسروں کی ہے اور گزشتہ
روا کا وہم ہے

لیکن اگر اس کلام کو اسی خطبہ کا جزو سمجھا جائے جو آپ نے صفین کی دہلی پر ارشاد فرمایا تھا تو مناسب محل و مقتضا و حال کے اعتبار سے بھی
کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی اور نہ اس سے کوئی خلل و عیب ہی ہوتا ہے کیونکہ آپ نے جنگ صفین کے اُن حالات سے جس میں معاویہ نے
نے کرو فرمایا کام لیا، کو غیوں نے عذاری و یوفائی کی، اور خوارج کی جماعت پیدا ہو گئی، جو لوگ آپ کے ساتھ باقی رہے ان میں
ضعف کے آثار پیدا ہو گئے، ان حالات کو پیش نظر رکھ کر آپ نے صفین کی دہلی پر خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے عہد رسول کے انھیں
حالات کا تذکرہ فرمایا جو آپ کے حالات سے شاہد تھے، مطلب حضرت کا یہ تھا کہ آج پھر حق کو مٹانے کے لیے وہی طاقت اُبھر آئی ہے جس کو
رسول اللہ نے اپنے زمانہ میں دیا تھا، دراصل یہ اسلام کے مقابلہ میں ایسے مرتدین کی جماعت ہے جس نے بظاہر لباس اسلام تو پہن لیا ہے لیکن وہ
وہی ہے کہ اسلام کے مخالف ہیں جیسے کہ کفار ان قریش تھے اور ہم انہیں جو محل اسرار و حیل اور صندوق علم و حشر و حکمت میں ادین خدا
کے محافظ ہیں، اس فتنہ کو ہماری ہی رہبری و ہدایت سے مٹایا جا سکتا ہے اس فتنہ کو بریا کرنے والے انھوں نے جاہلیت کے بیج کو زمین اسلام میں بویا
اور پلے آپ عذرتے اس کو بیجا وہ معاویہ اور اس کے متبعین میں لہذا اس حقیقت کو سمجھ لو کہ آل محمد کا مقابلہ کسی سے نہیں ہو سکتا ہے دراصل یہی
دین کے وارث، رسول کے وصی، اور ولایت و حکومت کے حقدار ہیں اب جب کہ حق خلافت ہٹ کر اپنے مرکز پر آ گیا ہے تو اس موقع کو غنیمت جانو
اور ہماری رہبری میں خالصین کا مقابلہ ڈٹ کر کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ پھر اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور اسلام کو تباہی سے دوچار نہ ہو جائے

۱۰۔ خلاصی صاحب لکھتے ہیں کہ، "علی کے خطبے خود شامی اور انانیت سے بھرے ہوئے ہیں آپ نے اپنے خطبہ میں ۲۱ مرتبہ "انا انما" کا
لفظ استعمال کیا ہے چنانچہ آپ ایک ایسا ہی خطبہ دے رہے تھے جس میں آپ سختی سے حالات پر نکتہ چینی کر کے آئندہ کی خبریں بتلا رہے تھے کہ سید
بن نوفل ابملی نے درمیان خطبہ میں یہ کہا، یا امیر المؤمنین انت حاضر ہذا ذکرت وعاہدہ، یا امیر المؤمنین جو کچھ آپ بیان فرما رہے ہیں
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دیکھا ہوا سامنے کا واقعہ ہے اس کے دخل دینے سے آپ غضبناک ہو گئے اور آپ نے اسی غصہ کے عالم میں میں ایسا
ہو میں یہ ہوں میں وہ ہوں کہہ کر اپنی مدح خدائی کرنے لگے، یہاں تک کہ وہ آدمی اس کو برداشت نہ کر سکا اور بیہوش ہو کر گر گیا اور لوگ
آپ کے قدموں کا پس دینے لگے اب آپ نے جا کر تقریر کے سلسلہ کو ختم کر دیا لیکن لوگوں نے اصرار کیا کہ خطبہ ناقص نہ چھوڑا جاوے، اب آپ
نے اس کو پورا کیا جس میں آپ نے بنی عباس و انصاروں کا صلہ لہذا کی تباہی اور امام مہدی کے ظہور کی غیبی خبریں دیں، جن لوگوں نے علی
کے خطبوں کو وضع کیا ہے ان کی یہ سہی وہی ہے کہ ان خطبے کو لایہ علی کا عالم الغیب ہونا ظاہر کریں، یہ "انا" علی کے خطبوں کی کتنی ہے،
امد این حمد و ثناء خود شامی علی کے خطبوں کا خاص امتیاز ہے، دیکھو "النشر الخفی" کی مبارک جلد اول صفحہ ۲۳۷

جواب

اس اعتراض میں خلاصی صاحب نے انتہائی عیادی کا فہم دیا ہے موصوف نے خطبہ صفین کے متعلق بحث کر رہے ہیں کہ اس کے خطبہ حضرت علی
کے ہیں یا نہیں، اس لیے ان کو صرف انھیں خطبوں پر نقد و تبصرہ کرنا چاہیے جو خطبہ ابلاغ میں مندرج ہیں لیکن چونکہ موصوف خطبہ خطبہ ابلاغ

کے خلاف کچھ حکم ابراہیم و اعتراف کر نہیں سکتے اس لیے خطبہ ابلاغ کی طرح ادھر ادھر باتھ پاؤں مارتے ہیں اور اپنے اصل موضوع من جات
ابلاغ سے ہٹ کر دوسرے خطبہ جو حضرت کی طرف منسوب ہیں اور خطبہ ابلاغ میں نہیں ہیں ان پر اعتراف کر رہے ہیں لیکن اس میں
الائی کے کہ پڑھنے والا یہ سمجھے کہ یہ خطبہ ابلاغ ہی کا خطبہ ہے، چنانچہ مندرجہ بالا اعتراف میں خطبہ برکات سے ہیں جس میں انا... انا... انا...
سنت موجود ہے اور جس میں سید بن نوفل ابملی نے درمیان خطبہ میں سوال کیا تھا اور آپ نے اس کو مسترد کیا تھا اور پھر غمگین ہو کر اس کے ساتھ
نے فضائل و مناقب کو بیان فرمایا ہے اور جس کو سن کر مسائل خوش کھا کر مر گیا، وغیرہ وغیرہ... اس خطبہ کو سید رضی نے خطبہ ابلاغ
میں نہیں نقل فرمایا جو بلکہ خلاصی صاحب کے ہم مذہب علماء اہل سنت نے اس کو نقل کیا ہے، چنانچہ علامہ مال الدین ابو سالم جو بن طلحہ القرظی
یہی الشافعی نے اپنی کتاب "الدر النظم" میں اور شیخ الاسلام "قسطینہ" علامہ شیخ سلیمان بن ابراہیم الحنفی البلیغی القندوزی نے
اپنی کتاب "ینالہ المودت" میں (یہ کتاب قسطینہ سے شائع ہو چکی ہے) مفصلاً اسی طرح و بسط کے ساتھ جس کا تذکرہ خلاصی صاحب نے خطبہ
برکات میں ذکر کیا ہے، اور اس خطبہ کے اکثر حصہ کو علامہ شہاب الدین احمد نے اپنی کتاب "توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل میں بھی
در کیا ہے، اگر اس خطبہ کے متعلق کوئی ایراد و اعتراض ہے تو اپنے ان اجلہ علماء سے کیجئے، یہ کیا اندھیر ہے نقل تو کریں آپ کے علمائے
اہل سنت اور اعتراف فرمائیے خطبہ ابلاغ پر جس میں اس کا نہیں وجود نہیں ہے، اس جہ بواجبی است!

یہ خطبہ جو "البیان" کے نام سے مشہور ہے، مندرجہ بالا علمائے اہل سنت نے اس کو نقل فرما کر یہ تحریر فرمایا ہے،
قد ثبت عند علماء الطريقة و مشائخ الحقيقة علماء طریقت و مشائخ حقیقت کے نزدیک نقل صحیح اکثراً
بالنقل الصحیح و الکشف المصری، سے یہ خطبہ ثابت ہے
نقل صحیح، اور کشف صحیح، کو آپ اپنے علماء سے دریافت کیجئے کہ کیا ہے؟
یہ کہ قبل چکا ہوں کتب شیعہ میں اس خطبہ کا وجود نہیں ہے، نہ کتب اربعہ شیعہ میں ہے، نہ مصنفات علامہ مجلسی میں ہے اور نہ خطبہ ابلاغ
میں ہے، شیخ زجب علی برسی جو ایک شیعہ صوفی ہیں اللہ انھوں نے کتب اہل سنت سے اس خطبہ کو اپنی کتاب "مشارق الانوار" میں
نقل کیا ہے، لیکن شیخ زجب علی برسی صوفی اور ان کے مصنفات کو اہل شیعہ نے قابل حجت نہیں سمجھتے، علامہ مجلسی لکھتے ہیں:-
ولا اعتمد علی ما یفتقد بنقلہ لا شتال کتابہ علی میں ان کی تنہا نقل کردہ چیزوں پر بھروسہ نہیں کرتا اس لیے کہ ان
مصنفات میں ایسی باتیں ہیں جو خط و خلط کی سوہم ہیں،

یہ خطبہ جو "البیان" کے نام سے مشہور ہے، مندرجہ بالا علمائے اہل سنت نے اس کو نقل فرمایا ہے،
قد ثبت عند علماء الطريقة و مشائخ الحقيقة علماء طریقت و مشائخ حقیقت کے نزدیک نقل صحیح اکثراً
بالنقل الصحیح و الکشف المصری، سے یہ خطبہ ثابت ہے
نقل صحیح، اور کشف صحیح، کو آپ اپنے علماء سے دریافت کیجئے کہ کیا ہے؟
یہ کہ قبل چکا ہوں کتب شیعہ میں اس خطبہ کا وجود نہیں ہے، نہ کتب اربعہ شیعہ میں ہے، نہ مصنفات علامہ مجلسی میں ہے اور نہ خطبہ ابلاغ
میں ہے، شیخ زجب علی برسی جو ایک شیعہ صوفی ہیں اللہ انھوں نے کتب اہل سنت سے اس خطبہ کو اپنی کتاب "مشارق الانوار" میں
نقل کیا ہے، لیکن شیخ زجب علی برسی صوفی اور ان کے مصنفات کو اہل شیعہ نے قابل حجت نہیں سمجھتے، علامہ مجلسی لکھتے ہیں:-
ولا اعتمد علی ما یفتقد بنقلہ لا شتال کتابہ علی میں ان کی تنہا نقل کردہ چیزوں پر بھروسہ نہیں کرتا اس لیے کہ ان
مصنفات میں ایسی باتیں ہیں جو خط و خلط کی سوہم ہیں،

کی تبتانی جو فی باتیں ہیں، (شیخ ابلاغ جلد اول صفحہ ۲۳۷ مصر)
رہا یہ امر کہ علی کے بعض خطبہ میں اخبار غیب پائے جاتے ہیں تو اس کا جواب میں دے چکا ہوں کہ خود صحاح اہل سنت میں موجود ہے کہ علی نے اللہ
رسول اللہ نے قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر اپنے اصحاب کو دی بعض اصحاب نے اس کو یاد رکھا اور بعض بھول گئے، اگر علی نے ہونے والی
باتوں کو بتلایا تو کیا تو کیوں حیرت ہوا خود علی ہی نے فرمایا ہے کہ جو کچھ میں بتلا رہا ہوں یہ رسول اللہ کی تبتانی ہونی خبریں ہیں، چنانچہ
ایک مرتبہ "اتروا مغول" کی خبر دے رہے تھے کہ قبیلہ رطل کے ایک شخص نے عرض کیا،
لقد اعطیت یا امیر المؤمنین علم الغیب، اسے امیر المؤمنین کو علم غیب عطا ہوا ہے،
فصح علیہ السلام و قال، یا احاکم لیس ہو حضرت نے مسکرا کر جواب دیا، اے برادر کلمی جو کچھ میں نے خبریں دی
لیعلم غیب و انما هو معلوم من ذی علم، میں یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ صاحب علم و دانش حضرت پیغمبر صلعم
کی تبتانی جو فی باتیں ہیں، (شیخ ابلاغ جلد اول صفحہ ۲۳۷ مصر)

رہا یہ کہ "انا" علی کے خطبوں کی کتنی ہے اور خود اپنی آپ تقریر کرنا یہ علی کا شیوہ ہے، خلاصی صاحب کا یہ ادعا بالکل دلیا ہی ہے جس
طرح مخالفین اسلام نے قرآن پر اعتراض کر کے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں کا حد اکیسا ہے کہ اس نے قرآن میں شروع سے آخر تک مختلف
عنوان سے خود اپنی ہی حمد و ثناء کی ہے، خلاصی صاحب نے اس خود شامی کے سلسلہ میں دکتور زکی مبارک کی کتاب "النشر الخفی" کو تباہ
کا والد دیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دکتور زکی مبارک نے بھی وہی اعتراف کیا ہے جو آپ امیر المؤمنین کے خطبوں کے متعلق کر رہے ہیں

جواب

یہ ہے وہ دروغ بے فروغ جو اسکولت اور مثیل اسٹریٹن یونیورسٹی کے استاد کے لیے زیبا ہے، حیرت ہے کہ ایک ایسے علمی درگاہ میں خلوصی ایسا نام کیونکر استاد مقرر کیا جاسکتا ہے، بغیر تحقیق و تدقیق جو چاہا بلکہ دیا، بیچارے خلوصی نے ان دونوں شروحوں کا مقابلہ کیا، یہ تو سنی سنی باتوں پر آنکھ بند کر کے ایمان لانے والوں میں سے ہیں، اصل حقیقت یہ ہے کہ مرحوم محمد عبیدہ کے بعد محمد کمال بکد اش نے ان کی شرح کو بیروت میں چھپوایا جس کی تصحیح مطبع کی جانب سے "شیخ محمد الدین" نے کی، یہ شخص بھی خلوصی ہی کی ذہنیت کا آدمی تھا "صحیح الکتاب" ہونے کی حیثیت سے تو صرف کام اتنا تھا کہ طباعت و تصحیح کی غلطیوں کی اصلاح و صحت کریں، لیکن انھوں نے اپنے حدود سے تجاوز کر کے کچھ مزید جو انھی محمد عبیدہ کے تعلیقات و تشریحات کے ساتھ حاشیہ کناب برضا دیا، چنانچہ اس ایڈیشن کے صفحہ ۳ پر جہاں سے جامع نسخہ البلاغہ سید رضی کا خطبہ شروع ہوتا ہے، اٹھارہ یہ لکھا ہے۔

"تنبیہ" کل کلام بصدرا (م) ہونے کا کلام مصحح طبع الکتاب الشیخ محمد الدین الحیاط " اس کے بعد کل کتاب میں "ہ" صاحب کے حواشی میں جو زیادہ تر ابن ابی الحدید کی شرح سے ماخوذ ہیں صفحہ ۴۸ سے حضرت کا خطبہ "من خطبہ من تنزیہ اللہ تعالیٰ صفة خلق بعض الحيوانات" شروع ہوتا ہے جس کا ابتدائی حلقہ یہ ہے "الحمد لله الذي لا تدركه المشاهدة ولا تحويه المشاهدة" اسی خطبہ کے عنوان پر ایک تارہ کا نشان بنا کر حاشیہ پر درج ہے

کتاب محمد الدین الحیاط، یہ ہونہ لگاتے ہیں :-

(م) لحدید کو ابن ابی الحدید دھندہ الخطبہ تھا بعدھا الی الخطبۃ السی، اولھا "روی ان صاحباً لا حیدر المؤمنین" ولذلک لا تری بعد الان کلاماً لابن ابی الحدید الی ان تمھدہ الخطبہ

ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کو اس کے بابت کے خطبوں کا اس خطبہ تک جس کی ابتدا "روی ان صاحباً لا حیدر المؤمنین" ہے، ذکر نہیں کیا ہے، اس لیے جب تک ان خطبوں کا سلسلہ رہا

ابن ابی الحدید کا کلام حاشیہ پر نہیں درج کیا جاوے گا

اس سلسلہ کا آخری خطبہ ص ۳۱ پر ختم ہوتا ہے، تو اس حساب سے گویا پچاس صفحات ہوتے، یہ تو بیکہ انشی ایڈیشن کے صفحات ہیں، لیکن خود شیخ محمد عبیدہ کے زمانہ حیات کا مطبوعہ نسخہ جو مشائخ میں مطبوعہ الادبیہ بیروت سے شائع ہوا تھا اس کے صفحات ۱۹۶ سے ۲۲۱ ہیں، ان دو تالیفات میں عبد الغفر بن حسن بن علاء الدین کا ایڈیشن جو مطبع رحمانیہ مصر سے شائع ہوا، اس کے از ص ۳۰ تا ص ۲۲۲ یعنی ۵۳ صفحات، بحوالہ بیکہ انشی ایڈیشن کے تصحیح الکتاب محمد الدین الحیاط نے اپنے اس عمل سے مرحوم شیخ محمد عبیدہ پر یہ الزام لگایا کہ ۵۰ صفحات کا اضافہ اصل متن سے البلاغہ میں ادھوں نے کر دیا، انھوں نے ابن ابی الحدید میں ان خطبوں کا وجود نہیں ہے، لیکن یہ الزام بالکل صریح ہوتا ہے کہ اب محض ہے، شرح محمد عبیدہ کے تمام یہ خطبات جو صفحہ ۳۸ تا ۴۲ بیکہ انشی ایڈیشن میں ہیں، یا خود محمد عبیدہ کے زمانہ حیات کے ایڈیشن مطبوعہ ادبیہ میں از صفحہ ۲۲۱ تا ۲۲۲ یا طبع رحمانیہ کے ایڈیشن میں از صفحہ ۳۸ تا ۴۲ میں ہیں وہ سب کے سب اصل خطبے کی شرح ابن ابی الحدید کی تفسیر میں پائے جاتے ہیں اور جس طرح ابن ابی الحدید نے درج سے خطبہ کی شرح موطا کی ہے ویسی ہی ان خطبوں کی تفسیر کی ہے کہیں سے کوئی فرق نہیں ہے، ملاحظہ ہو شرح ابن ابی الحدید جلد سوم از صفحہ ۱۹۴ تا صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ مطبع دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر، اور آخری خطبہ جو بیکہ انشی ایڈیشن کے صفحہ ۴۳ سے شروع ہے جس کی ابتدا "روی ان صاحباً لا حیدر المؤمنین" سے ہے، ابن ابی الحدید کی شرح کی تیسری جلد میں نہیں ہے بلکہ جلد دوم میں از صفحہ ۵۴ تا ۵۶ شرح کے ہے، خلوصی صاحب ناچا بیکہ انشی ایڈیشن کے شرح کتاب کی اس تہ میں تذویر پر ایمان لے آئے ہیں اور اپنی ذمہ داری کا بغیر محاط کئے ہوئے اس طرح دعویٰ کر رہے ہیں کہ یہ صوفیہ نے دونوں شرحوں کا مقابلہ کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے، اس کا راز تو آید و مرد و ان جنہیں کفر ہے

ابن ابی الحدید کی شرح میں ان خطبوں کے علاوہ محمد عبیدہ کی شرح سے پہلے کی جتنی شرحیں ہیں ان سب میں مثلاً شرح ابن مفرج جو خطبہ

کی شرح ہے اس میں بھی یہ خطبہ موجود ہیں، یہی نہیں بلکہ محمد عبیدہ کی شرح سے پہلے کے خطوطات نسخ البلاغہ کثرت ہو رہے ہیں اور نہایت عراق و ایران، شام و مصر، اور اسلامبول اور یورپ کے خزان کتب میں پائے جاتے ہیں، ان میں سے کسی خطبے میں خلوصی صاحب ملاحظہ فرمائیں، یہ خطبے تمام نسخوں میں بغیر کسی فرق کے موجود پائیں گے۔

۱۳۔ خلوصی صاحب اپنے تمام مزومات و مفوات کا نتیجہ یہ نکالتے ہیں،

Nahj al blagha is the work of many Centuries and hundreds of unknown authors.

"نہج البلاغہ سیکڑوں غیر معلوم اشخاص کی تصنیف ہے جنھوں نے صدیوں میں اس کو مکمل کیا ہے"

چند ناموں کو خلوصی نے خصوصیت سے ظاہر کیا ہے کہ کچھ حصہ نہج البلاغہ کا جو شروع میں لکھا گیا وہ دونوں بھائی سید رضی و سید مرتضیٰ اور ان کے دوست ابو اسحق الصابانی کتب، بعد میں اس میں صدیوں تک برابر اضافہ ہوتا رہا،

جواب

خلوصی صاحب کا یہ ادعا بالکل عامیانا ہے، نہج البلاغہ کا طرز و اسلوب اور یک و انداز نگارش شروع سے آخر تک بالکل یکساں ہے، کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے، نہ کہ سیکڑوں مختلف العہد لوگوں کا، سید رضی، سید مرتضیٰ، ابو اسحق الصابانی کا انداز تحریر ایک ماقہ نصیر پر پوشیدہ نہیں ہے، ان کے مصنفات آج دنیا میں موجود ہیں، نہج البلاغہ کا طرز و انداز ان سب سے جداگانہ ہے، ابو اسحق الصابانی کے رسائل، سید رضی و سید مرتضیٰ کے مصنفات کو سامنے رکھ کر نہج البلاغہ سے تقابل کرو تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا، ابن اثیر یا من الثری " نہج البلاغہ میں سید رضی کا مقدمہ اور اس کے علاوہ کہیں کہیں پر سید رضی کی تشریحات خود ان کی عبارت میں موجود ہے، دونوں کلام کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کلام الامیر امیر الکلام،

الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن احمد المعروف بابن خشاب مشہور عالم اہل سنت کہتے ہیں

"سید رضی ہوں یا سید رضی کے علاوہ کوئی اور کس کی مجال و طاقت ہے کہ وہ یہ طرز رشتی اسلوب انہی مضمون و مقیم یہ کلام فصیح یہ عبارت طبع لکھ سکے، ہم نے طرز و طریقہ کلام سید رضی دیکھا ہے ان کے کلام کو اس کلام سے کیا مناسبت ہے، (ابن ابی الحدید جلد اول ص ۲۹ طبع مصر)

خلوصی اور ان کے مہنوا کم از کم یہ تو تسلیم ہی کرتے ہیں کہ نہج البلاغہ کا بعض حصہ بیکہ امیر المؤمنین ہی کا ہے، یہی اقرار کل نہج البلاغہ کا کلام امیر المؤمنین ہونے کا زبردست ثبوت ہے، کیونکہ دونوں کلام یکساں ہونے کے لحاظ سے ایک ہی ہیں کوئی فرق و امتیاز نہیں ہو علامہ ابن ابی الحدید مدائنی لکھتے ہیں :-

لان کثیرا من ارباب الهوی یقولون ان کثیرا من نہج البلاغہ کلام محدث صنعہ قوم من نصحاء الشیعۃ ورجاعز والبعضہ الی الرضی ابی الحسن وغیرہ وھو کلام قوم اعمت العصبیۃ اعدیہم فضلو اعن نہج الواضح ورجعوا بدینات الطریق ضللا کاذبا معوقا بالسلک الکلام وانا واضع لک بکلام مختصر ما فی ہذا المختار من الغلط فاقول لا یخلو ما ان یکون کل نہج البلاغہ

اگر گزارش ان خواہش نفس یہ کہتے ہیں کہ نہج البلاغہ کا اکثر کلام حضرت کا ہے جسے ایک قوم نے فعلی شیعہ سے وضع کیا ہے اور کبھی اس کو منسوب کرتے ہیں، ابواحسن سید رضی وغیرہ کی طرف حالانکہ یہ گمان کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کی آنکھوں کو قصص اللہ ہاکر دیا ہے جس سے وہ راہ واضح و روشن سے گمراہ ہوئے اور اپنی گمراہی کو وجہ سے بھگائے والی راہوں میں چلے اور یہ امر ان سے ظاہر ہو اور اس وقت سرفراز کے جو جو ان کو اسلوب کلام سے ہے اور اس ایک مقرر تقریر سے اسراہم کے اعلا کو دور کیے دیتا ہوں، میں کہتا ہوں کہ وہ حال سے خال

سید رضی کا نام
خلوصی صاحب نے
کامیابیوں کا
جواب

نہج البلاغہ کا
ایک حصہ

طرز و اسلوب
ایک ہے

ابن ابی الحدید کا
کلام

ابن ابی الحدید کا
کلام

ابن ابی الحدید کا
کلام

ابن ابی الحدید کا
کلام

ابن ابی الحدید کا
کلام

علامہ ابن ابی الحدید

کی تفسیر

تقریر

روایت

کلام

معتبراً منقولاً او بعضه الاول باطل بالضرورة
 لأننا قلنا انما اترصه اسناد بعضه الى امير المؤمنين
 عليه السلام وقد نقل المحدثون كلهم او جلهم
 والمؤرخون كثير منهم وليس من الشيعة ليسبوا
 الى غرض في ذلك والثاني يدل على ما قلناه
 لان من قد أنس بالكلام والخطابة وشمل طراف
 من علم البيان وصار له ذوق في هذا الباب
 لابد ان يفرق بين كلام الركيك والفصيح
 وعن الفصيح والافصح وبين الاصيل والمولد
 واذا وقف على كراس واحد يتضمن كلاما بجماعة
 من الخطباء أو لاشين منهم فقط فلا بد ان
 يفرق بين الكلامين او قصيدة واحدة لغيره
 عرفنا بالذوق مباينتها الشعر أو في تمام ونفسه
 وطريقته وهذا هبة في القريض الا ترى ان العلماء
 بعد النشاز حذوا من شعره فصائد كثيرة
 منخولة اليه لمباينتها لمدن هبة في الشعر وكذا
 حذوا من شعرا بنوا شبيها كثيرا لما ظهر لهم
 انه ليس من الغاظة ولا من شعرة وكذا
 غيرهما من الشعراء ولم يعتدوا في ذلك الا على
 الذوق خاصة وانت اذا تأملت فخرج البلاغة
 وجدته كله ماء واحدا ونفس واحدا واسلوبا
 واحدا كالجسم البسيط الذي بعض من البعاض
 مخالفا لباقي الالباض في الماهية وكما لقرا ان
 العزيز أوله كادسطة واسطة كاخرة وكل
 سورة منه وكل آية مماثلة في المأخذ والمذهب
 والفن والطريق والنظم لباقي الايات والسور
 ولو كان بعض نهج البلاغة منخولا وبعضه
 صحيحا لم يكن ذلك فقد ظهر لك بهذا البرهان
 الواضح ضلال من زعم ان هذا الكتاب او بعضه
 منقول الى امير المؤمنين عليه السلام واسلم ان
 قائل هذا القول يهتق على نفسه ما لا قبل له
 به لا تاسى فتجأ هذا الباب ولسان الشكوى
 على انفساني هذا القول ليقين بضمه كلام منقول
 عن رسول الله صلى الله عليه واله ابداداً ومانعاً
 لخاص ان يطعن ويقول هذا الخبر منقول و

هذا الكلام مصنوع وكان لا ما نقل عن النبي
 وعن الكلام والخطب والمواعظ والادب وغير
 ذلك وكل امر جعله هذا الطاعن مستند الى فيما
 يروى عن النبي صلى الله عليه واله والاثر الراشد
 والصحاب والتابعين والشعراء والمؤسسين والخطباء
 فلنا صرحي اصحاب المؤمنين عليه السلام ان يستند
 الى مثله فيما يروونه عنه من نهج البلاغة وغيرها
 وهذا واضح (ابن ابى الحديد جلد دوم ص ۵۴ طبع مصر)

کتاب اگر یوں ہی منقول ہو اور اسی طرح کے ٹکڑے کہہ لئے
 دلوں میں جگہ دیں تو پھر ان کلمات و روایات و احادیث پر بھی ذوق
 نہیں رہ سکتا جو کتاب و کتاب سے منقول ہیں کیونکہ اس پر بھی
 یہی اعتراض ہو سکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ یہ کلام وضعی ہے یا یہ
 حدیث جعلی ہے اسی طرح جو کہہ کر دے کہ یہ منقول ہے کلام شہاب
 سے اس کو بھی اسی طرح جعلی و وضعی کہا جاوے گا غرض کہ جس
 قسم کا اعتراض یہ طاعن نے البلاغہ پر کرتا ہے اور جس باتوں سے ثابت
 کر سکتا ہے اور نہیں باتوں سے اس کے مخالف جو ناصر امیر المؤمنین

عزیز السلام ہیں وہ بھی استناد کر سکتے ہیں نہج البلاغہ وغیرہ کے باب میں و ہذا واضح (نعم ہوا کلام ابن ابی الحدید کا)
 سید رضی کی ذات اس سے بلند ہو کہ اس کلام جو مختلف اہل قلم کا نتیجہ ہو اس میں کلام کی یکسانیت کیونکر قائم رہ سکتی ہے علاوہ ازین جامع
 ان کی طرف وضع کی نسبت و کیا وہ نہج البلاغہ سید رضی کی شخصیت اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ اپنے یا کسی غیر کے کلام کو امیر المؤمنین احمد رضا
 کی طرف منسوب کر دیں سید رضی کے تدبیر و عفت نفس کے یہ بالکل منافی ہے کہ وہ حضرت کی طرف کلام غیر کو منسوب کریں یہ ایک ایسی
 حقیقت ہے جس کا اعتراف وہ لوگ بھی کرتے ہیں جو نہج البلاغہ میں کلام غیر کو بھی شامل سمجھتے ہیں
 احمد زکی صفوت لکھتے ہیں :-

امانہ انتحل بعضہ فلاک ما لا تری السبیل
 علی احتیامہ بہ سہل (مجلد اول ابواب ص ۵۴ طبع مصر)

سید رضی اگر نہج البلاغہ کو غلط منسوب کرتے تو سید رضی و سید رضی یا دوسرے او باوجود شیعوں کو متہم کرنے والے تالیف کے ان حقائق سے ختم ہوتی
 حکومت کی طرف سے مستوجب عقاب ٹھہرتے کر لیتے ہیں کہ ایسے زمانہ میں جب کہ شیعیت کا اظہار جرم ہو وہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب

کی طرف جعلی و وضعی کلام کو کیونکر منسوب کر سکتے تھے اس میں تو ان کی جانوں کا خطرہ تھا / تدوین نہج البلاغہ کے بعد یہ کتاب پوشیدہ
 نہیں رہی بلکہ عالم اسلام میں مشہور ہو گئی اگر اس میں کام منقول (جعلی و وضعی) موجود ہوتا تو دارالسلام بغداد کے علماء و حفاظ حدیث
 و ائمہ ادب جو سب کے سب سنی المذہب تھے سید رضی کو ملعون و مردود قرار دیتے اور ان کو جرم قرار دے کر بارگاہ خلافت سے
 مستوجب عقاب ٹھہراتے / اسی عہد میں شیخ الطائف ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی اپنی کتاب المصباح میں کل عاشور لکھنے پر در باخلافت
 میں باز پرس کے لیے طلب ہو جاتے ہیں اور صفائی پیش کرنے کے بعد بری ہو جاتے ہیں (روضات الجنات باب المہم ص ۵۵ طبع ایران نو اور ابن نجیر)
 لیکن سید سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی جاتی حالانکہ معمولی باتوں پر اگر شبہ ہو جاتے ہیں تو حکومت کا عتاب نازل ہو جاتا ہے بجا
 سید رضی کی طرف منسوب شدہ اشعار جس میں فاطمین مصر کی مدح ہے جب خلیفہ وقت قادر با اللہ عباسی تک پہنچتے ہیں تو خلیفہ رضی
 پر انتہائی غضب ناک ہو جاتا ہے اگرچہ سید رضی بکلف انکار کرتے رہے کہ یہ ان کے اشعار نہیں ہیں لیکن خلیفہ کے غیظ و غضب میں
 اس وقت تک کمی نہیں ہوتی جب تک کہ سید رضی کے والد ابو احمد یطہر الموسوی النقیب اور ان کے بھائی سید مر قنی علم الہدی
 اس محضر پر دستخط نہیں کر لیتے جو فاطمین مصر کی قدر نسب کے متعلق لکھا گیا تھا اور خود سید رضی کو یہ سزا ملی کہ ان کو نقابت سے
 برطرف کر دیا گیا (ابن ابی الحدید جلد اول ص ۵۴ طبع مصر) / الشریف الرضی بقلم محمد بن ابی کبیلان ص ۱۱۹ طبع مصر

چند ایسے مشتبہ اشعار پر جو ان کی طرف منسوب کر دیے گئے تھے اس پر تو یہ لے دے ہوئی اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر
 کہیں "نہج البلاغہ" میں جعلی و وضعی کلام ہوتا جس کو علماء اہلسنت نہ قبول کرتے ہوتے تو اس کے نتیجے میں سید رضی کو کون سا
 روز بد و کھنا پڑتا / نہج البلاغہ کی اشاعت کے بعد نہ حکومت نے کوئی باز پرس کی اور نہ علماء نے رد و قدح کیا بلکہ مشہور منکر اہلسنت
 قاضی القضاات عبد الباقی صاحب المغنی اپنی کتاب المغنی میں (جو شیعوں کی رد میں ہے) مشہور خطبہ شقیقہ کو قبول کر کے اس کے معانی
 میں تاویل کرتے ہیں جس کا جواب سید مر قنی نے اپنی کتاب الشانی میں دیا ہے اصراف بھی نہیں کہ خلفا و امراء کے خزانہ کتب میں
 نہج البلاغہ کو جگہ ملی بلکہ اجلائے علمائے اہلسنت نے اس کی شرحیں بھی تحریر کی اور مشہور خطاطین اہلسنت نے اس کی کتب کی پڑاؤ

نہج البلاغہ اگر
 سید رضی کا اصل
 ہوتا تو کلام
 مشہور

کی تالیف میں درمیان کے انشاء کیے ہوئے ہیں اور خود انہیں نے اس

وہو مدعی نسبتہ الی الامام

کی نسبت کا دعویٰ امام کی طرف کیا ہے

اس جماعت کے خیالات درج کرتے ہوئے موصوف فرماتے ہیں :-

وأهم ما يجده باحثوا لاداب العربية في هذا

العصر من اسباب يدعون بها بان الكتاب

من صنع جماعة وتالیفه ذلك الذي نوجزه

ذلك في الاسباب الاربعة الاتية

(۱) یہ کہ اس کتاب میں اصحاب رسول اللہ کی نسبت ایسے تعریضات ہیں جن کا کسی طرح حضرت امیر المومنین سے صادر ہونا نہیں تسلیم کیا جاسکتا، جیسا کہ کتاب کے مطالعہ کے بعد تم کو معلوم ہوگا کہ اس میں معاویہ، طلحہ، زبیر، عمرو بن عاص اور ان کے متبعین کے بارے میں سب و شتم تک موجود ہے

(۲) اس میں جمع اور عبارت میں صنعت آرائی و لفظی آرائش اس حد تک ہے جو حضرت علی کے زمانہ میں ناپید تھی اور جو صحابی اور صدر اسلام کے بہت بعد عباسی عہد کے خصوصیات اور بار میں سے ہے جن کے رنگ ڈھنگ پر یہ رضی نے اس کتاب کو تالیف کیا

(۳) اس میں تشبیہات و استعارات اور واقعات و اوصاف کی صورت کئی اتنی مکمل ہے جس کا صدر اول اسلام میں بالکل پیر نہ جیسا کہ خفائش، طاہس، انرا، اجوادہ کے اوصاف کے بیان کرنے میں وقت نظر سے کام لیا گیا ہے نیز حکمت اور فلسفہ کی اصطلاحی لفظیں جیسے "دین"، "کیف"، وغیرہ لفظی اور مسائل کے بیان کرنے میں طریقہ عد و حساب کا برتت جیسے حضرت کا ارشاد کہ "استغفار چھ معنوں میں ہے" ایمان چار استون پر قائم ہے، صبر، یقین، عدل، جہاد اور صبر چار فروع ہیں، یہ تمام باتیں اس زمانہ میں رائج نہ تھیں

(۴) اس کتاب کی اکثر عبارتوں سے علم غیب کے ادعا کا پتہ چلتا ہے جو حضرت علیؑ ایسے بزرگ سے جس نے نور نبوت کو دیکھا اور عہد رسالت کو برتا ہوا اس کی شان سے بعید ہے، یہ ہیں وہ شبہات جن کو علامہ محمد علی الدین عبد الحمید نے نقل کر کے ہر ایک کا جواب دیا ہے، علامہ موصوف ملحد رجحان بالاشہات کو رد فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں

ولسنا علم الله - صحت بری فی هذه الاسباب
مجمعة او منفردة دليلا أو شبه دليل على
ما ذهب اليه انصار هذه الفكرة وقد لغالى
اذا نحن اعتبرناها شبيها تعرض للبحث ويتكلف
المباحث ردها، ولكننا مع هذا لا نبخل ان
نقول كلمة موجزة في شان كل سبب من
هذه الاسباب حتى يتيسر لنا الوقت الذي
نظهر فيه بحثا متشعب الناحي في هذه المسألة
انشاء الله

خدا گواہ ہے کہ ہیں ان اسباب و شبہات میں مجموعی طور پر یا ایک ایک میں انفرادی حیثیت سے کوئی حقیقی دلیل یا شبہ دلیل بھی اس دعوے کے ثبوت میں نظر نہیں آتی جسے ان لوگوں نے ثابت کرنا چاہا ہے بلکہ یہ بھی زیادتی ہوگی کہ ہم انہیں ایسے شبہات کا درجہ عطا کریں جو بحث و تحقیق میں سدا رہتے ہیں اور جن کے جواب کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود ان شبہات کے جواب دینے میں بخل نہ کروں گا اس میں ہر شبہ کا مختصر جواب دوں گا اور انشاء اللہ اگر وقت مل گیا تو مفصل جواب شرح و بسط سے لکھوں گا

شبہ اول کے متعلق عرض ہے کہ تاریخ کا ہر طالب علم اس بات سے واقف ہے کہ حضرت علیؑ کو اپنے مربی و سرپرست مجازاد بھائی اور خیر حضرت رسول کی موت کا صدمہ اٹھانا پڑا تو اس وقت عمر تیس برس یا اس سے کچھ زیادہ تھی وہ جوانی کا زمانہ تھا اور جوانی کی سنگین معلوم ہیں اس کے ساتھ آپ میں اصابت

پہلے شبہ کا جواب
امام عن السبب الاول
فقد يعلم كل من شدا
مثبتا من التاريخ والادب ان الامام عليا رضي الله
عنه أصيب بموت النبي صلى الله عليه وسلم
وهو ربه وامن عمه وابو زوجه وهو في الثلاثين

تجربہ علمی، باریک نظری، اور حسن عمل کے تمام وہ خصوصیات موجود تھے جو دوسرے سن رسیدہ اور بزرگ صحابہ میں سمجھے جاتے تھے اور پھر نصرت دین میں آپ کی عظیم الشان پر خلوص قربانیاں اور روشن کارنامے جن کو آپ نے رسالت کا کبھی نہ کی زندگی میں انجام دیے تھے ان پر آپ کو کبھی ورنہ تھا کہ ان کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا لیکن واقعات خلاف امید ظاہر ہوئے آپ علیہ السلام کی محنت اور مشقت خاطر تھے

کم از کم یہی ہوتا کہ مشائخ مسلمین آپ کو شریک مشورہ ہی کر لیتے، بظاہر فتنہ خلافت جس میں مسلمان مبتلا ہوئے اس حالت میں رونما ہوا کہ رسول کا جنازہ پڑا ہوا تھا اور علیؑ ذخیر رسول کی تعزیت میں مشغول تھے موقع سے فائدہ اٹھا کر جلدی سے ابو بکر صدیق و عرف روق نے اس کو اپنے سرائف طے کر لیا ان حالات میں باہمی رنجش کا پیدا ہونا قدرتی حیثیت سے ایک ضروری امر ہے، لیکن حضرت علیؑ نے ان سب حالات پر صبر فرمایا یہاں تک کہ گردش زمانہ نے خلافت کو آپ ہی کے سپرد کر دیا اس وقت آپ کے سامنے کوئی ایسا موجود نہ تھا کہ آپ اس کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے لیکن معاویہ سے رہا نہ گیا اور انھوں نے کھلم کھلا آپ سے مقابلہ کیا اور جنگ کی، کبھی تو باہمی کلام سے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور کبھی تلوار سے ایک دوسرے کا خون بہایا، ہمارے او باوجہ اسباب کی بناء پر آپس میں لڑائی و خونریزی ہونے کا اعتراف کرتے ہیں بالکل وہی اسباب ہیں جن کی بنا پر احتجاج کے لیے فریق مخالف کو سخت سست کہا گیا اسی موضوع پر کلام کرتے ہوئے ایک مرتبہ میں نے اپنے ایک دینی بھائی سے یہ کہا تھا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب حضرت علیؑ کی شہرہ کشی کو ان لوگوں کے مقابلہ میں تسلیم کیا جاتا ہے تو ان کو اس سخت کلام سے جو ان لوگوں کی نسبت نظر آتی ہے تسلیم کرنے میں کیوں پڑی شریک تاروی اسی بنا پر آپ کے کلام میں جو اشارے موقف اہل یعنی خلفاء ملنے کے متعلق ہیں وہ نسبتاً نرم و ملایم ہیں بہ نسبت اس کلام و تعریض کے جو موقف ثانی یعنی معاویہ و عمر و عاص و غیرہ کے متعلق ہیں کیونکہ وہ بہت درشت اور سخت ہیں

من عمره او يزيد قليلا فهو شباب له حدة
الشباب وقوته ونشاطه وطموحه وقد كان
له مع ذلك من حصافة الرأي وسعة العلم
ونفاذ البصيرة وسائر وسائل الاجتهاد مثل
ما كان لشيخو الصحابة واكابرهم وهو ايضا
مدل بمواقفه الكثيرة في الزيادة عن حوزوا لدين
والمدافع عن حوزته مدل بتفخيماته العظمى
في غير من ولا استكثار لها فهو اذن محزون،
كسيرا القلب، راعب في الترفيه عن نفسه،
محب للاعتراف بمواقفه المعروفة ولم يكن يبلغ
به طموحه الى الانتفاض على جماعة المسلمين
بعد الذي بذل في تأليفها ولم شعته وانكبه
قد كان يكفيه ان يتخذ مشيخة المسلمين
مستبرا يشار لهم في الرأي ويخصهم بالنصح
والظاهر ان فتنة الخلافة التي ابتلي بها المسلمون
والرسول مسجي على سريره كانت تستوجب
هذه السرعة التي خاض غارها رجلا الاسلام
وشجاعة ابو بكر الصديق وعمر الفاروق رضي الله
عنهما، والامام علي حنينك مشغول بتفوية
من وجه فاطمه عما اصابها فحدث من سوء
التفاهم ما لا بد عنه في مثل هذا الموقف
وصبر على رضي الله عنه حتى دارت الايام
دورهما وافضت الخلافة اليه وحيث لم يجد
امامه من ليضم ان يوشه على نفسه ووقف
معاوية رضي الله عنه من الامام موقفه المشهور
فكانت بينهما مناظرات بالكلية مرة وبالحكم
مرة اخرى وان السبب الذي لبيغ لادبا ثنا
ان يعتزوا بقتالهم وصراهم وتجادلهم
في موافقت القتال هو بعينه السبب الذي
نستسيم من اجله ان يكتب لهم دعايا الى تسليم
له تحتها بسايقته ورسوخ قدمه ولقد كنا نكلم
في هذا الموضوع مرة فقال احدا خواننا، انا لا
افهم معني لا تكرار بعض الناس ان يقول علي
في معاوية وعمر وهم يرمون بانهم جارهما
ودعاها الى مبارزته انا ومن اجل ذلك كان تعريضه بالموقف الاول محموزا بالفرق واللين والحوادة وكان
تعريضه بالموقف الثاني مشددا

ووعاها الى مبارزته انا ومن اجل ذلك كان تعريضه بالموقف الاول محموزا بالفرق واللين والحوادة وكان تعريضه بالموقف الثاني مشددا

دوسرے شبہ کا جواب | واما عن السبب الثاني فليس ما في الكتاب كله سجعاً، وما فيه من السجع فهو مما لمرتد الى الصنعة ولا اقتضاء الكلف بالحق أكثره مما ياتي عفواً بلاكد خاطر ولا تجشم هول و مثله في عبارات عصر واقع ومن عرف ان ابن ابي طالب كان حامي عرين الفصاحة وابن بجدتها لم يعسر عليه التسليم

تیسرے شبہ کا جواب | واما عن السبب الثالث فان لا نقضاً للعجب من جعله سبباً لحداد الدعوى ومتى كانت دقة التخيل واجادة الوصف وقفا على قوم دون قوم، وليس الشعر العربي مملوءاً بآفة الوصف واستكمالها، ثم ليس لقرشي شهيد تنزيل القرآن، وصحب افصح العرب منذ نعومة اظفاره، وكتب له الوحى وسمع ما يفجروا الله تعالى على لسانه من ينابيع الحكمة، ليس لهذا القرشي ميزة عن سائر الناس

چوتھے شبہ کا جواب | واما عن السبب الرابع فانا لا نعتبر ما في الكتاب من ادعاء علم الغیب وانما هو من استنباط القضايا الاجتماعية من مقلاتھا واسبابھا ومثل الامام علی فی دقة ذهنه وقوة عارضته خلیق بالتمکن من هذا الاستنتاج

شبہ دوم کا جواب یہ ہے کہ نوح البلاغہ میں سجع کی پابندی اس حد تک نہیں ہے کہ معنوی محاسن کو نظر انداز کر دیا گیا ہو بلکہ اس کے سجع میں آمد کی صورت نظر آتی ہے، اور وہ کہیں سے نہیں ہے اور اس طرح کی سجع کا وجود اس عہد میں بھی پایا جاتا ہے اور جو شخص یہ جانتا ہو کہ سلی ابن ابی طالب کا فصاحت و بلاغت میں کیا درجہ تھا اسے اس کے تسلیم کرنے میں کوئی عسر نہیں ہو سکتا

شبہ سوم کے پیش کرنے پر تجھے حیرت ہے کیا باریکیاں خوش بنائی، وصف و تشبیہ کا حسن، اور الفاظ کے ذریعہ سے تصویر کشی کرنا یہ کسی قوم کا مخصوص حصہ ہے، کیا خود عربی اشعار میں وقت و وصف بدرجہ کمال موجود نہیں ہے، علاوہ ازیں ایک ایسا قسطنطینی جس کے سامنے قرآن سافیع و بلیغ کلام نازل ہوا جو غیر خوارگی ہی کے زمانے سے افصح العہد کے ساتھ رہا جس نے رسول کے لیے کتابت وحی کی اور ایسے حقائق کو اُس نے مناجس کو سننے کے بعد حکمت کے چشمے زبان سے پھوٹ نکلیں

شبہ چہارم کا جواب یہ ہے کہ جسے علم غیب سے بغیر کیا جاتا ہے اُسے ہم فرست اور زمانہ کی بعض شناسی کا نتیجہ سمجھتے ہیں یہ تقاضا، اجتماع عہد کے مقتضات و اسباب سے نتائج کا اخذ کرنا ہی جو علی ایسے ہوش مند مفکر اور حکیم اسلام سے بعید نہیں ہے (نوح البلاغہ مع تشریحین الاثناعشر عبیدہ والاثناعشر)

دوسرا مشہور سنجی ادیب نواد افراہم بستانی ہے جو سینٹ جوزف کالج بیروت میں عربی ادبیات کے پروفیسر اور سلسلہ ادرالغ کے مولف ہیں جس سلسلہ کی پہلی کتاب علی ابن ابی طالب نوح البلاغہ ہے جو ۱۹۵۸ء میں کیتھولک پریس بیروت سے شائع ہوئی، کتاب مذکور کا مقدمہ اگرچہ ایک عیسائی ادیب کا لکھا ہوا ہے لیکن حاصل سمیت دیکھتا ہے، اس مقدمہ کی ابتدا الی تمہیدی عبارت یہ ہے :-

"لعل ابن ابیطالب شخصیت جاذبہ حاحمت حولھا اقلام الرواة والمؤرخین واجتہدت فی فهمھا حقول النقاد المفکرین واهتدت بجدیھا مبدول الزهاد والسالکین وسارت تحت لوائھا الجمر الغفیر من المتأدبین ولم تکن الامراء المختلعه والنظریات المتباہینة والمجادلات العدیدة بین السنییین والشیعیین علی کور الایام الا لتزید الرجل سموا وعقلیتہ بیروما من خلال غشاء

المنازعات المتکاثرة حیثا والشاۃ احیانا فمن هو هذا الرجل العظیم وماهی قیمة رجل الادب لکے رہا ہے، زیادہ ہی ہوتی رہی ہے، ہم کو دیکھنا ہے کہ عظیم الشان انسان کون سی اور علم و ادب کا یہ مخصوص انسان کیا نہ رویت رکھتا ہے کے بعد مختلف عناوین کے تحت امیر المؤمنین کی سیرت، خصوصیات زندگی اور نوح البلاغہ پر نظر ڈالی گئی ہے اور آخر میں زیر عنوان عہد نسبتہ، یعنی نوح البلاغہ کی صحت سند میں ان شکوک کو رد کیا ہے جو نوح البلاغہ کے متعلق وارد کیے جاتے ہیں، چنانچہ اُتاد و فواد فرام نے ہیں :-

ونحن اذا تدبرنا اسباب الشک تراھا ترجع الی خمسة امور
(۱) ان فی نهج البلاغہ من الافکار السامیة والحکم الدقیقة ما لا یصح نسبتہ الی عصر علی
(۲) ان فیہ من التعریض بالصحابۃ ما لا یمکن عن رجل فاضل کعلی
(۳) ادعاء علم الغیبات وهو لا یکون فعل رجل
(۴) الوصف الدقیق
(۵) صناعة السجع والتشقیق التي لم یعودھا اهل ذلک العصر وليس فی اکثر هذه الاسباب ما یقتضی عترة فی سبیل صحة نسبة الكتاب واما سمو الافکار ودقة المحکم واصابة المعنی فانھا فی کل عصر اذھی نائجة عن الاختیار للبشری موافقة لهذه الحیوة فی تجاربھا وقدر رأینا فی حیوة المؤلف واحزانه الكثيرة وخیبة اماله مواد وافرة للتأملات العديدة والنظریات العمیقة فضلا عن ان علیا حفظ القرآن بھافیہ من الایات وكان عالما کاکثر رجال عصره بکثیر من الحکم البلیغة الموجودة فی التوراة والانجیل فامکنہ الاقتباس منها وانھا التعریض بالصحابۃ وانه لشیء طبعی فی ابن ادم ان یتألف یتألم اذ یرئی نفسه ممنوعا من نیل مرادة مصروف فاعن حقہ والانتان کھما تقدم فی الصلح بطل انسانا ضعیفا عرضة لعوامل لطبیعة البشریة واما علم الغیبات فلا یتعرض له دھولیس باحسن ما فی نهج البلاغہ واذا دققنا فی الوصف وکماله واجل مظهره فی نهج البلاغہ خطیبة الخفاش والطاؤس محکم انه سبب فاسد لان من اخضع صفات الشعر الجاہلی والمخضرم امام الوصف وتبع هیئات الموضو

ہم جب اس شک کے وجہ و اسباب پر غور کرتے ہیں تو وہ ہر پھر کے پانچ امور قرار پاتے ہیں
(۱) یہ کہ نوح البلاغہ میں ایسے بلند مطالب اور دقیق فلسفیانہ نوز ہیں جو حضرت علی کے زمانہ کی طرف نہیں منسوب ہو سکتے
(۲) اس میں صحابہ کے متعلق ایسے تعریضات ہیں جو حضرت علی ایسے بلند مرتبہ انسان کی طرف نہیں منسوب ہو سکتے
(۳) غیب کی باتوں کے علم کا دعویٰ اور یہ کسی عقلمند کا کام نہیں
(۴) کسی وصف کے بیان کرنے میں موٹ گانی
(۵) سجع و قافیہ اور عبارات آرائی جس کی اس زمانہ والوں کو عادت نہ تھی، لیکن یہ تمام اسباب ایسے ہیں کہ وہ اس کتاب نوح البلاغہ کی صحت سند میں سد راہ نہیں ہو سکتے، پہلی بات یعنی خیالات کی بلند اور فلسفی نکتہ پر دازی اور مطالب کی صحت اور مضبوطی، یہ ہر زمانہ میں پیدا ہو سکتی ہے اس لیے کہ یہ انسان کے غور و فکر اور زمانہ کے حالات سے تجربہ کے ساتھ سبق آموزی پر مبنی ہے اور حضرت علی مصنف نوح البلاغہ کی زندگی اور حضرت کے مختلف مصائب اور رنج و غم کے واقعات میں ایسے کافی اسباب اور مواد فراہم ہیں کہ جن کی وجہ سے آپ کے غور و فکر کی قوت زیادہ ہو جائے اور آپ حالات و تامل اور گہری فکر سے کام لیں اس کے علاوہ آپ قرآن مجید اور اس کی تمام آیتوں کے حافظ و عالم تھے اور پھر اپنے زمانہ کے بہت سے لوگوں کی طرح آپ ان فلسفی اور علمی باتوں سے بھی مطلع تھے جو تورات و انجیل میں مذکور ہیں اور اس لیے آپ کو ان سے اقتباس کا موقع بھی حاصل تھا (اس مقام پر سنجی ادیب کا مذہبی جذبہ کار فرما ہے، دوسری بات یعنی صحابہ کے متعلق تعریض یہ تو انسان کا فطری فہم ہے کہ وہ اُن کے اور نبیہ و موجب اپنے نہیں اپنے مقصد سے علیحدہ اور اپنے حق سے محروم ہوتے دیکھے اور انسان جتنا بھی بلند مرتبہ ہو لیکن پھر بھی انسان ہے اور انسانی خصوصیات سے علیحدہ نہیں ہو سکتا رہ گیا علم غیب اُس کے متعلق ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے (بے تک ایک عیسائی کا اس محل پر سکوت ہی اختیار کرنا اُس کے عقائد کے لیے مفید ہے کہونکہ اس سے تو حقانیت اسلام پر روشنی پڑتی ہے) اور یہ

استاذ و شاعر
محکم دلائل سے
آزاد و خوش
گروہ کی ہدف
حضرت علی کا
کلام ہے

مؤلف کی دوسری مالیقات

- ۱۔ اثبات عباداری مطبوع
- ۲۔ عباداری کی تاریخ
- ۳۔ سند و قوم و عباداری
- ۴۔ اہل علیہ علوم
- ۵۔ فلسفہ نماز
- ۶۔ اہل حقیقت و کتاب شہید انسانیت
- ۷۔ کشف الداجر
- ۸۔ ازاحۃ الرسوخ
- ۹۔ امام جعفر صادق علیہ السلام و اشاعت علوم
- ۱۰۔ عربی مرثیہ کی تاریخ
- ۱۱۔ الکتب و المکتبات قبل الاسلام
- ۱۲۔ الکتب و المکتبات فی اواخر الفتح
- ۱۳۔ شہاب ثاقب شرح دیوان حضرت ابوطالب
- ۱۴۔ الدرر النظم من کلام المصوم
- ۱۵۔ لسان الصدق و تحقیق فارقلیط و الیما
- ۱۶۔ قول سدید رد البیہت
- ۱۷۔ ابوذر الغفاری
- ۱۸۔ رسالۃ الحق و الام علی بن احمدین علیہما السلام با ترجمہ اردو و حواشی و توضیحات
- ۱۹۔ مسائل المشاہد و تقویم المقابر
- ۲۰۔ مجموعہ مضامین علمیہ